188806

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188806
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢٢٢ ٩٤٠١ Accession No. ١٣٢٨

Author ل - م

Title الباکی روح

This book should be returned on or before the date last marked below.

کتاب صفورات سے ہے۔ موعظ الفرم ۱۸ نومبر ۱۹۵۹ء

18-11-59

مشغلوں سے کنارہ کش ہو کر آرام و سکون کے چند لمحات گزارنے کی خاطر اختراع کئے۔ تاہم زندہ اور مُردہ قوموں کے فنونِ لطیفہ میں بھی ایک نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ زندہ قومیں بھی تفریح و تسکینِ روحانی کی خاطر فنونِ لطیفہ کو استعمال کرتی ہیں۔ لیکن ان کے استعمال کا طریق ان قوموں کے طریق سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ جن کے قوائے عملی زنگ آلود ہو چکے ہوں۔ زندہ قومیں فنونِ لطیفہ کو بھی اپنی ترقی اپنی اصلاح اور اپنی قوت کے استحکام کے لئے استعمال کرتی ہیں اور اپنے نوجوانوں کو ان کے ذریعہ سے صحیح خیالات، بلند عزائم، اور ذوقِ عمل سے شناسا کراتی ہیں۔ مُردہ قومیں شعر کی گوناگوں دلفریبیوں، موسیقی کی گتوں۔ مُصوری کی لکیروں اور ادب کی رنگین بیانیوں ہی میں غرق ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہی تفاوت بین زندہ اور مُردہ قوموں کے افسانوں اور ان کے اندازِ بیان میں بھی پایا جاتا ہے۔ مُردہ قوموں کے افسانے فن کی لطافت و رعنائی کے لحاظ سے خواہ کتنے ہی قابلِ تحسین و داد کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان میں وہ سبق آموزی اور حیات افروزی نہیں ہوتی جو زندہ اقوام کی داستانوں اور انکے اندازِ بیان میں پائی جاتی ہے۔

قرآن کریم جو زندگی کے ہر شعبہ میں ملتِ اسلامیہ کی ہدایت و رہنمائی

کا سرچشمہ ہے۔ ادب کی یہ صنف یعنی افسانہ بہت نمایاں صورت میں پائی جاتی ہے۔ اس میں انبیاء و صلحاء کے لبریز حقائق حالات و واقعات اور نافرمان اور گمراہ قوموں کی عبرت آموز داستانیں چھوٹے چھوٹے قصوں کی صورت میں کچھ اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ خواہ مخواہ دل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ یہی بات تھی جس نے میرے دل میں قصص قرآنی پر اس نئے پہلو سے غور کرنے کا شوق پیدا کیا۔ قرآن کریم کو اٹھا کر دیکھا۔ تو ان داستانوں کے اندر مجھے زندگی کے ایسے ایسے حقائق وغوامض اور اسرار و رموز نظر آئے جو انسان کے لئے دائمی حیثیت سے دلیل راہ تھے۔ پھر قرآن حکیم کے مخصوص بلیغ اور جامع اندازِ بیان پر نظر گئی تو معلوم ہوا کہ ایک ایک لفظ کے اندر ادب اور رنگین بیانی کے وہ کمالات پوشیدہ ہیں۔ جن تک انسان کی نظریں مدت ہائے مدید کے بعد پہنچیں گی۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر میں نے تہیہ کر لیا کہ ان الہامی افسانوں کو ادب اردو کے جامہ میں پبلک کے سامنے پیش کروں۔ اور ان حقائق کو انداز بیان کے اس سانچے میں ڈھالوں۔ جو آجکل عام طور پر مقبول و دل پسند سمجھا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ وہ اردو دان حضرات و احباب جو عربی زبان اور اس کی لطافت و شیرینی کا حظ حاصل کرنے سے محروم ہیں ان الہامی حقائق سے متمتع ہو سکیں۔ اور جس حد تک اس ہیچ میرز نے

کے امکان میں ہو۔ ان میں وہی دلچسپی اور اثر قائم رکھنے کی سعی کی جائے۔ جو قرآن کریم کے اندازِ بیان میں پایا جاتا ہے +

قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ پر مختلف پہلوؤں سے تفکر و تدبر کرنے کی ضرورت ہے اور انسان اپنے تمام علمی و ادبی کمالات کے باوجود جس قدر کاوش و محنت کے ساتھ اس پر تفکّر و تدّبر کرے گا۔ اس پر حقایق و اسرار کے نئے نئے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ اور بالآخر اسے یہی کہتے بن آئے گی:

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا   کہف

ان ہی افسانوں کو لے لیجئے۔ اور ان پر حیات انسانی کے مختلف شعبوں۔ انسان کی تمدنی و معاشرتی ضروریات۔ اسکی سیاسی و اجتماعی زندگی، اس کی انفرادی اور ذاتی سیرت کی صالحات و سیّئات۔ اس کی ممکنات مضمر کے نشوو ارتقاء۔ غرض جس پہلو سے ممکن ہو ان پر غور کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالےٰ نے ان داستانوں کے بیان کرنے میں انسان کے لئے دائمی رہنمائی اور عبرت آموزی کے کیسے کیسے سامان فراہم کر دیئے ہیں۔ اور یہ قصّے حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں پر کس قدر حاوی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ارباب

فکر مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے کلام ربانی پر تدبر و تفکر کریں۔ اور ان حقائق مضمر کو انسان کے سامنے لائیں۔ جو ان بلیغ الفاظ کے کوزوں میں دریاؤں کی طرح بند کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن کریم کے اندر جو قصے بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں حشو و زوائد کا نام تک نہیں۔ محض مفید مطلب پہلوؤں کو کمالِ بلاغت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ قصے قیدِ مکانی و قیدِ زمانی سے آزاد ہیں۔ یعنی پروردگارِ عالم نے یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ یہ واقعات کب اور کس جگہ ظہور پذیر ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا فیضان مکانیت کے اندر محدود نہیں۔ اور نہ زمان اور وقت کے ساتھ مختص ہے۔ ان سے ہر شخص خواہ وہ کرۂ زمین کے کسی حصہ پر آباد ہو۔ کسی دور میں زندگی بسر کرے یکساں طور پر عبرت اور سبق حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور حقائق و رموز سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ آج بھی نوعِ انسان کو تسخیرِ فطرت و کاوشِ اسرارِ قدرت کے وہی مسائل درپیش ہیں۔ جو آدم علیہ السلام کو اس کرۂ ارض پر آباد ہونے کے وقت پیش آرہے تھے۔ آج بھی انسان کی جدوجہد اسی زور اور شدت کے ساتھ جاری ہے۔ جس سے اولادِ آدم علیہ السلام نے اسے شروع کیا تھا۔ آج بھی اس دنیا میں اور اس کے انسانوں میں ہابیلی اور قابیلی خصائل اسی طرح برسرِ کار

ہیں۔ جس طرح آدمؑ کے دو بیٹوں میں ظاہر ہوئے۔ آج بھی دنیا کو ابراھیمؑ جیسے بُت شکنوں کی ضرورت ہے۔ اور انسان مسلکِ ابراہیمی کو شمعِ راہ بنانے کے لئے ایسا ہی محتاج ہے۔ جیسا نمرود کے زمانہ میں تھا۔ اور آج بھی خدا کے نافرمان بندوں میں کج بحثی اور ہٹ دھرمی کے وہی خصائص موجود ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی مشکلات کا موجب ہوئے تھے۔

اسوۂ یوسفیؑ اور سیرت موسویؑ میں زندگی کے غیر معمولی حوادث و واقعات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے اور مصائب و آلام کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرنے کے جو سبق دیئے گئے ہیں وہ دائمی حیثیت سے انسان کے لئے مفید ہیں۔ عزم اور صبر و استقلال سیرتِ انسانی کی وہ خوبیاں ہیں جو ہمیشہ کامرانی و سرفرازی پر منتج ہوتی ہیں۔ برادرانِ یوسفؑ کا سلوک آج بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ وہی ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اختیار کیا تھا۔ اس لئے انسان کو یہ تعلیم دینا کس قدر ضروری ہے کہ عفو و درگذر ہی اس کے لئے ایک عظیم الشان فتح ہے۔

ضبطِ نفس اور تحفظِ امانت کے اوصافِ ضروری پیدا کرنے کے لئے آج بھی اسی شمعِ ہدایت سے کسبِ ضیا کی ضرورت ہے جو آج سے ہزارہا سال

پیشتر عزیز مصر کے گھر میں روشن ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے قصّہ میں اغیار کی غلامی کی ذلّتوں اور قوائے قدرت کی نیرنگیوں میں انسان کے لئے ایک درس عبرت ہے جو ہمیشہ اس کے حوصلوں کو بلند رکھے گا۔ اس میں محکوم اقوام کو یہ بتایا گیا ہے کہ ایسا اوقات قدرت کی مخفی قوتیں دشمن ہی کے ہاتھوں دوست کی پرورش و تربیت کا اہتمام کردیا کرتی ہیں۔ اس لئے حکام وقت کے ظلم و جور۔ اس کی طاقت و قوت اور اس کی سخت گیریوں سے مرعوب ہو کر رحمتِ خداوندی کی طرف سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ترک وطن کے قصّہ میں انسان کے استقلال اس کی اولوالعزمی اور غربت و آوارہ وطنی کے مصائب میں مقابلہ کی ہمّت کے اسباق ہیں۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کر کے نکلنے والوں کی راہ میں خیر و برکت خوش آمدید کہنے کے لئے منتظر کھڑی ہوتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکۂ سبا کے قصّے میں تسخیر قوائے فطرت اور آسمانی حکومت یعنی خلافت کے مقاصد بیان کئے گئے ہیں جو اسلامی حکومتوں اور مسلمان تاجداروں کے لئے درسِ حیات ہیں۔ اس قصّہ میں بتایا گیا ہے کہ

اسلامی حکومت کا منتہائے نظر قوائے فطرت یعنی ماسوی اللہ کی تسخیر اور اعلائے کلمۃ الحق ہے مزید برآں اس قصّہ میں تبلیغ وارشاد کے طریقہ پر بھی نہایت بلیغ اشارات ہیں۔ جن میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ کا پیغام پہنچانے کی خاطر کفّار کے ہر قسم کے غرور و تکبّر کو توڑنا کس قدر ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے ملکۂ سبا کے تموّل۔ جاہ و جلال اور دانشمندی کے وہ تمام بُت جن پر اسے ناز تھا ایک ایک کر کے توڑے اور از آں بعد اس پر جبر نہیں کیا۔ بلکہ دلائل کے ذریعہ سے ایمان لانے کی تلقین کی۔

حضرت یونس علیہ السّلام کے قصّہ میں ان مصلحین قومی کے لئے درسِ عبرت ہے جو اپنی مساعی کو بے ثمر و بے نتیجہ دیکھ کر بد دِل ہو جاتے ہیں۔ اِس میں بتایا گیا ہے کہ اصلاحِ قوم کا علم بلند کرنے والے اگر صبر و استقلال کا دامن چھوڑ دیں گے تو ان کے لئے قیدِ ظلمات کی سرزنش اور وعید طیار رہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی قربانی کے تذکرہ میں رضائے الٰہی کے اس مقام بلند کو حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جہاں پہنچکر ہر مومن بے اختیار پکار اٹھتا ہے

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الآیۃ)

ان کے علاوہ ان قصّوں میں اور بھی کئی غیر مرئی اور غیر محسوس حسنات و

برکات ہیں۔ جن تک اس ہیچ میرز کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ یہ تمام حقائق علمِ انسانی کی ترقی کے ساتھ ساتھ منکشف ہوتے چلے جائیں گے لیکن ان کے غیر محسوس اثر کو آج بھی ہر قلبِ سلیم اسی طرح قبول کرسکتا ہے جس طرح آیندہ زمانہ کے عالم کریں گے۔ یا گزشتہ زمانہ کے عارف کرتے چلے آئے ہیں +

ان تمام قصص کی مرکزی تعلیم ایمان اور توحید ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ نوعِ انسانی کی نجات کا راز اسی ایک نقطہ میں مرکوز ہے۔ جب تک انسان اس مرکز کو چھوڑ کر ادھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔ اس کے سامنے ہر قسم کی مشکلات کے انبار لگے رہیں گے +

کتاب کے حصّۂ اول میں صرف وہی افسانے درج کیے گئے ہیں۔ جو متذکرۃ الصّدر انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسان کی اجتماعی زندگی کے متعلق جن گم کردہ راہ اور نافرمان قوموں کے قصص قرآن حکیم میں مذکور ہوئے ہیں وہ دوسرے حصّہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس حصّہ کے ساتھ بھی ایک علیحدہ دیباچہ شامل کر دیا گیا ہے۔ جس میں قوموں کے عروج و زوال کے متعلق قرآن حکیم کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کی گئی ہے +

میں نے ان افسانوں میں صرف وہی واقعات درج کیے ہیں جو مجھے

قرآن کریم سے ملے ہیں۔ صرف اردو کے اندازِ بیان میں رنگینی پیدا کرنے کے لئے طریق ذرا مختلف اختیار کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ ہی رکھدیا گیا ہے۔ بعض اقوام کے حالات قلمبند کرنے وقت تورات کے عہد نامہ عتیق سے بھی مدد لی گئی ہے۔ لیکن اس کتاب سے کوئی ایسی بات اخذ نہیں کی گئی۔ جو قرآن پاک کے نصائص سے مصدقہ نہ ہو۔

مجھے اپنے عجز اور ہیچ میرزی کا پورا پورا احساس ہے اور میں جانتا ہوں کہ میرا مبلغ علم اس قدر بلند کام پر ہاتھ ڈالنے کا اہل نہیں۔ لیکن حصولِ برکات دنیوی و اُخروی کے شوق سے میں نے یہ جرأت کی ہے۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ میرے قصور فہم و کمی علم کی لغزشوں کے لئے اللہ تعالےٰ سے عفو و درگذر کے طالب ہوں۔ اور مجھے دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

مرتضیٰ احمد خان

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

طبعِ سوم مارچ ۱۹۳۸ء

خونِ ناحق کا پہلا قطرہ

(ہابیل و قابیل کا قصہ)

نذر

حضرت ابوالبشر آدم

علیہ السلام

خونِ ناحق کا پہلا قطرہ

آدمؑ و حوّا کو سطحِ ارضی پر آباد ہوئے سالہا سال گزر چکے تھے۔ اولادِ آدمؑ سادگی اور معصومی کے ایک عالمِ خود فراموشی میں پھل پھول رہی تھی۔ حوّا کی بیٹیاں اور آدمؑ کے بیٹے اپنے شب و روز کا حصۂ غالب خالقِ ارض و سما کی تمجید و تقدیس میں بسر کرتے۔ اور مرنجاں مرنج انبساط کی دلفریبیوں میں کھیل کود کر زندگی کے دن گزار رہے تھے۔ کرۂ ارض کی اس نووارد اور نادر مخلوق پر ملائے اعلےٰ کے فرشتوں کا دھوکا ہوتا تھا۔ برادرانہ اخلاص اور ہم نوعی کا احساس ان کی اجتماعی زندگی میں اتحاد و یگانگی کی روح بن کر سرایت کر چکا تھا۔ گناہ اور حق تلفی کا نام تک نہ تھا۔ ابھی ان کے سادہ اور پاک دلوں میں باہمی رنجشوں اور کدورتوں کے پیدا ہونے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ آدمؑ کی شفقت اور حوّا کی محبت بھائیوں اور بہنوں کے ان تمام معصومانہ جھگڑوں کے لئے جو ان کے درمیان کبھی کبھی پیدا ہو جاتے تھے ایک شریعتِ مرغوب کی طرح ضامن تھی۔ غرض مٹھی بھر انسانوں کی یہ جماعت

خدا کی اُن جنتی زمین پر معصومانہ انبساط کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی۔ اور سطح ارضی پر انسان کا پہلا گھرانا محبت و خلوص کا ایک دلکش گہوارہ تھا۔ جس پر ہر وقت رحمت ایزدی کے موتی برستے رہتے تھے۔

آدمؑ اور حواؑ نے اپنی بود و باش کے لئے پہاڑ کے دامن میں ایک نہایت پر فضا وادی منتخب کر رکھی تھی۔ جس کی سرسبزی دامانِ نگاہ کی طرح چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس جنتِ ارضی میں کئی ندیاں کوہستان کی برفانی چوٹیوں سے اتراتر کر اور دامن کوہ کے شفاف اور مصفّٰے چشموں سے پھوٹ پھوٹ کر بہ رہی تھیں۔ مختلف قسم کے میوؤں سے لدے ہوئے خود رو پودوں اور بڑے بڑے تناور اور سایہ دار درختوں کے جھنڈ اس پُرفضا مقام کی رونق کو دوبالا کر رہے تھے قدرت کی قلمکاری نے اس تختۂ زمردین پر گلہائے رنگا رنگ کے اجتماع سے خطِ نستعلیق میں یہ عبارت لکھ رکھی تھی۔ کہ فردوس بریں کی حوریں پھولوں کا بھیس بدل کر زمین پر اتر آئی ہیں اور اس سبزہ زار میں بیٹھے جانے مصروفِ خندہ آفرینی ہیں۔

سبزہ، سایہ، پھول، اور میوؤں کی یہ کائنات تھی۔ جسے آدمؑ و حواؑ نے اپنے مسکنِ ارضی کے لئے پسند کر لیا تھا۔ صبح و شام خوشبوؤں میں بسی ہوئی نسیم

خوشگوار اولادِ آدمؑ کے اجسام و مشایم سے اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی چلا کرتی اور آسمان کی نیرنگیاں انسان کے لئے ہر روز حیرت و استعجاب کا ایک نیا پیغام لے کر آتیں جن کے ساتھ ساتھ اس کی کائناتِ قلبی میں ایک پُر لطف کیف انگیز مگر مرعوب کن ردّ و بدل ہوتا رہتا تھا۔ قدم قدم پر پیش آنے والے نئے نئے مشاہدات و تجربات اس کی روح کے اندر ہر لحظہ نئے نئے جذبات و احساسات پیدا کرتے رہتے تھے۔

آدمؑ اور حوّا کی نگاہِ انتخاب نے گھر بنانے کے لئے اس پرفضا وادی کو اس لئے پسند کیا تھا کہ اس آئینہ میں انہیں اپنے آسمانی نشیمن یعنی جنّٰتِ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہَارُ کی ایک دُھندلی سی جھلک نظر آتی تھی جس دن سے انہوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ وہ اپنے حافظہ سے مدد لے لے کر اس عالمِ سفلی کو عالمِ علوی کا ہم پلّہ بنانے کی دُھن میں لگے ہوئے تھے۔ اور جہانِ آب و گل کے خط و خال میں وہی دلفریبیاں پیدا کرنے کے متمنی تھے جو ان کے نہاں خانۂ دماغ پر جنت کی یاد نے نقش کر رکھی تھیں۔ انہوں نے نیچر کی بے پناہ اور بے ترتیب خوبصورتی میں ایک سلیقہ اور قرینہ پیدا کرنے کے لئے شب و روز ان تھک محنت شروع کر دی۔ یہیں سے آرٹ کی بنیاد رکھی گئی اور آدمؑ کے مسکنِ اوّل کی یاد آرٹ کے بہترین تخیل کی صورت میں آج تک اولادِ آدمؑ

کے دماغوں میں محفوظ ہے۔

اس پُر فضا وادی کے وحوش و طیور بھی مخلوق خداوندی کی اس نئی جنس یعنی انسان کے ساتھ مانوس ہو چکے تھے۔ یا یوں کہیئے کہ مانوس کر لئے گئے تھے۔ ہابیل ابن آدمؑ جب مرغزار کے وسط میں کھڑا ہو کر پورے زور کے ساتھ تعال تعال کی صدا بلند کرتا تو دامانِ کوہ کی آزاد بھیڑیں اور بکریاں چوکڑیاں بھرتی اور چھلانگیں مارتی اس کے گرد جمع ہو جاتیں۔ اور ہابیل اپنے ہاتھ سے درختوں کے پتے توڑ توڑ کر انہیں کھلاتا۔ ان میں سے ایک ایک کی پیٹھ پر اپنا دستِ شفقت پھیرتا۔ ویسے تو وادی کے ان حیوانوں کے لئے گھاس اور سبزی کی کچھ کمی نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہیں ہابیل کے ہاتھ سے پتے کھانے میں خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کے دلوں میں بھی انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا ایک اضطراری احساس پیدا ہو گیا ہے۔

آدمؑ کے بیٹے دن بھر نئی نئی چیزوں کی دریافت اور نئے نئے جانوروں کی تسخیر میں مصروف رہتے۔ اور حوّا کی بیٹیاں صبح و شام پھول توڑنے اور پھل جمع کرنے کے دلچسپ مشاغل میں اپنا وقت صرف کیا کرتیں۔ سرِ شام غروبِ آفتاب کے دھندلکے میں سب کے سب ایک مرغزار میں جو دامن کوہ کے ایک چشمہ سے

پھوٹنے والی دو چھوٹی چھوٹی ندیوں کے درمیان واقع تھا۔ آدمؑ و حوّا کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور دن بھر کی معلومات و تسخیرات کی داستانیں سنا سنا کر ایک دوسرے کا دل بہلاتے۔ آدمؑ و حوّا بھی اپنی اولاد کی ان سرگرمیوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور اپنے مسکنِ اوّل کی تفصیلات و جزئیات بیان کر کے اس لغزش پر افسوس کیا کرتے جس نے انہیں خالقِ حقیقی کی دائمی حضوری سے محروم کر دیا تھا۔ ان کی زبانوں پر ہر وقت اپنی معصیت کے اقرار کا ورد جاری رہتا۔ اور وہ بات بات میں اپنے پروردگار سے مخاطب ہو کر کہتے :-

"پروردگارا! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ ہمارے گناہ معاف کر اور ہم پر رحمت کے دروازے کھول۔ اگر تو نے ہمارے گناہ معاف نہ کئے اور ہم پر رحمت کے دروازے نہ کھولے تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

غرض اسی قسم کے دلچسپ مشغلوں اور کڑی مشقتوں کے درمیان اولادِ آدمؑ اپنی زندگی بسر کر رہی تھی۔ حوّا کا پہلوٹھا قابیل اپنی زندگی کے ابتدائی سال باپ اور ماں کی انتہائی شفقت و محبت کے جھولے جھول جھول کر بسر کر چکا تھا۔ جب ہابیل اور آدمؑ کے دوسرے بیٹے اس نعمتِ سرمدی میں برابر کے شریک ہونے لگے

تو قابیل کے دل میں ناپسندیدگی کا ایک مجہول سا احساس پیدا ہو گیا۔ جو اُسے بعض اوقات چند لمحوں کے لئے مغموم و متفکر سا بنا دیتا۔ اور اس کی حسِ تمیز تنہائی کی ساعتوں میں اسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی۔ کہ دنیا کی ہر بات اس کی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ اس زندگی کے جام میں بعض ایسے تلخ گھونٹ بھی ہیں جنہیں اسے جبراً و قہراً اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑتا ہے۔

قابیل ابن آدمؑ کو اس کے باپ نے زمین کھود کر بیج بونے اور غلہ پیدا کرنے پر لگا رکھا تھا۔ اور ہابیل دامانِ کوہ کی بھیڑوں اور بکریوں اور وادی کے دیگر جانوروں کو مطیع و منقاد بنانے کے دلچسپ مگر مشکل کام پر مامور تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہیبت و طاقت کے کسی پیکر یعنی وحشی درندے کو دونوں بھائی مل کر اور پتھر مار مار کر بھگا دیتے تھے۔ اس وقت قابیل پر اپنے بھائی کی ضرورت و اہمیت پوری طرح روشن ہو جاتی تھی۔ وہ برادرانہ محبت کے نشہ میں آ کر جھومنے لگتا۔ اور فتح و کامرانی کی مسرتوں میں ہابیل کو گلے سے لگا لیتا۔

اس قسم کی نیرنگیوں اور دلچسپیوں میں اولادِ آدمؑ کے دن گزر رہے تھے آدمؑ و حواؑ انہیں ہمیشہ اپنے خالق و پروردگار سے طلبِ عفو کرنے کی تلقین کیا کرتے تا کہ ان کی خطائیں معاف ہوں۔ اور وہ اپنی اولادِ عزیز کو لے کر پھر جنات عدن

میں جاکر آباد ہو جائیں۔ وہ کہا کرتے کہ ہمارے پروردگار نے ایک قصور کی پاداش میں ہمیں اپنے اصلی گھر سے جلا وطن کر دیا ہے۔ اور مشقت یہ تجویز کی ہے کہ ہم اس عالمِ کون و فساد کی تمام قوتوں کو مسخر کریں۔ اور عناصر کی اس دنیا کو کلی طور پر مطیع و منقاد کر کے خلافتِ ارضی کا تاج اپنے سروں پر رکھیں۔ پھر ہمیں حیات اَبدی کے اس شجرۂ ممنوعہ کے پاس جانے اور اس کے پھل کھانے کی اجازت مل جائے گی۔ جس کے قریب جانے کی پاداش میں ممکنات مضمر کی اس امتحان گاہ میں بھیجا گیا ہے۔ پھر ہم کامل عیش و تنعم کے ساتھ اپنے مالک و خالق کے قرب و حضور میں رہا کریں گے۔

آدمؑ اور حوّا نے کرۂ ارضی پر آکر جب سر بفلک پہاڑوں اور بڑے بڑے دریاؤں۔ وحشی درندوں اور نیچر کی ان خوفناک نیرنگیوں کو دیکھا تھا۔ جو طوفانِ باد و باران۔ صاعقہ اور تلاطم ہائے امواج کی مختلف صورتوں میں ظاہر تھیں۔ تو ان کے دل میں یہ حوصلہ فرسا خیالات پیدا ہو جاتے تھے۔ کہ اس وسعت زارِ عالم اور اس کی خوفناک قوتوں کو مسخر کرنے میں خدا جانے کتنا وقت صرف ہوگا۔ لیکن اولاد کی پیدائش کے تجربہ نے ان کی ڈھارس بندھا دی تھی۔ اور انھیں یقین ہو گیا تھا۔ کہ ہم اپنی اولاد کی مدد سے اس مشکل مہم کو سر کرنے میں جلد کامیاب ہو جائیں گے۔

ہر صبح کا آفتاب اولادِ آدمؑ کے لیے جدید سرگرمیوں اور نئے مشغلوں کا پیغام لے کر آتا۔ اور تمدنِ انسانی کے یہ اولین معمار اپنے اپنے وظائفِ مفوضہ کی انجام دہی میں مصروف ہو جاتے۔ قابیل اپنے کھیتوں میں چلا جاتا اور فصلوں کو پانی دینے اور بیج بونے کے لئے نئی زمینیں تیار کرنے میں مصروف ہو جاتا ہابیل بھیڑوں اور بکریوں کے گلہ کو لے کر پہاڑ پر چڑھ جاتا۔ اور پتھروں کے ڈھیروں میں خوشنما سنگریزوں کی تلاش میں لگا رہتا۔ آدمؑ اور حواؑ اپنی اور اپنی اولاد کی روز افزوں ابتدائی ضروریات و حاجات کے لئے مکانات کی تعمیر اور خوراک و پوشاک کی نئی نئی دریافتوں میں منہمک رہتے۔ آدمؑ کے دوسرے بیٹے اور حواؑ کی بیٹیاں ان کی مددگار رہتیں۔ اور ادھر اُدھر سے مطلوبہ اشیاء ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر آدمؑ اور حواؑ کے پاس لے آتیں۔

ایک روز اس پُرفضا وادی پر گرجتے ہوئے سیاہ بادل چھا گئے۔ اور عناصرِ سماوی کے خوفناک اجتماع نے آدمؑ کے گھر کا احاطہ کر لیا۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور فضائے نیلگوں کے لامتناہی سمندر میں ایک قیامت آفرین تلاطم برپا ہے۔ جو زمین کی طرف امڈا چلا آتا ہے۔

تیز اور تند آندھی نے پہاڑوں اور درختوں سے ٹکرا ٹکرا کر ایک پُر ہیبت شور برپا کر رکھا تھا۔ اور رعد و صاعقہ کے غیظ و غضب نے کائنات کے ذرّے ذرّے کو ایک محشرستانِ فریاد بنا دیا تھا۔ آدمؑ کی اولاد اپنے جھونپڑوں میں دبکی بیٹھی تھی۔ اور وادی کے وحوش و طیور بھی عناصر کی اس خوفناک آمیزش اور قوائے قدرت کی اس ہولناک نمایش سے ڈر ڈر کر اور سہم سہم کر اپنی اپنی جائے پناہ میں چھپ گئے تھے۔

چند لمحہ کے لئے بارش ذرا تھمی۔ بادل کی تاریکیوں میں آناً فاناً روشنی کے تڑپتے ہوئے شعلے دوڑنے لگے۔ کائناتِ ارضی و سماوی کھلکھلا کر ہنسی اور پھر تاریکی میں غائب ہو گئی۔ ایک لمحہ کے لئے سکون اور خاموشی کا عمل ہوا رعد اپنے انتہائی زور کے ساتھ گرجا اور اس کے دِل دہلا دینے والے نعرہ نے کائنات میں ایک لرزہ پیدا کر دیا۔

اولادِ آدمؑ کی چندھیائی ہوئی آنکھیں کھلیں تو اس نے دیکھا۔ کہ اُس کے اندوختہ مال پر بجلی گر چکی تھی۔ قابیل کا خرمن جل کر خاکستر ہو گیا تھا۔ ہابیل کی بکریاں مر گئی تھیں۔ اور آدمؑ کا باغ ویران ہو گیا تھا۔

قابیل کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں۔ اس کا دِل افسردہ ہو

گیا۔ اس کے چہرہ پر رنج و افسوس کی تاریکی چھا گئی۔ اس کی روح درد و کرب کے عذاب میں مبتلا ہو گئی۔ اس کا دماغ تلملانے لگا۔ اور اس کی آنکھوں میں رنج اور غصے کے آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس نے ایک طویل ٹھنڈی سانس بھر کر کہا:۔

"میری محنت برباد ہو گئی۔ قدرت کی غیبی قوتوں نے میرے حال پر ظلم کیا اور آدمؑ کے اللہ نے بھی میری کوئی مدد نہ کی۔"

بھیڑوں اور بکریوں کی اچانک موت پر ہابیل کو بھی افسوس تو ہوا لیکن اس کی بلند فطرت نے وہ اثر قبول نہ کیا۔ جو قابیل پر ہوا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ اور مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں یوں گڑگڑانے لگا۔

"اے خالقِ ارض و سما! تو کائنات کی ہر شئے کا مالک ہے۔ میں تیری رضا پر شاکر ہوں۔ مجھے اور بکریاں مطیع کرنے کی توفیق عطا فرما۔"

آدمؑ و حوّاؑ قدرت کی ان نیرنگیوں کو دیکھ دیکھ کر حسبِ معمول یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ کہ

"پروردگار ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ ہمارے گناہ معاف کر اور ہم پر رحمت کے دروازے کھول اگر تو نے ہمارے گناہ معاف نہ کئے اور ہم پر رحمت کے دروازے نہ کھولے تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

اس دن سے قابیل سخت مغموم رہنے لگا ۔ اس کی روح بیقرار ہو گئی۔ اور اسے دنیا کی ہر چیز بھدّی اور بھونڈی نظر آنے لگی ۔ حتیٰ کہ بعض اوقات وہ خود اپنی ذات سے بیزار ہو جاتا۔

ہابیل نے چند ہی روز میں بکریوں کا ایک اور گلہ جمع کر لیا ۔ اور اس کے شب و روز مسرت و انبساط کی روحانی کیفیتوں میں بسر ہونے لگے ۔ وہ حسبِ معمول پہاڑ کی چوٹیوں پر جاتا ۔ اور اپنی آنکھوں کو کوہستان کی قدرتی کرشمہ سازیوں سے سیراب کرتا ۔ اس کے دل میں فرحت و شادمانی کی ایک وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی اور اس کیفیت کے سرور میں گھنٹوں بیٹھا جھوما کرتا۔

ایک روز اس کا دل بجلی گرنے کے حادثہ کی یاد سے بہت متاثر ہوا ۔ وہ سوچنے لگا کہ قابیل کیوں اس قدر اداس رہتا ہے ۔ اس کی رُوح میں ان خیالات نے ایک قسم کی موسیقی پیدا کر دی ۔ اور اس کے دماغ میں ایسے الفاظ جمع ہونے لگے ۔ جو ایک دوسرے سے مل کر ترنم پیدا کر رہے تھے ۔ چند لمحہ کے بعد وہ انتہائی مسرت کی ترنگ میں آکر ایک سادہ گیت الاپنے لگا جس کا مفہوم قریب قریب یہ تھا :۔

"بجلی گری جس نے آدمؑ کا باغ تاراج کر دیا

"بجلی گری جو قابیل کے کھیتوں کو برباد کر گئی
" بجلی گری اور ہابیل کی بکریاں مر گئیں
" لیکن پروردگار! میں تیری رضا پرشاکر ہوں"
" مجھے اپنی بکریوں کے مر جانے کا غم نہیں
" خداوند کی زمین بکریوں سے بھری پڑی ہے
" قابیل اس قدر مغموم اور اداس ہے
"لیکن پروردگار! میں تیری رضا پرشاکر ہوں"

شعر اور موسیقی کی اس نئی دریافت نے ہابیل کے دل میں خوشی کا ایک سمندر موجزن کر دیا۔ اس کے رگ وریشہ میں انبساط کی ایک نئی لہر متحرک ہو گئی۔ اور وہ پوری بلند آہنگی کے ساتھ نغمہ الاپنے لگا۔ اس کی روح کا ذرّہ ذرّہ رقص کر رہا تھا۔ اور گیت کی صدائے بازگشت نے کائنات میں ایک تھرتھراہٹ پیدا کر دی تھی۔

قابیل افسردہ دلی کے ساتھ دامن کوہ میں اپنے کھیتوں کو پانی دے رہا تھا۔ اس کے کانوں میں ہابیل کے اس نغمۂ شیریں کی دلکش آواز پہنچی — وہ کوہستان کی چوٹیوں کے فاصلۂ بعید سے آنے والی گونج سن کر مبہوت ہو گیا۔

ٹھٹکا اور کان لگا کر شعر اور موسیقی کے اس اجتماع پر غور کرنے لگا۔ اس نے ہابیل کی آواز پہچان لی۔ لیکن گیت کے معانی نے اس کے دل میں جذبات کا ایک تلاطم برپا کر دیا۔ اور اس کے دماغ میں بجلی گرنے کے حادثہ کی روح فرسا یاد تازہ ہو گئی۔

وہ سوچنے لگا کہ بجلی آدمؑ کے باغ پر بھی گری۔ اور اس پر کوئی اثر نہ ہوا بجلی ہابیل کی بکریوں پر بھی گری۔ اور وہ بدستور مطمئن ہے۔ لیکن مجھے کیوں رنج و الم نے اس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے؟

ہابیل کی گونجتی ہوئی آواز برابر اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی اور قابیل کے دل میں حسد کی آگ نے جو چنگاریاں پیدا کر دی تھیں انہیں ہوا دے رہی تھی۔

"ہابیل مطمئن ہے۔ میں مغموم اور اداس ہوں۔ آدمؑ کا خدا ہابیل پر مہربان ہے اور مجھ سے ناراض۔ آخر یہ امتیاز کیوں ہے؟ آدمؑ اور حواؑ بھی ہابیل کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اسے بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میں عمر میں ہابیل سے بڑا ہوں۔"

اس قسم کے خیالات تھے جو قابیل کے دماغ کو پریشان کر رہے تھے اس کا

غصہ لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہا تھا۔

ہابیل کے گیت کی دلکش آواز لحظہ بلحظہ نزدیک آ رہی تھی۔ وہ اچھلتا کودتا نغمیں اڑاتا دامنِ کوہ میں پہنچ گیا۔

قابیل نے غصہ و رنج سے بھری ہوئی آواز میں ہابیل کو بلایا۔ اور اس سے اسقدر خوش ہونے کا سبب دریافت کیا۔ ہابیل نے کہا۔ کہ "میرے پروردگار نے مجھ پر انعام کیا۔ اور مجھے شعر اور گانا سکھا دیا۔ میرا دِل بہت خوش ہے اور مجھے بکریوں کے مر جانے کا کوئی غم نہیں"

قابیل ہابیل کی اس خوشی کی تاب نہ لا سکا۔ گرج کر بولا "تمہارا پروردگار تم پر مہربان ہے۔ اور مجھ سے ناراض۔ میں تم سے اور تمہارے پروردگار دونوں سے بیزار ہوں"

ہابیل نے مسرت و شادمانی کے لہجہ میں جواب دیا "بھائی! تمہارے دِل میں چور گھس گیا ہے اور تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو"

قابیل کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی۔ اس سے جھنجھلا کر کہا "تمہارا پروردگار ظالم ہے اور تم ...."

ہابیل بھائی کی یہ وارفتگی دیکھ کر ہنس دیا۔ اور اس جوشِ انبساط

کی ترنگ میں آکر جو شعر اور موسیقی نے اس کے دِل میں پیدا کر رکھا تھا۔ اپنا تازہ گیت الاپنے لگا۔

قابیل کا غصّہ قابو سے باہر ہوگیا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اس کے ماتھے پر شکنیں پڑگئیں۔ اس کے نتھنے پھول گئے۔ اور اسے اپنی تمام مصیبتیں ہابیل کی ذات کے اندر منعکس ہوتی نظر آئیں۔

اس کے ہاتھ کو ایک اضطراری جنبش ہوئی۔ اور اس نے پتھر کا ایک بھاری ٹکڑا اٹھا کر ہابیل کی طرف پھینکا۔

ہابیل کا سر پھوٹ گیا۔ وہ تیورا کر گر پڑا۔ اور زمین کنپٹی سے بہنے والے خون سے رنگین ہوگئی۔

عالمِ کون و فساد کی ظاہر و مخفی قوتوں نے سفک الدماء کا یہ پہلا سین دیکھا۔ اور کائنات خلافتِ ارضی کے وارثِ اعلےٰ کی اس حرکت پر خوف کے مارے کانپ اٹھی۔

ہابیل جان کنی کی بے تابیوں میں چند لمحوں کے لئے تڑپا۔ اور ٹھنڈا ہوگیا۔

کائنات کا ذرّہ ذرّہ زبانِ حال سے پکار اٹھا۔ "پروردگار! کیا تو

ان لوگوں کو خلافتِ ارضی کا وارث بنانے والا ہے ۔ جو تیری زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور خون گراتے ہیں۔ ہم ہیں کہ ہر وقت تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں" ۔

بُت شکن

جس میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

زندگی کا ایک واقعہ درج ہے

نذر

حضرت ابراھیم خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

بُت شکن

تمدّن انسانی کے اوّلین گہوارہ ملکِ بابل کی ہیکل میں دیوتاؤں کی پرستش کا ایک عظیم الشان تیوہار منایا جارہا تھا۔ اُر کے اصنام پرست صابی سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں مندر کے اندر اور باہر اپنے ارباب النوع کی عظمت و طاقت کا عاجزانہ اعتراف کر رہے تھے۔ بت پرست اپنے اپنے دیوتاؤں اور ظنی خداؤں کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہیکل کے ایک دروازہ کی راہ سے داخل ہوتے اور اظہارِ عقیدت و اعترافِ نیاز کے طور پر انسانی ہاتھ کی بنی ہوئی خوشنما مورتیوں اور تمثیلوں اور ڈراؤنی شکلوں کے تراشے ہوئے پتھروں اور بتوں کے سامنے اکل و شرب کی مختلف الانواع نعمتیں رکھ کر دوسرے دروازہ کی راہ سے باہر نکلجاتے بڑے بڑے سرکشوں اور ذی اقتدار لوگوں کی گردنیں مٹی کے کھلونوں اور پتھر کے ٹکڑوں کے سامنے انتہائی عقیدت و نیازمندی کے ساتھ

جُھک رہی تھیں۔ انسان کی بلند اور روشن پیشانیاں جن میں شرفِ انسانی کا ستارہ چمک رہا تھا۔ اصنام بلکہ مختلف قسم کے اوہام کے سامنے زمین پر رگڑی جا رہی تھیں۔ پجاریوں کی منڈلیاں دیوتاؤں کی تعریف میں بھجن گاتی اور گھنٹے اور ناقوس بجاتی ہوئی میلہ میں گشت لگا رہی تھیں۔ بڑے بڑے ذی شوکت پہلوان اور سلطنتِ بابل کے ذی مرتبہ اور صاحبِ اقتدار حاکم پتھر کی مورتیوں کے سامنے جو ناک پر سے مکھی تک اڑانے کی طاقت نہ رکھتی تھیں۔ ذلت و رسوائی کے مجسمے بن بن کر گر رہے تھے۔ حتیٰ کہ اُس زمانہ کا مغرور ترین انسان نمرود بھی جس کے دربار میں اللہ کے سینکڑوں بندے ہر وقت سربسجود رہتے تھے۔ ہیکل کے اُن بے جان اور بے حس مخلوق خداوندوں کے آگے عقیدت و نیاز مندی کا خراج پیش کرنے کے لئے دست بستہ کھڑا عقلِ سلیم کی ہنسی اڑا رہا تھا۔

اس سارے مجمع میں صرف ایک خوش رو نوجوان انسان کی نادانی اور نافہمی پر ماتم کرتا نظر آتا تھا۔ جو اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ عقل و ہوش رکھنے کے باوجود کیوں تمہارے سر پھر گئے ہیں؟ تم کیوں ایسے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتے

ہیں اور نہ تمہارے نقصان پر قادر ہیں ؟ نادانو ! تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا کہ تم ایسے معبودوں کو پکارتے ہو - جو نہ تمہاری آواز سن سکتے ہیں اور نہ تمہیں نفیاً یا اثباتاً کسی قسم کا جواب دے سکتے ہیں - ذرا ہوش و حواس سے کام لے کر غور کرو - اور دیکھو - کہ پتھر کی یہ مورتیں اور مٹی کے یہ ڈھانچے جنہیں تم ہر وقت گھیرے رہتے ہو تمہارے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں ؟

خوش رو نوجوان کی یہ باتیں سننے کے لئے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو رہے تھے - اور اس کے نئے پیغام پر جو انہوں نے اس سے قبل کسی بوڑھے سے بوڑھے کاہن اور ستارہ شناس سے بھی نہ سنا تھا حیرت و استعجاب کا اظہار کر رہے تھے - آخر ہجوم کے چند آدمیوں نے اس نوجوان سے سوال کیا :- "آذر کے بیٹے ! تم اس قسم کی باتیں اپنے دل سے کہہ رہے ہو یا ہم سے اور ہمارے دیوتاؤں سے دل لگی اور مذاق کرتے ہو" اس پر نوجوان کو طیش آ گیا - اس نے کہا کہ میں تمہاری عقلوں کا ماتم کر رہا ہوں - اور اپنے قلب سلیم کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچا دینے کا آرزومند ہوں - کہ میں تمہارے دیوتاؤں کا دشمن ہوں - میں نے دوستی

اور محبّت کا رشتہ اسی ایک ذات سے وابستہ کر دیا ہے۔ جس نے مجھے اور تمہیں پیدا کیا۔ جسے زندگی اور موت کی قدرت حاصل ہے۔ جو زمین اور آسمان اور ان کی ساری کائنات کا مالک و پروردگار ہے۔ نادان انسانو! میں تمہیں خدائے حقیقی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم نادانی اور نافہمی کی ان حرکتوں سے باز آجاؤ۔ جو تم سے بتوں اور مورتیوں کو پوجنے میں سرزد ہو رہی ہیں۔

نوجوان کی باتیں انسانوں کے اس ہجوم کے دلوں اور دماغوں میں گھر کر رہی تھیں۔ اور ان کی قوتِ فہم و ادراک اس کے استدلال کی قائل ہوئی جاتی تھی۔ بُت پرستوں کے گروہ ابراہیمؑ کی باتیں سُن کر لاجواب ہو جاتے۔ اور یہ کہہ کر کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو انہیں مورتیوں کے سامنے سر جھکاتے دیکھا ہے۔ اور ہم ان کے طریقہ کو چھوڑ کر تمہارے نئے خدا کو قبول نہیں کر سکتے نوجوان کیطرف سے منہ پھیر لیتے۔ اور اپنے ضمیروں کی آواز اور اپنی عقلوں کی پکار سے بے اعتنائی کا برتاؤ کرتے ہوئے ہیکل کی طرف چلے جاتے۔

غرض بت پرستوں کے اس قومی تیوہار میں نوجوان کی صدائے ایک

ہل چل ڈال رکھی تھی۔ لوگ جوق جوق اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے لئے آتے تھے۔ اور راستہ میں ابراہیمؑ کی محیر العقول باتیں سُن سُن کر اظہار استعجاب کرتے ہوئے چلے جاتے۔ بعض اس سے کچھ بحث کرنے لگتے۔ لیکن اکثر اس کی آواز کو درخور اعتنا خیال نہ کرتے۔ لوگوں کی اسی بھیڑ میں جو ہیکل سے اپنے دیوتاؤں کو ماتھا ٹیک کر واپس آرہی تھی۔ ملک کا فرمان فرما نمرود بھی اس ہجوم کے پاس سے ہو کر گذرا جو ابراہیمؑ سے کچھ بحث کر رہا تھا۔ لوگوں نے نمرود کی پالکی روک لی۔ اور اس سے شکایت کی۔ کہ صنم تراش آذر کا بیٹا ہمارے دیوتاؤں سے مذاق کرتا ہے۔ اور ہمیں ان کی پوجا سے منع کر رہا ہے۔ نمرود نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا۔ ابراہیمؑ ہجوم کو چیرتا ہؤا پالکی کے قریب پہنچا۔ نمرود نے لوگوں کی شکایت کے متعلق استفسار کیا۔ تو ابراہیمؑ نے نہائت بے باکی سے قلمرو بابل کے اس مغرور و سرکش فرمان فرما کے سامنے اپنے مشن کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور بتوں کی مذمت کرنے کے بعد نمرود کو بھی اسی وحدہٗ لاشریک لۂ کے سامنے سرِ نیاز جھکانے کی تلقین کی۔ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ نمرود نے ابراہیمؑ کا یہ پیغام سُن کر کہا۔ اگر ہمارے دیوتا کسی قسم کے نفع و نقصان پر قادر نہیں۔ تو

تمہیں اس خدا کی طاقت و قدرت بیان کرو جس کی عبادت کے لئے ہمیں تاکید کر رہے ہو۔" ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ" میں تمہیں اس خدا کی پرستش کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں جس نے ہم سب کو پیدا کیا۔ جو ہمیں زندہ رکھتا ہے اور جو ہمیں وقت مقررہ کے بعد مار ڈالتا ہے۔ میرے خدا کے حیطۂ اقتدار میں موت و حیات کی قوتیں ہیں۔" نمرود نے کہا کہ" اگر تمہارے خدا کا بڑے سے بڑا کمال یہی ہے تو میں اس پر ایمان لانے کے لئے طیار نہیں۔ کیونکہ انسانوں کی زندگی اور موت کے اختیارات تو مجھے بھی حاصل ہیں۔ میں جسے چاہوں زندہ رکھوں اور جسے چاہوں بیک اشارۂ چشم موت کے گھاٹ اتار دوں۔" ابراہیمؑ نے نمرود کے اس بودے استدلال پر چمک کر جواب دیا یہ صرف یہی نہیں۔ میرا خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ زمین و آسمان اور ان کی کل کائنات اسی کی قدرت و طاقت کے بل پر قائم ہے۔ میرا خدا سورج کو ہر روز پورب کی سمت سے نکالتا ہے۔ اگر تم ایسے ہی با اقتدار ہو تو ذرا اسی آفتاب کو کسی روز پچھم کی طرف سے تو نکال کر دکھاؤ۔"

نمرود نوجوان کا یہ استدلال سن کر اور اس کی بے باکی اور جسارت دیکھ کر بھونچکا سا رہ گیا۔ اسے ابراہیمؑ کی اس برہانِ قاطع کا کوئی جواب

بن نہ پڑا - اس نے کہاروں کو چلنے کا اشارہ کیا - اور کچھ اس انداز سے کہ وہ نوجوان کی باتوں کو چنداں قابلِ التفات نہیں سمجھتا - آگے روانہ ہوگیا ٭

جہان کو روشن کرنے والا آفتاب دن بھر انسان کی نادانیوں کے مظاہر کو چشمِ عتاب سے دیکھتا ہوا اُفقِ مغرب میں روپوش ہوگیا - اور آسمان کے لاجوردی نقاب کے روزنوں سے روشن ستاروں نے جھانکنا شروع کیا -

اُرکے بُت پرست ابراہیمؑ کے ساتھ برابر کج بحثی کر رہے تھے - اور کہتے تھے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقے چھوڑ کر کس طرح ایک نوجوان کی باتوں پر یقین کرلیں - ابراہیمؑ بھی اپنی قوم کے لوگوں کو دن بھر تلقین کرنے کے بعد تکان محسوس کرنے لگا تھا - اُسے اُر کے باشندوں کی نارسائی فہم اور انکی ہٹ دھرمی پر افسوس ہو رہا تھا بلکہ غصہ آرہا تھا - اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا - اور یہ سوچ کر کہ رات کا عمل شروع ہوگیا ہے اور لوگ عنقریب اپنے اپنے گھروں کی راہ لیں گے - کہا "نادانو! اگر تم میری بات نہیں مانتے - اور خدائے برتر و توانا کے مقابلہ میں پتھر کی مورتیوں کو ترجیح دیتے ہو - تو میں بھی تمہارے پیٹھ پھیرنے کے بعد ان دیوتاؤں کو ایسا تماشا دکھاؤں گا جسے تم یاد ہی کروگے ٭

چند ساعتوں کے اندر اندر میلہ بکھر گیا۔ اور ہیکل جو آبادی سے بہت دُور واقع ہوئی تھی۔ دن بھر کی ہما ہمی کے بعد رات کی سنسان تاریکیوں میں غائب ہوگئی۔ ہیکل کے اندر اور باہر جہاں دن بھر دیوتاؤں کی پرستش کرنے والے انسانوں کا ایک بارونق ازدحام لگا ہوا تھا۔ ایک پُر ہیبت سناٹا چھا گیا۔ چاند جو آسمان کی نیلگوں چھت کو طے کرتا ہوا سر پر آ پہنچا تھا۔ گھور گھور کر نینوہ والوں کے ان دیوتاؤں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جن کے سامنے اشرف المخلوق انسان کی گردنیں جھکتی تھیں۔ رات کی سنسان خاموشیوں میں ایک شخص کندھے پر تبر اٹھائے ہیکل کے اندر داخل ہوا۔ دیوتاؤں کے سامنے مختلف قسم کے کھانوں، مٹھائیوں اور اکل و شرب کی دیگر نعمتوں کے دستر خوان بچھے ہوئے تھے۔ سونے اور چاندی کے ڈھیر ان کے سامنے پڑے تھے۔ ہیکل کے اندر داخل ہونے والے شخص نے پتھر کی اُن تمثیلوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "انسان کی نادانی تمہارے لئے بہترین کھانے چھوڑ گئی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان کھانوں کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور ان نعمتوں کی طرف اپنے ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ نینوہ اور بابل کے دیوتاؤ! تمہاری زبانوں کو کیا ہوگیا۔ تم میرے سوالات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

اِس غضب آلود گفتگو کے بعد اس شخص نے اپنا تبر اُٹھایا - اور پتھر کی مورتیوں کی تواضع شروع کر دی - تبر کی ضربیں زور زور سے بتوں کے سروں گردنوں کندھوں اور بازوؤں پر پڑ رہی تھیں - اور پتھر کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر دُنیا کے اوّلین بُت شکن کے قدموں میں گر رہے تھے - ایک ساعت کی پُرجوش محنتِ شاقہ کے بعد اس الوالعزم انسان نے ہیکل کی اس داخلی موجودات پر نگاہ ڈالی - تو اُس نے دیکھا کہ سنگ تراشی کے کمالات کی تمام تمثیلیں جو اپنے سامنے انسان کی گردنیں خم کرانے کا موجب تھیں خستہ حال اور برباد ہو چکی تھیں - چاندنی پہلے کی نسبت زیادہ شگفتہ ہو کر بُت شکن انسان کی ہمت پر تحسین و آفرین کے پھول برسا رہی تھی - ستارے چشمک زنی کر رہے تھے - ہیکل کی موجودات اپنی ذلت و رسوائی پر نادم نظر آتی تھی - اور کائنات اس وحدہٗ لا شریک لہٗ کے جلال و جبروت کے سامنے سربسجود ہو کر بُت شکن انسان کی اولوالعزمی کا کلمہ پڑھ رہی تھی +

اگلے روز صبح کا آفتاب اُر والوں کے ہزیمت خوردہ دیوتاؤں اور ہیکل کی شکستہ مورتیوں پر ہنسی اُڑاتا ہوا طلوع ہوا - صبح کے وقت پوجا پاٹھ کے لئے آنے والے پجاریوں نے اپنے دیوتاؤں کی خستہ حالی کو دیکھا - اور

آتش زیر پا ہو گئے ۔ مورتیوں کی شکست کی خبر بجلی کی سرعت رفتار کے ساتھ شہر بھر میں پھیل گئی ۔ اور انسانوں کا وہی ہجوم جو کل پتھر کے ان ٹکڑوں کی عظمت کے سامنے سرِ نیاز خم کر رہا تھا ۔ آج ان کی بربادی اور بے چارگی پر نوحہ خوانی کے لئے جمع ہو گیا ۔ بُت پرست اور اُن کے کاہن بہت غضبناک ہو رہے تھے ۔ اژدہام میں ایک ہیجان کا عالم تھا ۔ آتشِ غیظ و غضب سے مشتعل ہونے والے صابی اپنے دیوتاؤں کی یہ توہین دیکھ کر آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے ۔ صنم پرستوں کے درمیان طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں ۔ اور لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم نے کل اور اس سے پیشتر آذر کے بیٹے ابراہیمؑ کو ان بتوں کی شان میں مکروہ اور گستاخانہ کلمات کہتے سُنا ہے ۔ دیوتاؤں کی توہین کا یہ ارتکاب اسی نوجوان کا کام معلوم ہوتا ہے ۔

بعض لوگ ابراہیمؑ کو پکڑ کر موقع واردات پر لے آئے ۔ ہیکل کے پجاریوں اور سلطنت کے ارکان نے اس سے باز پرس شروع کر دی ۔ ابراہیمؑ نے غضبناک لوگوں کے اس اژدہام کثیر میں کھڑے ہو کر ٹوٹے ہوئے بتوں اور شکستہ مورتیوں کی طرف اشارہ کیا اور نہایت بے باکی سے بآوازِ بلند کہا ۔ "پتھر کے یہ ٹکڑے تمہارے دیوتا ہیں ۔ تم انہیں بڑی بڑی طاقتوں اور قوتوں کا

سرچشمہ خیال کرتے ہو۔ ذرا ان ہی سے پوچھ لو۔ کہ کس بت شکن کے تبر نے ان کا اقتدار ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ان کی عظمت خاک میں مِلادی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تمہارے یہ دیوتا رات کی تاریکیوں میں چڑھاوے کی قابوں پر آپس میں لڑ گئے ہوں۔ اور بڑے بُت نے اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر چھوٹے بتوں کا یہ حال کر دیا ہو۔ ذرا ان سے استفسار تو کرو۔ اور دیکھو یہ کیا جواب دیتے ہیں ؟"

ابراہیمؑ کی یہ باتیں سُن کر اُر والوں کے ارباب اقتدار کی نظریں جھک گئیں۔ وہ دِل ہی دِل میں اپنے دیوتاؤں کی بے چارگی پر نادم ہونے لگے۔ اور انہیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ بُت محض مٹی کے کھلونے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ" تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ ہمارے دیوتا بول نہیں سکتے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ان میں آپس میں لڑنے یا کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں۔ پھر تم کسطرح کہتے ہو کہ ہمارے دیوتاؤں کی توہین کا ارتکاب بڑے بُت نے کیا ہے۔ اور اس فعل کی ذمہ داری کسی انسان پر عائد نہیں ہوتی۔"

اُر والوں کا یہ جواب سُن کر ابراہیمؑ کا چہرہ فرطِ جوش سے تمتما اٹھا۔ اس نے ہجوم سے مخاطب ہو کر کہا۔" میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ تمہارے دیوتا کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں۔ اور نہ کسی قسم کا نقصان پہنچا سکتے

ہیں۔ جب ان میں اتنی طاقت بھی نہیں۔ کہ آپس میں ایک دوسرے کا کچھ بگاڑ سکیں۔ تو تم جوان مورتیوں کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو۔ کیوں ان کے غیر معمولی اقتدار کے قائل ہو؟ کیوں ان سے ڈرتے ہو؟ کیوں ان سے مُرادیں مانگتے ہو؟ کیوں اپنی گردنیں پتھروں کے سامنے جھکاتے ہو؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا۔ کیوں تم ہدایت کی سیدھی راہ پر گامزن نہیں ہوتے اور اس خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے جو اقتدارِ کلّی کا مالک ہے "

ابراہیمؑ کی اس تقریر نے اُر والوں کو لاجواب کر دیا۔ اس کے عملی استدلال کی بجلی ان کے دِل و دماغ پر گری۔ جس نے ان کے خرمنِ ادراک کو جلا ڈالا وہ اپنے دلوں میں بہت خفیف اور نادم ہوئے۔ لیکن قائل ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے پیغام پر ایمان لانے کے بجائے ان کے افلاسِ تعقل نے انہیں اور بھی برافروختہ کر دیا۔ ہجوم کی طرف سے دیوتاؤں کی توہین کے انتقام کا مطالبہ ہونے لگا۔ اُر کے بُت پرست کہنے لگے۔ کہ ہم ابراہیمؑ کو سنگسار کر دیں گے اسے جلتی ہوئی آگ کے تنور میں پھینکیں گے۔ ہم اپنے دیوتاؤں کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقوں کو ایک نوجوان کے استدلال کے سامنے پامال ہوتا دیکھنا گوارا نہ کریں گے؟

کاہنوں اور سلطنت کے با اقتدار لوگوں نے مشورہ کیا۔ اور مشتعل ہجوم کے سامنے اعلان کر دیا۔ کہ ابراہیمؑ کو قوانینِ ملکی کی اشد شدید سزا دی جائیگی وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے تنور میں ڈالا جائے گا۔ اس طرح اس سے دیوتاؤں کی توہین کا انتقام لیا جائے گا۔

کاہنوں نے لوگوں کو ایک بہت بڑی بھٹی تعمیر کرنے اور اس میں ایندھن جمع کرنے کا حکم دے دیا۔ اور کہہ دیا کہ جو شخص اس بُت شکن کے جلانے کے لئے مسالہ کی فراہمی میں حصّہ لے گا۔ اس سے دیوتا بہت خوش ہونگے۔ چند روز کے اندر اندر پختہ اینٹوں اور پتھروں کی ایک بہت بڑی بھٹی تعمیر ہو گئی۔ جس کے اندر ہزاروں من ایندھن بھر دیا گیا۔ تعزیر کے دن اس بھٹی کے پاس نینوہ والوں کا ایک عظیم الشان میلہ لگا۔ اور ابراہیمؑ کو بھٹی کے اندر پھینک کر تیل میں ڈوبے ہوئے ایندھن کو آگ لگا دی گئی۔

چند لمحہ کے اندر بھٹی کی آگ پورے زور کے ساتھ بھڑک اٹھی شعلوں کی لپیٹ آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ فضا میں دھوئیں کے بادل چھا گئے۔ آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ اس لئے اُر والے بُت شکن کے جلانے کا پورا انتظام کر کے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ کائناتِ ارضی کو رات کے عمل نے آ گھیرا۔

رات کے دَوران میں قدرت کی مختلف قوتیں بر سرِ کار رہیں ۔ زلزلہ کے جھٹکوں ۔ آندھی اور بارش کے طوفانوں، رعد اور برق کی نیرنگیوں نے اُر والوں کو اپنے گھروں سے سر نکالنے کا موقع نہ دیا ۔

دوسرے دِن کا آفتاب طلوع ہُوا تو اُر کے لوگ بھٹی کی آگ کا تماشا دیکھنے کے لئے اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ۔ لیکن اس میدان میں جہاں انہوں نے دیوتاؤں کی توہین کرنے والے بُت شکن کے لئے جہنم تیار کی تھی سبزے کی شادابی اور شگفتگی کے سِوا اور کچھ نظر نہ آیا ۔ نمرود کے پیادے دریافتِ حالات کے لئے بھاگے ہوئے گئے ۔ تو انہوں نے دیکھا ۔ کہ ابراہیمؑ پھولوں کے ایک خیابان میں سر بسجود ہو کر قادرِ مطلق کی برتری اور توانائی کا اعتراف کر رہے ہیں ۔ درختوں کی شاخوں پر چہچہانے والے پرند تسبیح میں مشغول ہیں ۔ اور کائنات زبانِ حال سے پکار پکار کر اس عظیم الشان پیشگوئی کا اظہار کر رہی ہے ۔ کہ مسلکِ ابراھیمی دُنیا بھر کے صنم خانے تباہ و برباد کر کے انسان کی بدعقیدتی کے جہنم کدوں کو ایمان کے گلزاروں میں تبدیل کر کے چھوڑے گا ۔

تعمیر کعبہ

جس میں

بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت

اسمٰعیلؑ نے خانۂ کعبہ کس طرح تعمیر کیا تھا؟

نذر

حضرت ہاجرہ علیہا السلام

تعمیر کعبہ

سائرہ کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ نوّے سال کی عمر میں اس کا دامنِ امید گلہائے مراد سے مالا مال ہو جائے گا۔ اور وہ اپنی گود کے مولودِ مسعود سے شوہر صد سالہ کی بوڑھی کمر مضبوط کرنے کا سامان مہیا کر سکے گی۔ تاہم اس نے ابراہیمؑ کو دوسری شادی کر کے اولاد حاصل کرنے اجازت دیتے وقت یہ پختہ وعدہ لے لیا تھا۔ کہ ہاجرہ اور ہاجرہ کی اولاد اس کی تابع فرمان رہے گی۔ فطرتِ نسوانی کے اس اقتضا سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اسحاق کی پیدائش کے بعد سائرہ کے دِل میں ہاجرہ کے بیٹے اسمٰعیلؑ کے لئے وہ محبت و شفقت قائم نہ رہتی جو اُسے اُولاد کی طرف سے مایوس ہونے کی صورت میں تھی۔ لیکن سائرہ کا یہ مطالبہ یقیناً حدِ اعتدال سے متجاوز تھا کہ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ دونوں اپنے خداوندِ مجازی کی چھت کے نیچے نہ رہیں اور اتنی دُور چلے جائیں۔ کہ سائرہ اُن کی صورت دیکھنی تو درکنار ان کی خبر تک بھی سننے نہ پائے۔

ابراہیمؑ سخت کشمکش میں مبتلا تھے۔ایک طرف انہیں سارہ کی نازک طبیعت کا خیال آتا تھا۔جو آج تک کسی قسم کے سخت الفاظ کی متحمل نہ ہوئی تھی۔ دوسری جانب انہیں اور ان کی دوسری بیوی ہاجرہ کو اپنا وہ مقدس وعدہ بھی یاد آرہا تھا۔جو دونوں نے شادی کے موقع پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر سارہ کے ساتھ کیا تھا۔کہ ہاجرہ اور اس کی اولاد سارہ کی تابع فرمان رہے گی۔غرض سارہ کے اس مطالبہ نے بھرے گھر کو عجیب پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا اور ابراہیمؑ اپنی بیوی کی یہ تڑپاہٹ دیکھ دیکھ کر ایک عجیب کشمکش میں تھے وہ جانتے تھے کہ سارہ کا یہ مطالبہ سراسر ناجائز ہے۔تاہم وہ اس وعدہ کی بنا پر جو اس نے اپنے شوہر اور اس کی دوسری بیوی سے لے رکھا تھا حق رکھتی تھی۔کہ ہاجرہ اور ہاجرہ کے بیٹے اسمعیلؑ کو اپنے حسب منشاء عمل پیرا ہونے پر مجبور کرے اور چاہے انہیں ابراہیمؑ کے گھر میں رہنے دے چاہے نکال دے۔

ابراہیمؑ اپنی بیوی کو اس قدر سخت مطالبہ سے باز رہنے اور رحم و نرمی سے کام لینے کی تلقین کر رہے تھے۔لیکن سارہ کہاں ماننے والی تھی ابراہیمؑ کی طرف سے اس نادری حکم کو جامۂ عمل پہنانے میں جسقدر تاخیر یا تساہل

ہوتا تھا۔ سائرہ کے غصّے کا پارہ اور بھی بلند ہو رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر صبر و شکر اور تسلیم و رضا کی تپلی ہاجرہ سے نہ رہا گیا۔ اُس نے جی کڑا کر کے اپنے محبوب شوہر سے کہا کہ سائرہ کے حکم کی تعمیل لابدی ہے۔ آپ انہیں زیادہ خفا نہ کریں میں اپنی بڑی بہن اور مربیہ کی خوشنودی کی خاطر کہیں دُور چلی جاؤں گی۔ اور محنت و مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالوں گی۔

ہاجرہ نے اپنے اور اپنے شوہر کے قول کا پاس کرتے ہوئے شوہر کے گھر کو خیرباد کہنے کی تیاری کر لی اور ابراہیمؑ نے جو حوادث روزگار کی ہیبیوں نیرنگیاں دیکھ چکے تھے۔ اور ہر نئی مصیبت اور ہر نئے ابتلا کو اپنے خالق و مالک کا نیا امتحان تصوّر کر کے تسلیم و رضا کی گردن خم کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ باچشم پُرنم ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو اس محیط اور حادی طاقت کے سپرد کر دیا۔ جو انسان و حیوان کی زندگی کی محافظ اور اس کے رزق کی کفیل ہے۔ ہاجرہ کنعان سے نکل کھڑی ہوئی اور اس مختصر سے زادِ راہ کے ساتھ جو سائرہ نے اُسے ساتھ لانے کی اجازت دے دی تھی۔ کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئی۔

ایک روز ہاجرہ عرب کے ریگستان میں سفر کر رہی تھی کہ اسمٰعیلؑ نے پانی

مانگا۔ ہاجرہ نے مشکیزہ دیکھا تو خالی ہوچکا تھا۔ لق و دق بیابان میں جہاں دُور دُور تک انسان تو کیا چرند و پرند کے آثار بھی نظر نہ آتے تھے۔ چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ تو کسی طرف نخلستان یا سرسبزی کا نشان تک دکھائی نہ دیا۔ جو پانی کی موجودگی پر شاہد ہوتا۔ ماں اپنے اکلوتے جگر بند کو تسلیاں دیتی ہوئی کوہستان کیطرف سے چلی جس کی سیاہ چوٹیاں نظروں کے سامنے آفتاب کی تیز شعاعوں کے باعث چمک رہی تھیں۔ صحرائے عرب کی دھوپ اور ریگستان کی سموم ہاجرہ کے دل کی کلی پژمردہ کرنے کے لئے غیر معمولی شدّت دکھا رہی تھی پہاڑ کے دامن تک پہنچتے پہنچتے اسمعیلؑ بیکل ہوگیا۔ اس کی ٹانگوں نے چلنے سے جواب دے دیا۔ اور وہ چکر کھا کر اس سنگلاخ قطعۂ زمین پر گر پڑا جسمیں برگ و گیاہ کا نام تک نہ تھا۔

ماں نے اپنے جگر بند کے اوپر دوپٹے کا سایہ کر دیا۔ اور خود برہنہ سر ایک پہاڑی کی طرف دوڑی۔ تاکہ اس کے دامن میں کوئی کنواں یا چشمہ تلاش کرے اور اپنے دلبند کے لئے جو پیاس کے مارے بیہوش ہو رہا تھا آبِ حیات لائے۔

ہاجرہ ہانپتی ہوئی ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئی۔ جہاں سے اُس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ لیکن کہیں پانی کا نشان نظر نہ آیا۔ وہاں سے

دوڑتی ہوئی اتری - اور دوسری پہاڑی کی طرف گئی - جو تیر کی زد کے فاصلہ
پر سامنے نظر آ رہی تھی - وہاں بھی پانی کا کوئی نشان نہ ملا - وہ اپنے بچے کی
حالت کا خیال کر کے خوفزدہ ہو رہی تھی - سراسیمگی کی حالت میں ادھر ادھر بھاگتی
پھرتی تھی - واہمہ کی فریب کاریاں اُسے ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر
لے جاتیں - چنانچہ ہاجرہ نے اسی بدحواسی میں صفا اور مروہ کے درمیان سات
چکر کاٹے لیکن پانی کا نشان نہ ملنا تھا نہ ملا - تھک کر چُور ہو گئی تو اپنے دلبند
کو دیکھنے کے لئے مڑی - اسمٰعیلؑ دوپٹے کے سائے میں پڑا جان کنی کی مصیبتوں
میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا - قریب گئی - تو پاس ہی شیریں پانی کا ایک چشمہ نظر
آیا جو اس سنگلاخ زمین کے سینے سے اس طرح پھوٹ رہا تھا جیسے کسی سنگدل
شخص کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ہوں - گویا ہاجرہ کی بیکسی دیکھ کر کائنات
کا دل بھی پگھلنے لگا تھا - اور پتھر کی آنکھ بھی پُر آب ہو گئی تھی - ہاجرہؑ نے
اسمٰعیلؑ کے منہ میں شیریں پانی کی بوندیں ٹپکائیں - بچےؑ کے رگ و ریشہ میں
تازگی آنے لگی - اور کچھ عرصہ کے بعد اُس نے آنکھیں کھول دیں +

ہاجرہ کو اس شیریں چشمہ کا پانی ایسا پسند آیا - کہ وہ اسی کے قریب ٹھہر
گئی - تاکہ راستہ چلنے والوں اور بھولے بھٹکے مُسافروں کو پانی پلانے کی خدمت

انجام دے سکے۔ یہ مقام جہاں ہاجرہ کو پانی کا ایک چشمہ مل گیا تھا شام سے ملک سبا کو جانے والی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔ رہ روؤں اور تجارتی قافلوں نے اس چشمہ کی دریافت کو اسمٰعیل کی برکت پر محمول کرتے ہوئے نعمتِ غیر مترقبہ تصور کیا۔ اور لوگ ہاجرہ کو پانی کا محصول ادا کرنے لگے۔ اس طرح ہاجرہ اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کی گذر اوقات کا قدرتی سامان مہیا ہو گیا۔ انہیں مسافروں اور قافلے والوں کی معرفت اسی وادیٔ غیر ذی زرع میں میٹھے میٹھے کھجوریں اور کئی قسم کے دوسرے پھل ملنے لگے۔ دونوں ایک مختصر سا جھونپڑا بنا کر صفا اور مروہ کے دامن میں چشمہ کے قریب رہنے سہنے لگے۔

چند سال یونہی گذر گئے۔ اور سارہ اپنے شوہر کے سامنے ہاجرہ اور اسمٰعیل کی غربت پر اظہارِ تاسف و معذرت کرتی ہوئی دوسری دنیا میں چل بسی۔ ابراہیم اپنے جدِّ امجد یعنی آدم علیہ السلام کے مقدس معبد کی تلاش میں نکلے۔ کئی دن کے سفر کے بعد ابراہیم کی سانڈنی صفا اور مروہ کے درمیان ہاجرہ اور اسمٰعیل کے جھونپڑے کے قریب آکر خود بخود ٹھہر گئی۔

ابراہیم نے سواری سے اتر کر ان ٹوٹے پھوٹے پتھروں پر غور کی

نگاہیں ڈالیں۔ جن کے قریب ناقہ خود بخود ٹھہر گیا تھا۔ دیکھا کہ عمارت کے کچھ آثار موجود ہیں۔ عقلِ سلیم نے ابراہیم علیہ السلام کی رہنمائی کی۔ جبریلِ امین نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہی وہ مقدس معبد ہے جسے سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سرِ نیاز جھکا دیا۔ اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ تسبیح و تقدیسِ باری تعالیٰ سے فارغ ہو کر سر اٹھایا۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ کہ اُن کی فدا کار بیوی ہاجرہؑ اور اس کا اکلوتا دلبند اسمعیلؑ بھی اس سجدۂ نیاز میں جو انہوں نے خدا کا پہلا گھر ملنے پر ادا کیا تھا۔ ان کے ساتھ شریک تھے۔

باپ اور بیٹا۔ بیوی اور شوہر اس ملاقات پر بہت خوش ہوئے۔ اور ابراھیم علیہ السلام بھی اسی چشمہ کے قریب مقیم ہو گئے۔ جس کی نگہبانی اسمٰعیل کیا کرتے تھے۔

چند روز کے بعد ابراھیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے آدمؑ کے معبد کی از سرِ نو تعمیر شروع کر دی۔ اس مقدس گھر کی بنیادیں اٹھانے کے وقت دونوں معماروں نے اپنے خالق و پروردگار سے یہ دعا کی :۔

"پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول کر لے۔ بیشک تو ہی التجاؤں

کا سُننے والا اور نیتّوں کا جاننے والا ہے۔ پروردگارا ہم کو اپنا بندۂ فرمانبردار بنائے رکھ۔ اور ہماری نسل سے ایسی امّت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا۔ اور ہمارے قصوروں سے درگذر کر۔ بیشک تو ہی رحم کرنے والا اور درگذر کرنے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگارا! ہماری نسل کے لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجنا جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اُنہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ ان کے قلوب کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو ہی با اختیار اور صاحب تدبیر ہے"

دُنیا جانتی ہے۔ کہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی دعا کس شان کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی۔ اگر یقین نہ ہو تو حج کے موقعہ پر عرب میں جا کر دیکھ لو۔ جہاں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے انسانوں کے ہجوم خدا کے اس گھر کی زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں جسے ابراھیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے تعمیر کیا تھا۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ کر اس مبارک ساعت کو یاد کرتے ہیں جس میں ہاجرہ نے کامل سعی و جہد کے بعد چاہِ زمزم کو پایا تھا۔

قربانی کی پہلی عید

جس میں

حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کی قربانی

کا واقعہ درج ہے

نذر

حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

قربانی کی پہلی عید

آج سے ہزارہا سال پیشتر ریگستانِ عرب کے بادیہ نشین نے عالمِ رؤیا میں دیکھا۔ کہ وہ اپنے اکلوتے لختِ جگر کے گلے پر چھری پھیر رہا ہے۔ وہ خدا کا ایک مقبول و برگزیدہ بندہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ میرا پروردگار اپنے بندے سے کسی قربانی کا طلبگار ہے۔ چنانچہ اس نے صبح اُٹھکر اونٹوں کا ایک گلہ ذبح کیا۔ اور گوشت مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔

دوسری رات پھر اس نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے مالکِ حقیقی کی قربانگاہ پر اپنے اکلوتے دلبند کو لئے کھڑا ہے۔ اس کے خواب ہمیشہ سچے ہوا کرتے تھے۔ اس نے خیال کیا۔ کہ میرا مولا مجھ سے مزید قربانیوں کا طالب ہے۔ اس لئے صبح اٹھ کر اس نے اونٹوں کا ایک اور گلہ ذبح

کر ڈالا اور گوشت بھوکے مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔

تیسری شب پھر اس نے عالمِ رؤیا میں یہی ماجرا دیکھا۔ اور اپنے پروردگار کی آواز سُنی۔ کہ ہم تیرے بیٹے اسمٰعیلؑ کی قربانی چاہتے ہیں۔ خدا کا یہ برگزیدہ بندہ اس آواز کو سُنتے ہی بستر سے اُٹھ بیٹھا۔ اور سب سے پہلے اُس نے اپنے مولا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور گزشتہ دو دِن کی اجتہادی لغزش پر معافی مانگی۔

صبح ہوئی تو اُس نے اونٹوں بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں کی طرف سے مُنہ موڑ لیا۔ اور اپنے دلبند سے مخاطب ہو کر کہا کہ "میرے مولا نے تمہیں اپنے پاس بلایا ہے۔ اور میں تمہیں اللہ کی راہ میں قربان کرنے والا ہوں"۔

ننھے بچّے کو اپنے پروردگار اور اپنے باپ کی دوستی کا علم تھا وہ اس بلاوے پر بہت خوش ہوا۔ اس کے رخسار خدا کی راہ میں قربان ہونے کی خوشی سے تمتما اُٹھے۔

خدا کے اس برگزیدہ بندے کی سعادتمند بیوی کو بھی اپنے شوہر اور اپنے خدا کے دوستانہ رشتہ کا علم تھا۔ جب اُس نے باپ اور بیٹے کی

اس خوشی کا ماجرا سُنا۔ تو وہ بھی قربانی کی یہ نئی عید منانے میں اُن کے ساتھ شریک ہو گئی۔

صحرا نشینوں کے گھر عید منائی جانے لگی۔ اور شوہر بیوی اور اُن کا اکلوتا بیٹا تینوں اس نرالی قربانی کے لئے اپنی اپنی جگہ پر طیاری کرنے لگے۔

ماں نے اپنے لختِ جگر کو نہلایا۔ اسے نئے کپڑے پہنائے۔ آنکھوں میں کاجل لگایا۔ اور رومال پر خوشبو چھڑک دی۔ کیونکہ وہ اپنے اور اپنے باپ کے دوست کے ہاں مہمان جا رہا تھا۔

باپ نے چھری ہاتھ میں لی۔ اور ایک سیاہ پتھر پر گھسنے لگا۔ تاکہ اس کی دھار زیادہ تیز ہو جائے۔ اور بیٹے کی قربانی کا کام جلد انجام کو پہنچے۔

ماں نے اپنے لختِ دل کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ باپ اور بیٹا قربان گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بیٹے کو اپنے باپ کی بہ نسبت اس عید کی زیادہ خوشی تھی۔ اور اس کے پرشوق قدم بڑی تیزی سے قربان گاہ کی طرف اٹھ رہے تھے۔

راستہ میں ان باپ بیٹوں کو ایک شیطان ملا۔ جس نے انہیں ورغلانے کی کوشش کی۔ دونوں نے اس پر پتھر اور کنکر پھینکے۔ اور وہ خوار ہو کر بھاگ گیا۔

شیطان نے اسمٰعیلؑ کی ماں کو بھی بہکانے کی کوشش کی۔ اور اس سے کہا تمہارا شوہر دیوانہ ہو گیا ہے۔ جو محض ایک خواب کی بنا پر بیٹے کے گلے پر چھری پھیرنے والا ہے۔ اسمٰعیلؑ کی ماں نے بھی بہکانے والے شیطان پر پتھر پھینکے۔ اور وہ خوار ہو کر بھاگ گیا۔

قربان گاہ میں پہنچ کر بیٹے نے ربّ جلّ و علیٰ کی بارگاہ میں گردنِ تسلیم خم کر دی۔ باپ نے چھری گلے پر رکھ دی۔ شفقت پدری نے آنکھوں پر پٹی باندھی۔ زبان پر تکبیر جاری ہو گئی۔ دِل خدا کی تقدیس و تمجید کرنے لگا۔ اور ابراہیمؑ کی روح پکار اُٹھی:۔

"میری نماز۔ میرا طریق۔ میری موت اور میری حیات اللہ کی راہ میں قربان ہوں۔ جو کئی جہانوں کا پالنے والا ہے۔ مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ اور میں حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں سب سے پیش پیش ہوں۔"

ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ کو جنبش ہوئی۔ اور ملائے اعلٰے پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے والے فرشتوں کی زبان سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ کی تسبیح جاری ہو گئی۔ جس نے فضائے آسمانی میں ایک لامتناہی گونج پیدا کر دی۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دلبند کی خون آلود نعش کا نظارہ کرنے کے لئے آنکھیں کھولیں تو نقشہ بدلا ہوا تھا۔ چھری ایک دنبے کی گردن پر چل چکی تھی۔ اور اسمٰعیل وحی آسمانی کی انگلی تھامے مسکرا رہے تھے ان کا چہرہ نورِ نبوت سے روشن تھا۔

آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے نے کہا کہ اللہ تعالٰے کو تمہارے بچے کے خون، گوشت اور پوست کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تم سے تقوے کا طلبگار تھا۔ اور تم تقوے کے اس امتحان میں پورے اترے۔ تمہارے پروردگار نے قربانی کے لئے یہ دنبہ بھیجا ہے۔ اور میں تمہیں تمہاری بیوی اور تمہارے ہونہار بچے کو اللہ کی رضا کا پیغام دینے کے لئے آیا ہوں۔

باپ اور بیٹے نے مالک کی رضا کا مژدہ سُن کر سرِ نیاز جھکا دیا اور زمین و آسمان کی کل کائنات نے تکبیر و تہلیل کا ایک غلغلہ بلند کیا۔ سطحِ ارضی پر یہ پہلی عیدِ قربان تھی۔ جو خلیل اللہ کے گھر میں منائی گئی۔ اب اولادِ خلیلؑ کے گھروں میں ہر سال منائی جاتی ہے۔

برادر فروشی

جس میں

حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں

نذر

حضرت یعقوب علیہ السلام

برادر فروشی

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ یوسف ؑ کے ماتھے پر بچپنے ہی
سے اقبال اور طالع مندی کا ستارہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ
روشن تھا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کی فراستِ ایمانی پکار پکار کر
کہہ رہی تھی۔ کہ ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کی جو امانت اللہ تعالےٰ نے انہیں
ودیعت کر رکھی تھی۔ اس کے حامل اسی فرزندِ عزیز کے مضبوط دوش
ہوں گے۔ اور بس۔ شائد یہی وجہ تھی۔ کہ وہ یوسف ؑ کو اپنے دوسرے
بیٹوں کی بہ نسبت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور اُن کی حفاظت اور پرداخت
میں معمول سے زیادہ انہماک سے کام لیتے تھے۔ یوسف ؑ کے بھائیوں
کو اپنے باپ کی نظروں میں اس کا یوں منظورِ نظر ہونا ایک آنکھ نہ بھاتا

تھا۔ اور فطرت انسانی کے قابیلی خصائص یعقوب علیہ السلام کے اُن دسوں بیٹوں کے دلوں میں پوری شدت کے ساتھ بیدار ہو چکے تھے۔ جو ماں کی طرف سے یوسفؑ کے حقیقی بھائی نہ تھے۔

یوسفؑ نے ایک چاندنی رات میں خواب دیکھا کہ وہ خود ایک نہایت بیش قیمت تخت پر بیٹھا ہے۔ اور آفتاب و ماہتاب گیارہ روشن ستاروں کی معیت میں اس کے سامنے سجدۂ تعظیمی ادا کر رہے ہیں۔ یوسفؑ نے خواب کا ماجرا اپنے باپ سے کہہ سنایا۔ باپ کو یقین ہو گیا کہ ہونہار یوسفؑ بڑا ہو کر نبوت و خلافت کے منصب پر سرفراز ہونے والا ہے۔ اور اس کے جاہ و جلال کے سامنے اس کے ماں باپ اور اس کے بھائیوں کی گردنیں جھکنے والی ہیں۔ باپ نے بیٹے کو اس کی آئندہ اقبال مندی کی بشارت دی اور کہا۔ کہ اپنا خواب کہیں بھائیوں سے نہ کہہ دینا۔ کیونکہ وہ تمہارے پہلے ہی سے حاسد اور بدخواہ ہیں۔

یوسفؑ کے اس حیرت انگیز خواب کی بھنک کسی نہ کسی طرح اس کے بھائیوں کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ اور انہیں خواب کی وہ تعبیر جو یعقوب علیہ السلام نے بیان کی تھی بہت ناگوار گزری۔ چنانچہ

انہوں نے حسد کی آگ سے مشتعل ہو کر فیصلہ کر لیا کہ یوسفؑ کا کام ہی تمام کر دیا جائے۔ تاکہ اُن کا باپ پھر انہیں شفقت و محبت کی اُنہی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ جو یوسف علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کی طرف مبذول ہوتی تھیں۔

ایک روز یوسفؑ کے بھائی کھیل اور شکار کے بہانہ سے پوری حفاظت کی ذمہ داری لے کر یوسفؑ کو جنگل میں لے گئے۔ اگرچہ باپ کے دل کو اپنا عزیز فرزند بھائیوں کی تحویل میں دیتے وقت پورا اطمینان نہ تھا۔ تاہم اسے اپنے بیٹوں پر شبہ نہ ہوا۔ اور اُس نے یوسف علیہ السّلام کو بھائیوں کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

یعقوبؑ کے فرزند یوسفؑ کو ساتھ لے کر آبادی سے بہت دُور جنگل میں نکل گئے۔ اور یوسفؑ کو باپ کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دینے کی تدابیر سوچنے لگے۔ کسی نے قتل کا مشورہ دیا۔ کسی نے درخت سے باندھ کر تنہا چھوڑ جانے کی تدبیر بتائی۔ کوئی اسے بھیڑیوں اور درندوں کے غار میں پھینکنے کی صلاح دینے لگا۔ بالآخر سب کی رائے قرار پائی۔ کہ یوسفؑ کو بیابان کے کسی اندھے کنوئیں

میں دھکیل دیا جائے - جہاں سانپ اور بچھو اسے کاٹ کاٹ کر کھا جائیں گے یا وہ فاقوں کے مارے خود مر جائے گا ۔

غرض اسی جنگل میں ایک اندھا کنواں تلاش کیا گیا - اور باپ کی متاعِ عزیز کو بیٹوں نے اس میں ڈال دیا - فرزندانِ انسان کی یہ شقاوت قلبی دیکھ کر کائناتِ عالم کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔

برادرانِ یوسفؑ نے اس کام سے فراغت پا کر ایک شکار مارا اور یوسف کے کرتے کو جو انہوں نے اس کے بدن سے اُتار لیا تھا اُس کے خون سے رنگین کر لیا - ازاں بعد سب بھائی بین و بکا کی مصنوعی ندائیں بلند کرتے ہوئے باپ کی طرف لوٹ گئے ۔

باپ صبح ہی سے یوسفِ گم گشتہ کا منتظر تھا - یوسفؑ کے بجائے اس کا رنگین کرتہ دیکھ کر یعقوبؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں اور شفیق القلب فرزندوں نے کہدیا - کہ یوسفؑ جنگل کے ایک بھیڑیئے کا شکار ہو گیا ہے - یعقوبؑ کی فراستِ ایمانی دیکھ رہی تھی - کہ اس کے سامنے انسان کی شکل میں دس بھیڑیئے کھڑے ہیں - جنہوں نے حسد کی بھوک مٹانے کے لئے اپنے بھائی کا خون نوش کیا ہے - باپ نے

اپنے ہونہار فرزند کی جدائی کا صدمہ پورے صبر اور رضا کے ساتھ برداشت کیا۔ لیکن اس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور یوسفؑ کی یاد اُسے رہ رہ کر ستانے لگی۔

اِدھر یعقوبؑ کے گھر میں یوسفؑ سے فرزند کے اس طرح گم ہو جانے پر حزن و ملال یکہ ماتم کی صفیں بچھ رہی تھیں اُدھر یوسفؑ اندھے کنوئیں میں پڑا اپنے پروردگار کو یاد کر رہا تھا۔ شام کے قریب تاجرانِ مصر کا ایک کاروان اس کنوئیں کے پاس اُترا۔ قافلہ والوں میں سے ایک شخص کنوئیں سے پانی کھینچنے کے لئے گیا۔ ڈول کنوئیں میں ڈالا تو یوسفؑ نے رسی پکڑ لی۔ پانی بھرنے والا شخص یوسفؑ کے چاند سے مکھڑے کو دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اور اسے سوداگری کا مال سمجھ کر قافلہ میں لے آیا۔

اگلے روز صبح سویرے یوسفؑ کا ایک بھائی جس کے دل میں رات کے وقت جذبہ رحم کے کچھ اثرات پیدا ہو گئے تھے۔ دریافتِ حال کے لئے کنوئیں پر گیا۔ اور یوسفؑ کو وہاں نہ پاکر قافلہ میں تلاش

کرنے لگا۔ یوسف بھائی کو دیکھ کر سہمی ہوئی آواز سے پکار اُٹھا۔ لیکن یوسف ؑ کی صُورت دیکھتے ہی فطرتِ انسانی کی قابیلی صفات بیدار ہو گئیں۔ اس نے بھائی کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اور کاروان سالار سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ لڑکا تو ہمارا غلام ہے۔ اور ہم اسے سزا دینے کے لئے اندھے کنوئیں میں ڈال گئے تھے۔ کاروان سالار نے یوسف ؑ کی طرف دیکھا جو مسترحمانہ نظروں سے بھائی کی صورت تک رہا تھا۔ آخر کچھ ردّ وکد کے بعد یوسف ؑ کے بھائی نے اُسے چند کھوٹے سکّوں کے معاوضہ میں کاروان سالار کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ کاروان اس متاعِ عزیز کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

سالہا سال گزر گئے۔ لیکن نہ تو صبح کو چلنے والی بادِ صبا نے مہجور باپ کے پژمُردہ دِل کی کلی شگفتہ کی۔ اور نہ شام کو چلنے والی نسیم یوسف ؑ کی کوئی خبر لائی۔ یعقوب ؑ کی فراستِ ایمانی کہہ رہی تھی۔ کہ یوسف ؑ زندہ ہے۔ اور کسی نہ کسی روز ضرور اس سے ملاقات ہو کر رہے گی۔ لیکن وقت گزرتا گیا۔ اور یوسف ؑ کی کوئی خبر نہ ملی۔ باپ کی "توپنیں

جُوں جُوں عمر کے باعث مضمحل ہوتی جاتی تھیں ۔ بیٹے کی یاد جوان ہو ہو کر تازہ ہو رہی تھی۔ یعقوبؑ کی یہ حالت ہو گئی ۔کہ وہ ہر ملاقاتی سے پہلا سوال یہی کرتا ۔ کہ مجھے میرے یوسفؑ کی کوئی خبر بتاؤ۔ دیارِ مصر کے کاروان اور مسافر آتے تھے ۔ لیکن کوئی یعقوبؑ کے دردِ مہجوری کی تسکین کا پیغام نہ سُنا سکتا تھا ۔

سالہا سال گزر گئے ۔ لیکن یوسفِؑ گم گشتہ کا سراغ کہیں نہ ملا۔ یعقوبؑ کے فرزند تجارتی مال لانے اور لے جانے کے لئے دُور دُور کے ملکوں کا سفر کرتے ۔ لیکن اُن کے دلوں سے یوسفؑ کی یاد محو ہو چکی تھی۔ برسوں کے بعد کنعان اور گرد و نواح کے دیگر ممالک کو قحط سالی نے آگھیرا۔ زمین نے غلہ پیدا کرنے سے انکار کر دیا ۔ آسمان نے زندگی اور تازگی بخشنے والا پانی برسانے سے جواب دے دیا۔ اور بندگانِ خدا قحط کی مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے ۔ تجار غلّہ لانے کے لئے دُور دُور کے ملکوں کا سفر کرتے لیکن قحط سالی ایسی عام ہو رہی تھی ۔ کہ ہر جگہ غلّہ کی مانگ پائی جاتی تھی۔ صرف مصر ایک ایسا ملک تھا ۔ جہاں پر غلّہ کے ذخائر افراط سے جمع تھے اور جہاں سے غیر ملکی تاجروں کو بھی کسی نہ کسی قیمت پر غلّہ دستیاب

ہو سکتا تھا۔ اولادِ یعقوبؑ قحط سالی کے صبر آزما دور میں بھوکوں مرنے لگی۔ آخر فرزندانِ اسرائیل نے مصر کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اور ایک قافلہ بنا کر ملکِ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

مصر کے دار السلطنت کی منڈیاں رونق پر تھیں۔ دیار و امصار کے تاجر غلّہ خریدنے کے لئے وہاں جمع ہو رہے تھے۔ اور ہر تاجر کو وہاں کے وزیر خزائن و ذخائر کی منظوری سے غلہ دیا جاتا تھا۔ فرزندانِ اسرائیل (یعقوبؑ) بھی وہاں پہنچے۔ انہوں نے بھی وہاں کے وزیر خزائن و ذخائر سے چند بارِ شتر غلّہ خریدنے کی منظوری حاصل کی۔ اور اونٹوں پر بوجھ لاد کر وطن کی طرف واپس لوٹے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ مصر کا وزیر خزائن و ذخائر ان کے ساتھ خاص تلطّف سے پیش آیا۔ اس نے فرزندانِ اسرائیل کی خوب دلجوئی کی اور چلتے وقت کہہ دیا۔ کہ آئندہ سفر میں تم اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لانا۔ میں تمہیں زیادہ غلّہ لے جانے کی اجازت دے دوں گا اور اپنے باپ سے میرا سلام کہنا۔ ان کا خیال تھا۔ کہ وزیر خزائن کے اس تلطّف کی وجہ محض یہ ہے کہ ہم پیغمبر کی اولاد ہیں۔

فرزندانِ یعقوب (علیہ السّلام) نے گھر پہنچکر اپنی اپنی بوریاں کھولیں تو انہیں یہ دیکھ کر اور بھی حیرت ہوئی۔ کہ مصر کی منڈی میں جو رقمیں انہوں نے غلّہ کی قیمت کے طور پر ادا کی تھیں وہ جُوں کی تُوں خورجیوں سے برآمد ہوئیں۔ انہوں نے مصر کے وزیر خزائن و ذخائر کی نیکدلی، فیاضی اور سخاوت کی بہت تعریف کی۔ اور اپنے باپ سے کہا۔ کہ ہم نے کبھی ایسا مہربان حاکم نہیں دیکھا۔ جو غیر ملکی تاجروں کے ساتھ اِس قدر لطف و کرم سے پیش آتا ہو۔

اگلے سال قحط سالی نے پھر زور پکڑا۔ اور فرزندانِ اسرائیل نے مصر کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اب کے اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ کیونکہ ہم مصر کے وزیر خزائن و ذخائر سے اس امر کا وعدہ کر چکے ہیں۔ کہ اگر ہم نے وعدہ پورا نہ کیا۔ تو وہ ہمیں جھوٹا خیال کرے گا۔ اور غلّہ لانے کی منظوری نہ دے گا۔ یعقوبؑ جو اس سے قبل یوسفؑ کے متعلق تلخ تجربہ کر چکے تھے بن یامین کو برادرانِ یوسفؑ کی حوالگی میں دیتے ہوئے ڈرتے تھے لیکن سب نے اپنے باپ کے سامنے قسمیں کھائیں۔ اور کہا کہ ہم یوسفؑ کے

اس بھائی کی پوری حفاظت کریں گے - اور اُسے ساتھ لے کر واپس آئیں گے - چونکہ غلہ اسی صورت میں مِل سکتا تھا کہ بن یامین بھائیوں کے ساتھ جائے - اس لئے یعقوبؑ نے بادلِ ناخواستہ سفر پر جانے کی منظوری دے دی -

فرزندانِ یعقوبؑ مصر کے دارالسلطنت میں دوبارہ داخل ہوئے غلہ خریدنے کی منظوری حاصل کرنے کے لئے وہاں کے وزیرِ خزائن و ذخائر سے ملے - منڈیوں کا حاکم اگرچہ پیغمبر کے سارے بیٹوں سے نہایت تلطف و مہربانی کے ساتھ پیش آیا - تاہم اس کے لطف و کرم کی بارش یعقوبؑ کے سب سے چھوٹے فرزند بن یامین پر خاص طور پر ہوتی تھی اور دورانِ قیامِ مصر میں بن یامین نے وزیرِ ذخائر سے ایک دو ملاقاتیں بھی کیں - بن یامین وزیرِ ذخائر کی نوازشاتِ خاص سے بہت شاداں نظر آتا تھا -

فرزندانِ اسرائیل اونٹوں کے بار لاد کر مصر کے دارالسلطنت سے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے - اور وزیرِ ذخائر کے خاص احسانات

کا تذکرہ کرنے لگے - ابھی شہر سے کچھ ہی دُور نکلے تھے - کہ سرکاری پیادوں نے پیچھے سے " ٹھہرو ٹھہرو " کی آوازیں دیں - اور فرزندانِ یعقوبؑ کے کاروان کو حکماً واپس جانے پر مجبور کر دیا - سب کے سب وزیر خزائن و ذخائر کی عدالت میں پیش کیے گئے - اور اُن سے پوچھا گیا - کہ تم میں سے کسی نے چاندی کا وہ کٹورا تو نہیں چرایا - جو دعوتِ خاص کے موقع پر پانی پینے کے لیے استعمال کیا گیا تھا - پیغمبر کے بیٹے حاکمِ مصر کا یہ الزام سُن کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے - آخر ان کے بار کھولے گئے - اور یکے بعد دیگرے ان کے سامان کی تلاشی ہونے لگی - بن یامین کے بار سے چاندی کا کٹورا برآمد ہوا - تو فرزندانِ یعقوب علیہ السلام کے حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی - انہوں نے کہا - کہ ہمارے دامن اس چوری سے بالکل پاک ہیں - اگر بن یامین نے چاندی کا کٹورا چرایا ہے - تو کوئی تعجب کی بات نہیں - کیونکہ اس کا ماں جایا بھائی یوسفؑ بھی چور تھا ۔

وزیر اولادِ یعقوب علیہ السلام کا یہ ریمارک سُن کر خاموش ہو رہا - اس نے فیصلہ صادر کر دیا - کہ قانون ملکی کی رُو سے چور کا ایک سال کے لیے

مصر میں مقید رہنا ضروری ہے ۔

فرزندانِ اسرائیل جو باپ سے بن یامین کو واپس لانے کا حتمی وعدہ کر آئے تھے ۔ حاکم مصر کے اس فیصلہ پر بہت سٹ پٹائے انہوں نے حاکم سے رحم و عفو کی التجا کی ۔ اور ایک ایک نے بن یامین کی جگہ یرغمال کے طور پر قید و بند کی مصیبتوں کے لئے اپنی اپنی ذات کو پیش کیا ۔ لیکن حاکم مصر کے سامنے اولادِ پیغمبر کا کوئی عذر مسموع نہ ہوا ۔ وزیر خزائن نے کہدیا ۔ کہ سزا اسی شخص کو ملے گی ۔ جس کی خورجی سے کٹورا برآمد ہوا ہے ۔

فرزندانِ اسرائیل نے آپس میں مشورہ کیا ۔ اور بڑے بھائی نے کہا ۔ کہ جب تک ابا جان اجازت نہ دیں گے میں اس ملک سے نہیں جاؤں گا ۔ تم جا کر اُن سے سارا قصّہ بیان کر دو ۔ اور کہدو ۔ کہ بن یامینؑ کی چوری کے ذمّہ وار ہم نہیں اور اگر ہم اسے واپس لانے کا وعدہ پُورا نہیں کر سکے تو اس میں ہم قصُور وار نہیں ٹھہرائے جا سکتے ۔

یعقوبؑ کے بیٹوں نے کنعان پہنچ کر باپ سے بن یامینؑ کی چوری اور اسیری کا ماجرا بیان کیا ۔ تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر

ہوگئیں۔ اُس کے دِل میں یوسفؑ کی یاد کا زخم جو کبھی مندمل نہ ہوا تھا۔ تازہ ہوگیا۔ اور اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ کہ تم نے یوسفؑ کو گم کیا تو ایک بات بنائی اور بن یامینؑ کو کہیں چھوڑ آئے تو دوسری بات بنالی۔

چند روز کے اضطراب اور گریہ زاری کے بعد یعقوب علیہ السلام کے دِل کو قدرتی طور پر تسکین ہوگئی۔ اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ۔ یوسفؑ اور بن یامین کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ میرا دِل کہہ رہا ہے کہ میں ضرور اپنے بچوں کی صورت دیکھوں گا۔

بیٹے سمجھے کہ بڈھے باپ کے دِل پر یوسف کی جدائی کا زخم ابھی تک تازہ ہے۔ جس نے اس کے دماغ میں خلل ڈال دیا ہے۔ تاہم وہ پھر ملکِ مصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ تاکہ یوسفؑ نہیں تو بن یامین ہی کو کسی طرح چھڑا لائیں۔

مصر پہنچ کر انھوں نے وزیر خزائن و ذخائر سے اپنے باپ کی ابتر حالت بیان کی۔ اور کہا کہ اس کے دِل پر یوسفؑ کے گم ہو جانے کا ایک صدمہ ہی ناقابل برداشت تھا۔ بن یامین کی اسیری نے اُس کا رہا سہا حوصلہ بھی توڑ دیا۔ فرزندانِ اسرائیل نے حاکم مصر سے گزارش

کی ۔ کہ وہ پیغمبر کے بڑھاپے اور خستہ حالی پر رحم کر کے بن یامین کا قصور معاف کر دے اور اسے واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائے۔

وزیر خزانہ نے پوچھا ۔ کہ یوسفؑ کے گم ہو جانے کا ماجرا کیا تھا ۔ اولاد اسرائیل نے بتایا کہ ہم سب جنگل میں شکار کھیل رہے تھے کہ یوسفؑ کو ایک بھیڑیا اچک کر لے گیا۔

وزیر خزانہ نے کہا ۔ کہ مجھے تمہارے بیان کی صداقت پر شک ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم نے یوسفؑ کو اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا اور پھر ایک قافلہ سالار کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔

وزیر خزانہ کے یہ الفاظ اولادِ یعقوبؑ پر بجلی کی طرح گرے، اُن کے مضبوط دِل سینوں کے اندر لرز کر رہ گئے ۔ اور انہوں نے غور سے وزیر خزانہ کے متبسّم چہرے کی طرف دیکھا ۔ اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ یوسف تو تم ہی ہو۔

وزیر خزانہ نے کہا کہ ہاں میں ہی یوسف ہوں ۔ اور بن یامین میرا بھائی ہے ۔ میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے دامن چوری کے الزامات سے سراسر پاک ہیں ۔ بن یامین نے کٹورا چرانے کا ارتکاب

نہیں کیا تھا۔ بلکہ میرے ایک مصاحب نے جو واقفِ حال تھا بن یامین کو یہاں رکھنے کے لئے ایک تدبیر بنائی تھی۔

یوسفؑ کے بھائی اپنے کئے پر بہت نادم ہوئے۔ اور یوسفؑ کی عظمت اور احسان کا اعتراف کر کے اپنی گزشتہ خطاؤں کے لئے عفو و درگزر کے طلبگار ہوئے۔ یوسف علیہ السلام نے کہدیا۔ کہ میرے دِل میں تمہاری طرف سے کوئی رنج نہیں۔ تمہارا قصور معاف کیا جاتا ہے میں اللہ تعالےٰ کا شکر گزار ہوں۔ جس نے مجھے نیک اور دیانتدار بنایا اور انہی صفات کے بل پر آج میں اس رتبہ پر فائز ہوں۔

یعقوبؑ کے بیٹے یوسفؑ کے اس طرح ملنے پر بہت خوش ہوئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے باپ کو مژدۂ جانفزا سُنانے کے لئے دوڑے۔ یعقوبؑ کا دِل پہلے ہی سے یوسفؑ کی ملاقات کی شہادت دے رہا تھا۔ چنانچہ یوسفؑ کے مِل جانے کی خوشخبری سُن کر اس کے مُردہ جسم میں زندگی کی نئی رُوح دَوڑ گئی۔

کچھ مدّت کے بعد حضرت یعقوبؑ اور اُن کی اولاد عازمِ سفرِ مصر ہوئی۔ اور یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا۔ بیٹوں نے

تخت کے گرد ایک حلقہ ڈال لیا۔ اور سب نے یوسفؑ کی عظمت کے سامنے سجدۂ تعظیمی ادا کیا۔

اِس طرح یوسفؑ کے اس خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔ جو اُس نے اپنے ایامِ طفولیت میں دیکھا تھا۔ اور جو اس پر جلا وطنی اور غلامی کے مصائب عائد کرانے کا موجب ہوا تھا۔

فرشتے کا امتحان

جس میں

حضرت یوسف و حضرت زلیخا علیہما السلام

کا قصہ سپرد قلم کیا گیا ہے۔

نذرِ

حضرت یوسف علیہ السلام

فرشتے کا امتحان

مصر کے دارالسلطنت میں تاجروں کا ایک قافلہ شام، کنعان، فلسطین اور ایشیا کے دیگر ممالک کا تجارتی مال لے کر وارد ہوا - اور اہلِ مصر سرزمینِ ایشیا کے نوادر خریدنے کے لئے اس بازار میں جمع ہونے لگے جواہل کارواں نے لگا رکھا تھا - تاجروں کے تجارتی مال میں دس بارہ سال کی عمر کا ایک حسین وجمیل لڑکا بھی تھا - جس کی بلند پیشانی پر اقبالمندی کا ستارہ چمک رہا تھا - اور جس کی شکل وصورت اور اوضاع واطوار سے معلوم ہوتا تھا - کہ وہ ضرور کسی عالی نسب گھرانے کا فرزند ہے - جسے ماں باپ نے نہائت نازونعم سے پالا ہوگا - لیکن حوادثِ روزگار کے باعث آج اس کی یہ حالت ہوگئی ہے - کہ تجار اسے چند ٹکوں کے منافع کی خاطر فروخت کرنے پر تلے ہوئے ہیں *

پادشاہ مصر کا ایک رکنِ حکومت جسے عزیزِ مصر کے لقب سے یاد

کیا جاتا تھا۔ دساوری مال کے اس بازار کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس نے سرزمین ایشیا کی دیگر سوغاتوں میں اس حسین وجمیل ہونہار کو بھی دیکھا جس کے گرد تماشائیوں کا ہجوم نیرنگیٔ قسمت اور گردشِ بخت پر تاسّف کر رہا تھا۔ لڑکے کی موہنی صُورت نے عزیزِ مصر کے دِل میں گھر کر لیا۔ اس نے کاروان سالار سے نہایت ناقابل ذکر قیمت پر لڑکا خریدا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ عزیزِ مصر کی بیوی جس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لڑکے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ میاں بیوی نے باہم ٹھان لی۔ کہ ہم اس اجنبی لڑکے کو اپنا فرزند سمجھ کر پالیں گے۔ اور اسی کی موہنی صورت دیکھ دیکھ کر اپنی محروم اولاد آنکھوں کو سیراب کیا کریں گے۔

دنیا کا ہر مولود جہاں جاتا ہے اپنی قسمت اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ چنانچہ یوسفؑ اس طرح فروخت ہو کر عزیزِ مصر کے گھر پہنچا۔ تو چند روز کے اندر ہی اندر اس کے منصب میں اضافہ ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے اس کے گھر میں رزق کی وہ کشائیش ہوئی۔ جو پہلے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ عزیز بھی چنداں نافہم نہ تھا۔ اس نے اپنی خوشحالی کو اس سعید روح کی تشریف آوری کی برکت پر محمول کیا۔ اور

عزیز مصر کے گھر میں یوسفؑ کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی۔

عزیز مصر نے یوسفؑ کو اپنے بیٹے کی طرح رکھا۔ اپنا ہی فرزند سمجھ کر اس کی پرورش کی۔ اور اس کی تعلیم و تربیت میں بھی خاص اہتمام سے کام لیا۔

چند سال کے دوران میں یوسفؑ جوان ہو گیا۔ اور اُس کی مسیں بھیگنے لگیں۔ عنفوان شباب کی رعنائیاں اس کے نیک اور خوبصورت چہرے پر سو جان سے قربان ہو رہی تھیں۔

انسان کی فطرت ایک ایسا معمّا ہے۔ جسے حکما کی کاوشیں آج تک حل نہ کر سکیں۔ پھر انسان کی صنفِ نازک کی فطرت تو ایک ایسا عقدۂ لاینحل ہے۔ جو بسا اوقات علم النّفس کے کسی نظریئے یا ضابطے کے مطابق نہیں اُترتا۔ عزیز کی بیوی جس نے یوسفؑ کو فرزند سمجھ کر پالا تھا۔ اس کے جوان ہونے پر اسی پر فریفتہ ہو گئی۔ اُس کے دل میں یوسفؑ کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کرنے کی زبردست خواہش نشوونما پانے لگی۔ پہلے تو اس نے طرح طرح کی عشوہ طرازیوں کے ذریعہ سے یوسفؑ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی۔ لیکن جب

اس نے دیکھا ۔ کہ اس کے تمام نسوانی اوزار اس صالح نوجوان کے دل پر جس کی نظریں فرطِ حیا کے باعث ہمیشہ جھکی رہتی تھیں ۔ کسی قسم کا اثر پیدا کرنے سے قاصر رہے جاتے ہیں ۔ تو اُس نے وہ بات کی ۔ جو محض اس عورت کی ذات میں پائی جاتی ہے ۔ جس کی فطرتِ صحیحہ مسخ ہو چکی ہو ۔ یعنی وہ اپنا حرفِ مطلب زبان پر لے آئی ۔ اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر علے الاعلان یوسفؑ سے اظہارِ معاشقہ کرنے لگی ۔

لیکن یوسفؑ پر ان باتوں کا بھی کوئی اثر نہ ہوا ۔ اور اس نے عورت کے اظہارِ عشق و محبت کے ہر موقع پر اسے حیا اور نیکی کی تلقین کی ۔ یوسفؑ کے انکار نے عورت کے دل کی لگی کو اور بھی بھڑکا دیا ۔ اور اس نے تہیہ کر لیا ۔ کہ میں اس نوجوان کے تقویٰ کو برباد کر کے چھوڑوں گی ۔ جو میری التجاؤں کو اس طرح پائے استحقار سے ٹھکرا رہا ہے ۔

ایک روز یوسفؑ کسی کام کی خاطر دالان میں گیا ۔ جہاں عزیز کی بیوی نے تنہائی کا موقع پا کر اسے گھیر لیا ۔ اور زہد و اتقا کے اُس ہما کو دامِ فریب میں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے جتن کرنے لگی ۔ یوسفؑ جس کی زبان پر قدرتی طور پر انکار جاری ہو چکا تھا ۔ اس کی طرف ذرا بھی

متوجّہ نہ ہُوا۔ اُس سے کہنے لگا۔ کہ تمہارے شوہر نے مجھے اپنے بیٹوں کی طرح پالا ہے۔ اس گھر میں مَیں اسی طرح رہتا ہوں۔ جس طرح گھر کا مالک رہتا ہو۔ میں اپنے آقا کے احسانوں کا ناشکر گزار نہیں ہو سکتا۔ اور اُس کی امانت میں خیانت کرنے کا جرم مجھ سے نہ ہوگا پر نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر یوسفؑ نے عزیز کی بیوی کی طرف سے منہ پھیرا یا۔ اور دروازے کی طرف بھاگا۔ تاکہ اس بدنیّت عورت کے پنجہ سے خلاصی حاصل کرے۔ جو اسے گناہ اور ناشکر گذاری کی طرف ورغلا رہی تھی اسفد عزیز کی بیوی منّت سماجت کرتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی۔ اور اس کے صاحب مسکے دامن کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگی۔ جونہی اس عورت نے جونا جائز تعلیم کرنے کے جذبات سے دیوانی ہورہی تھی۔ ریشمین قبا پر ہاتھ ڈالا۔ دامن رت اور پھر حسرہ ہوگیا۔

ادھر دہ سکے۔ عزیز مصر گھر میں داخل ہُوا۔ شوہر کو داخل ہوتے دیکھ کر عزیز کی بیوی کے امتحان کے پنے بچاؤ کی خاطر اس کی فطرت نسوانی کی دوسری قوتیں بیدا اپنی سہیلیوں کو نے شوہر کی صُورت دیکھتے ہی گفتگو کا موضوع بدلا۔ اور یہ بگڑ عورتیں اس دعظ کو سنے لگی۔

خفت اور سخن نوازی کا کام یوسف نے اس عورت کے مصنوعی

غصّے کا پارہ اور بھی بلند کر دیا۔ اور اس نے اپنے شوہر کے سامنے یوسفؑ کی پاک دامنی پر صاف اور صریح الفاظ میں یہ تہمت لگا دی کہ اس نے ناپاک ارادے سے میری طرف رجوع کیا تھا۔ بیوی کی باتیں سُن کر عزیز کو طیش آ گیا۔ وہ تازیانہ لے کر یوسفؑ کو زد و کوب کرنے ہی کو تھا۔ کہ یوسفؑ نے اپنی برأت کا اظہار کر دیا۔ اتنے میں گھر کے متعلقین بھی شور و ہنگامہ سُن کر جمع ہو گئے۔ اور چالاک عورت کی بہتان طرازی اور سادہ نوجوان کے اقرارِ معصومیت کا تماشا دیکھنے لگے۔ آخر انہوں میں سے ایک شخص نے عزیز مصر سے کہا۔ کہ اگر یوسفؑ کی قبا سامنے کی پھٹی ہے تو یوسفؑ کا قصور ثابت ہے۔ اور اگر پیچھے سے چاک کیا ہے۔ اور اسے تو خطا تمہاری بیوی کی ہے۔ یوسفؑ کی قمیص دیکھی گئی۔ چھوڑوں گی۔ جہاں کی پاکدامنی کا یقین آ گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو اس ۔۔ ہے۔ پر لعنت ملامت کی اور بات گئی گزری ہو گئی۔

خاطر دالان میں گیا۔

میر لیا۔ اور زہد و ا

اس حادثہ کے بعد بھی جس طرح طرح کے جتن ندامت اور رسوائی ذک اٹھانی پڑی تھی۔ اس نے جاری ہو چکا تھا منفعت کی راہ و رسم پیدا کرنے

کے لئے کوششیں جاری رکھیں۔ عزیز کی بیوی کے عشق کی داستان جسے گھر کی خادماؤں نے سُن پایا تھا۔ شہر کی اعلیٰ سوسائٹی میں عام ہو گئی — اور اہلیۂ عزیز کی ملاقاتنیں اسے غلام سے عشق کرنے کے طعنے دینے لگیں عزیز کی بیوی اپنی سہیلیوں کو جو اس واقعہ کے بعد اس کی ہمراز بن گئی تھیں یوسفؑ کے حسن و جمال اور اس کی جوانی کے متعلق بہت کچھ کہتی۔ لیکن وہ کب ماننے والی تھیں؟ اوّل تو انہیں اس اَمر کا یقین ہی نہ آتا تھا کہ ایک غلام بچّہ میں اسقدر دلفریبیاں موجود ہو سکتی ہیں۔ کہ عزیز کی بیوی یا کوئی اور صاحبِ منصب عورت اُس پر فریفتہ ہو جائے۔ دوسرے وہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیّار نہ تھیں۔ کہ کوئی نوجوان ایسا صالح ہو سکتا ہے کہ عورت اور پھر حسین عورت کے چرتّروں کے سامنے مضبوطی سے ثابت قدم رہ سکے ؛

آخر یوسفؑ کے امتحان کے لئے ایک دِن مقرر کیا گیا۔ اُس دِن عزیز کی بیوی نے اپنی سہیلیوں کو پُر تکلّف دعوت دی۔ سردارانِ مصر کی بہو بیٹیاں اور دیگر عورتیں اس دعوت میں شریک ہوئیں۔ عزیز کی بیوی نے ان کی مہمان نوازی کا کام یوسفؑ کے سپرد کر دیا۔ تاکہ عورتیں

اسے اچھی طرح دیکھ سکیں۔ اور اُسے دامِ تزویر میں پھنسانے کے لئے جو جتن چاہیں کر لیں۔ دسترخوان بچھا۔ اور سب لوگ کھانے پر آ بیٹھے۔ یوسفؑ ان کی خدمتگذاری کے لئے حاضر تھا۔ لیکن اس کی حیا پرور نگاہیں فرش پر گڑی ہوئی تھیں۔ کھانے کے دوران میں مزے مزے کی گفتگو ہوتی رہی۔ اور سب عورتوں نے مل کر اس نوجوان کی حیا دُور کرنے کی کوشش کی۔ جب گفتگوءسے کار برآری نہ ہو سکی۔ تو ان میں سے اکثر عورتوں نے جو بہت شاطر تھیں پھل کاٹنے کی چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور عاشقانہ خوشامد کے طور پر یوسفؑ سے کہنے لگیں کہ تمہارے حُسن و جمال کے نظارہ نے ہمیں اس حد تک بے خود بنا رکھا ہے۔ کہ ہمیں اپنے بدنوں کی بھی ہوش نہیں رہی۔

زنانِ مصر کے یہ سب تریا چرتر ناکام ثابت ہوئے اور یوسفؑ نے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جس پر سب کو متفقہ طور پر فیصلہ صادر کرنا پڑا کہ یہ نوجوان انسان کے صنف سے نہیں۔ بلکہ آسمان سے اترنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ جس پر ہمارے حُسن اور ہمارے ہنر کا کوئی جادو نہیں چل سکتا۔

عزیز کی بیوی فرشتے کا یہ آخری امتحان لے کر اُس کی طرف سے مایوس ہوگئی۔ اب اُس نے یوسفؑ کو بُرائی پر رضامند کرنے کا دُوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اور اُسے قید کرلینے کی دھمکیاں دیں۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ یوسفؑ ان دھمکیوں میں بھی نہیں آتا۔ تو اس نے اپنے شوہر سے صاف طور پر کہدیا۔ کہ میں اس نوجوان غلام سے سخت بیزار ہوں۔ اور صرف اِس شرط پر اس گھر میں رہ سکتی ہوں کہ اُسے قید کر دیا جائے۔

عزیزِ مصر جسے یوسفؑ کے ساتھ محبت ہوگئی تھی۔ اور جو اُس کی نیکی، پارسائی، امانت اور سادگی کا بہت مداح تھا۔ اپنی بیوی کی دلجوئی کے جذبہ پر قابو نہ پا سکا۔ اُس نے یوسفؑ کو بے گناہی کے اعتراف کے باوجود زندان میں ڈال دیا۔ اور عورت کی دلجوئی کی خاطر ایک بیکس اور بے وطن نوجوان پر ظلم کرنے کا مرتکب ہوا۔ یوسفؑ نے اس گھر پر جس میں ہر وقت اسے شیطانی اغوا کا خدشہ لگا رہتا تھا۔ برضا و رغبت زندان کو ترجیح دی اور قید میں رہنا پسند کرلیا۔

قیدخانہ کے اندر یوسفؑ کو کئی سال گزر گئے۔ اور کسی نے اُس بےگناہ اور مظلوم نوجوان کا حال نہ پوچھا۔ یوسفؑ کی نیک دلی اور صداقت شعاری کے چرچے زندانِ مصر کی محدود دیواروں کے اندر افسانوں کی طرح پھیل گئے اور سب قیدی اس نوجوان کو عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ قیدخانہ کے اندر یوسفؑ کی نیکی اور پارسائی کا شہرہ عام ہوگیا۔ اور مصیبت زدہ قیدی اپنے دلوں کی کلفتیں دُور کرنے کے لئے اس صالح نوجوان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ جس کی صحبت میں بیٹھ کر اور جس کی باتیں سُن کر اُن کے بےقرار دلوں کو ایک خاص قسم کی راحت اور تسکین حاصل ہوتی تھی۔

قیدخانہ کے اندر بادشاہِ مصر کے دو ملازمان خاص بھی کسی الزام کی پاداش میں قید و بند کی کڑیاں جھیل رہے تھے۔ ایک رات اُنھوں نے نہایت پُرمعنی خواب دیکھے۔ اور صبح اٹھ کر اس صالح نوجوان سے تعبیر پوچھنے کے لئے گئے۔ جس کی روشن ضمیری اور نکتہ رسی کی نظیریں وہ پہلے بھی متعدد بار مشاہدہ کرچکے تھے۔ بادشاہ کے ایک مصاحب نے بیان کیا کہ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ انگور کا رس نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے مصاحب نے کہا میں نے خواب میں اپنے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا دیکھا ہے۔ جس پر کوّے اور چیلیں

ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہیں - اور روٹی کے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر لے جا رہی ہیں
یوسف ؑ نے دونوں قیدیوں سے خواب کا ماجرا سُن لیا - اور ان سے کہا کہ میں
تمہیں ان خوابوں کی نہایت صحیح تعبیر بتاؤں گا - کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھے
تعبیر کے علم میں خاص دسترس عطا فرمائی ہے -

یوسف ؑ نے تعبیر بتانے سے پیشتر بادشاہ کے ان دونوں مصاحبوں
کو اسلام لانے کا پیغام سُنایا - اور اللہ پر ایمان لانے کی حقیقت و اہمیت
بیان کی - ازاں بعد اُن سے کہا کہ جس شخص نے خواب میں انگوروں سے رس
نکالا ہے وہ از سرِ نو بادشاہ کا مقرب خاص بن جائے گا - اور جس نے اپنے
سر پر روٹیوں کا ٹوکرا دیکھا ہے وہ سولی پر لٹکایا جائے گا - اور کوّے اور
چیلیں اس کے سر کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گی -

یوسف ؑ نے خوابوں کی تعبیر بیان کرنے کے بعد مقرب خاص بننے والے
شخص سے کہا کہ جب تم پھر اپنے رتبۂ ساقی گری پر فائز ہو جاؤ تو اپنے
آقا سے میرا ذکر کرنا - کہ ایک بے گناہ شخص محض عورتوں کے مکر و فریب کی
بدولت جیل میں پڑا سڑ رہا ہے -

چند روز کے اندر اندر بادشاہ کی عدالت سے ان دونوں ملازموں کے

متعلّق فیصلے صادر ہو گئے - اور یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر کے مطابق ایک پھر بادشاہ کا مقرّب خاص بن گیا - اور دوسرا سُولی پر لٹکا دیا گیا۔

مقرّب خاص بننے والے شخص کو زندان سے باہر نکل کر یوسفؑ کا پیغام بھول گیا - اور اس نے بادشاہ سے یوسفؑ کے متعلق کوئی ذکر نہ کیا - چنانچہ یوسفؑ کو قید میں پڑے چند سال اور گزر گئے۔

ایک دفعہ بادشاہِ مصر نے رات کی تاریکی میں ایک بڑا معنی خیز خواب دیکھا - اور صبح اُٹھ کر درباریوں سے بیان کیا - خواب چونکہ بہت پیچیدہ تھا - اِس لئے شاہی معبّر اور نجومی اس کی کوئی ایسی توجیہ بادشاہ کے سامنے پیش نہ کر سکے جس سے اس کے دِل کو تسکین ہوتی - بادشاہ اور اس کے مقربین کو کسی تعبیر بتانے والے شخص کی تلاش ہوئی تو ساقی خاص کو زندان کا قصّہ یاد آ گیا - اس نے بادشاہ سے اپنے خواب کی داستان بیان کی اور کہا کہ قید خانہ کے اندر ایک نہایت صالح شخص مقید ہے وہی اس خواب کی تعبیر بیان کریگا - چنانچہ بادشاہ سے اجازت لے کر ساقی قید خانہ میں گیا - اور یوسفؑ سے مِلا - معذرت خواہی کے بعد اُس نے یوسفؑ سے

بادشاہ کا خواب بیان کیا اور کہا۔ کہ بادشاہ نے سات موٹی گایوں کو سات دُبلی پتلی گایوں کی خوراک بنتے دیکھا۔ اور اس کے بعد اسے خواب میں سات ہری بالیاں نظر آئیں اور سات سوکھی۔

یوسفؑ نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ملک مصر پر پہلے سات سال خوشحالی کے آئیں گے۔ اور از آن بعد سات سال بڑے زور کا قحط پڑ جائے گا لوگوں نے خوشحالی کے سات سال کے اندر جتنا ذخیرہ جمع کیا ہوگا۔ وہی قحط کے سات سال کے اندر کام آئے گا۔ اس لئے اہلِ مصر کو چاہیئے کہ پہلے سات سال میں ضرورت و احتیاج سے زیادہ جس قدر غلّہ پیدا ہو وہ بالیوں ہی کے اندر ذخیرہ کر رکھیں۔

ساقیٔ خاص تعبیر پوچھ کر بادشاہ کے پاس واپس گیا۔ تعبیر کی یہ تشریح بادشاہ کے دل کو بہت پسند آئی۔ اُس نے ذہن خداداد رکھنے والے قی[illegible] ے [illegible] ید حالات معلوم کئے۔ اور حکم دیا کہ اُسے قید خانہ سے نکال کر مے[illegible] پا[illegible] لے آؤ۔

[illegible] شاہ کے پیادے رہائی کی نوید لے کر یوسفؑ کے پاس پہنچے۔ اور [illegible] ہے [illegible] شاہ کے فرمان کا حال بیان کیا۔ یوسفؑ نے کہا کہ بادشاہ سلامت

کو چاہیئے کہ پہلے اس الزام کی نسبت تحقیقات کرائے جس کی پاداش میں مجھے
قید میں ڈالا گیا تھا۔ اور ان عورتوں سے جنہوں نے بیگم عزیز کی دعوت پر اپنے
ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرے چال چلن کی نسبت استفسار کرے۔

بادشاہ نے عورتوں کو بلا کر دعوت کی داستان سنی۔ تو انہیں صاف
طور پر اس امر کا اقرار کرنا پڑا۔ کہ ہم نے یوسفؑ کے اندر کسی قسم کی برائی نہیں
دیکھی۔ عزیز کی بیوی نے بھی یوسفؑ کی عفت کی شہادت دی۔

اس قصہ کے بعد جس سے یوسفؑ کی پاکدامنی شاہی عدالت کے سامنے
پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی اور سب کو یقین ہو گیا۔ کہ یوسفؑ کا دامن خیانت اور
بددیانتی کے تمام الزامات سے یکسر منزہ ہے۔ یوسفؑ بادشاہ کے حضور
میں حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے اسے کسی منصب پر سرفراز کرنے کی خواہش ظاہر
کی تو یوسفؑ نے وزیر خزائن و ذخائر ہونا قبول کر لیا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ میں
طبعاً امین پیدا ہوا ہوں۔ اس لئے خزانوں اور ذخیروں کے ... ہاتھ
میں بہت عمدہ رہے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اس ... پر
فائز کر دیئے گئے۔ اور ہر اس امتحان میں پورے اترے۔ جو ... نگار
یا گردو پیش کے حالات نے ان کے سامنے لا کر ڈال دیئے تھے۔

کرشمۂ قدرت

جس میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی پیدائش اور پرورش

مذکور

نذر

أُمّ موسى عليه السلام

کرشمۂ قدرت

رات کے پچھلے پہر جس وقت صبح صادق کی سپیدی اُفقِ مشرق پر نمودار ہو رہی تھی ۔ اور آسمان کے ستارے جھلملا جھلملا کر یکے بعد دیگرے ماند پڑتے جاتے تھے ۔ فراعنۂ مصر کے متمدّن دارالحکومت پر گہری تبندر کا ایک سنّاٹا چھایا ہوا تھا ۔ شہر میلوں کی وسعت میں پھیل رہا تھا اس کی پرشکوہ عمارتیں سربہ فلک اہرام ۔ سڑکیں اور سڑکوں پر پہرہ دینے والے بلند قامت درخت رات کی زوال پذیر تاریکی میں کسی سنسان اور بے آباد ویرانے کا خواب دیکھ رہے تھے ۔ نیند کی مستیوں نے سرزمین مصر کے آقاؤں اور غلاموں پر بے خودی اور بے ہوشی کا ایک عالمِ کیف طاری کر رکھا تھا ۔ بادِ نسیم جو رات کے نصف اوّل میں دریائے نیل کی موجوں کو تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کرتی رہی تھی ۔ اس وقت استراحت کرنے کے لئے کسی نامعلوم مقام پر جا کر چھپ گئی تھی ۔ فراعنۂ مصر کی اس

متمدن بستی میں زندگی کی اگر کوئی حرکت یا جنبش نظر آ رہی تھی۔ وہ امواجِ نیل کی روانیوں میں تھی۔ جنہیں ایک ستم رسیدہ عورت ساحلِ دریا پر کھڑی بیم و رجا کی متذبذب نگاہوں کے ساتھ گھور رہی تھی۔

عورت کی بغل میں ایک مقفل صندوقچی تھی۔ جسے وہ اپنے دھڑکتے ہوئے قلب کے قریب چھاتی سے لگائے کھڑی تھی۔ کبھی اس کی نظریں دریائے نیل کی تیز رَو موجوں پر جم جاتیں۔ جن کی روانی دریا میں گرنے والی مختلف اشیاء کو کامل بیدردی کے ساتھ بہائے لے جا رہی تھی۔ کبھی اس کی نگاہیں آسمان کی نیلگوں چھت کی طرف اٹھ جاتیں۔ جس پر ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کی لاتعداد آنکھیں سطحِ ارضی کی سنسان خاموشی پر چشمک زنی کر رہی تھیں۔ دریا کی مچھلیاں سطحِ آب پر اچھل اچھل کر پروردگار کی اس بےشمار زندہ مخلوق کی ہستی پر شہادت دے رہی تھیں۔ جو پانی کی امواجِ متلاطم کے اندر اس حیّ و قیوم کے آغوشِ قدرت میں پل رہی تھی۔ اور اُسے ڈوب کر فنا ہو جانے کا مطلق خوف نہ تھا۔

سامنے اُفقِ مشرق پر لحظہ بلحظہ بڑھتی ہوئی سفیدی جہان کے لئے نئی زندگی کا پیغام لا رہی تھی۔ ستارے جھلملا رہے تھے۔ اگرچہ زمین پر

ایک قسم کا سکوت چھایا ہوا تھا۔ لیکن ساری کائنات صبح صادق سے امید و رجا کا پیغام سُن کر متبسم نظر آتی تھی۔

عورت نے نظریں جھکا کر صندوقچی کی طرف دیکھا۔ آسمان پر نگاہ ڈالی۔ نیل کی متلاطم امواج کو گھورا اور کنارے پر جُھک کر صندوقچی کو جس میں عورت کی عزیز ترین متاع بند تھی۔ آہستگی کے ساتھ دریا کی موجوں کے سپُرد کر دیا۔

پانی کا ایک ریلا آیا۔ اور صندوقچی کو تنکے کی طرح بہا لے گیا۔ صندوقچی سطحِ آب پر تیرتی اور موجوں کے ساتھ کھیلتی ہوئی صبحِ صادق کے دھندلکے میں غائب ہو گئی۔

عورت کی آنکھیں پُر آب ہو گئیں۔ اور اس کے سہمے ہوئے دل سے ایک سرد اور طویل سانس نکلی۔ وہ امواجِ نیل پر خوف اور امید کی بھری ہوئی نگاہ ڈال کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آبادی کی طرف لوٹ گئی۔

صندوقچی دریا کے بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی فرعون کے شاہی محلّات کے قریب پہنچ گئی۔ جس کی محکم اور سنگین دیواریں نیل کی موجوں کو پائے استحقار کے ساتھ ٹھکرا رہی تھیں۔

قلعہ کی فصیل سے اُترنے والی وسیع سیڑھیاں سطحِ آب پر پہنچکر موجوں کے نیچے غرق ہو جاتی تھیں - اور فرعون کی ملکہ اپنی ماماؤں اور خواصوں کے ہمراہ سب سے نچلی سیڑھی پر صندلی بچھائے بیٹھی طلوعِ آفتاب اور پانی کی رنگ آمیزیوں کا تماشا دیکھ رہی تھی - موجیں صندلی کے پایوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں -:-

ملکہ نے دُور سے سطحِ آب پر تیرنے والی صندوقچی کو اپنی طرف آتے دیکھا اور ایک خادمہ کو جو تیرنے کے فن میں بہت مشّاق تھی پکڑ لانے کا حکم دیا -:-

خادمہ امواجِ نیل کو چیرتی ہوئی صندوقچی تک پہنچ گئی جو بنتا بانہ اُسی کی طرف آرہی تھی - اور چند لمحوں کے اندر اندر امواجِ نیل کے اس بے بہا خزانہ کو لے کر ملکہ کے حضور میں حاضر ہو گئی -:-

ملکہ خواصیں اور خادمائیں سب کی سب صندوقچی میں چھپے ہوئے راز کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھیں -:-

خادمہ نے قفل توڑ کر صندوقچی کھولی تو اس میں روئی اور مخمل کے مکلّف بستر پر ننھا سا فرشتہ متبسّم نظر آیا - جس کے چاند سے مکھڑے کو دیکھکر ساری کائنات خوشی کے مارے کھلکھلا کر ہنس دی - اُدھر اُفقِ مشرق سے

آفتابِ عالمتاب نے سر نکالا۔ اور دُنیا کو اس مولودِ مسعود کی بلند اقبالی کی بشارت کا پیغام دیا۔

ملکہ کا دِل اس ننھے سے فرشتے کو دیکھ کر خوشی کی افراط میں بلّیوں اچھلنے لگا۔ اور وہ بچے کو صندوقچی سے نکال کر پیار کرنے لگی۔

خواصیں اور خادمائیں امواجِ نیل کے اس فرزند کی موہنی صورت پر عش عش کر اُٹھیں۔ اُنہوں نے اس دُرِّ شاہوار کے ملنے پر ملکہ کو مبارکباد دی۔

ملکہ اپنی خالی گود میں ایک حسین و جمیل ہونہار کو دیکھ دیکھ کر فرطِ انبساط سے مسحور ہو رہی تھی۔ ننھے سے فرشتے کے تبسم نے اُس کے پژمُردہ دل کی کلی شگفتہ کر دی تھی۔ اس کی رُوح رقص کرنے لگی۔ اور اولاد کے نہ ہونے کی نامرادی نے اس صحیح الفطرت عورت کے دِل پر غم والم کی جو گھٹائیں محیط کر رکھی تھیں۔ وہ سب کی سب یک قلم کافور ہو گئیں۔

وہ بچّے کو گود میں اٹھائے شاہی محل کی طرف لوٹ گئی۔ تاکہ شوہر کے سامنے اپنی طالعمندی کا وہ روشن ثبوت پیش کرے جو نیل کی موجوں نے اسکی گود میں لاکر ڈال دیا تھا۔

فرعون نے اس معصوم فرشتے کو دیکھ کر ماتھے پر تیوری چڑھا لی۔ اور کہا۔ کہ یہ تو اسرائیلیوں کا بچّہ ہے۔ قانونِ ملکی کے رُو سے اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔

بچے کے لبوں پر ایک معصومانہ تبسم کھیل رہا تھا۔ ملکہ نے اس کی بلند پیشانی پر بوسہ دے کر کہا۔ کہ کون سنگدل اس ننھے سے فرشتے پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے؟ میں اسے اپنا بچہ بنا کر پالوں گی۔ اور یہ ہمارے گھر کی رونق بڑھانے کا موجب ہو گا۔

فرعون جسے اولاد کے سوا دنیا کی ہر نعمت حاصل تھی۔ اپنی ملکہ کی یہ وارفتگی دیکھ کر اپنے مضبوط دل کو متحرک محسوس کرنے لگا۔ چونکہ بڑے سے بڑا فرعون بھی بعض اوقات فطرتِ انسانی کی کمزوریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس نے بھی ملکہ کی خاطر اس ننھے سے معصوم بچے کو قانونِ ملکی سے مُستثنےٰ کر دیا۔ شاہی محل میں ملکہ کی اس خوشی پر جشن منایا جانے لگا اور خادمائیں بچے کو لے کر کسی انّا کی تلاش میں نکلیں۔

اِدھر شاہی محل کے اندر فطرتِ انسانی کی لطیف حسیات اس بچے کی حفاظت کر رہی تھیں۔ اُدھر شہر کے اندر انسانی بربریت اور سنگدلی

بنی اسرائیل کے سینکڑوں بچوں کا خون بہا رہی تھی - ان گھروں سے جن میں ولادتِ فرزند کے باعث عید سی خوشیاں منائی جاتیں - آہ وزاری کے دلگداز نالے بلند ہو رہے تھے - اور شیون و فریاد کے دھوئیں اٹھ رہے تھے - فرعون کے پیادے دائیوں اور جلاّدوں کی معیّت میں بنی اسرائیل کے گھروں پر چھاپے مار رہے تھے - اور جہاں کسی نئے مولود کو پاتے خنجر سے ہلاک کرا دیتے فرعونی اقتدار کے راز کا قصرِ حکمرانی کے اس ہتھکنڈے پر قائم تھا کہ اس نے رعایا کو مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بانٹ رکھا تھا ایک فریق حکومت وقت کا منظورِ نظر تھا - جو اقتدارِ فرعونی کے قیام و استحکام میں مدد دیتا - دوسرا فریق مغضوب و مقہور تھا - جس پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے اور جس کے افراد غلام بنا کر رکھے جاتے تھے - فرعون کی رعایا دو قوموں پر مشتمل تھی - ایک قبطی جو مصر کے اصلی باشندے تھے - دوسرے بنی اسرائیل جن کے آباؤ اجداد کنعان سے نقل وطن کر کے مصر میں آباد ہو چکے تھے - فراعنۂ مصر مدت سے اپنی رعایا کے درمیان یہی نسلی اور ملکی افتراق ڈال کر حکومت کر رہے تھے - بنی اسرائیل کو قبطیوں کا غلام خیال کیا جاتا تھا - اُن کے لئے فراعنۂ کے دربار میں کوئی دادرسی نہ تھی - ان کی عورتیں ان کا مال اور اُن کی اولاد سب قبطیوں

کے رحم پر موقوف تھی۔ حکومت وقت اس امر کا خاص خیال رکھا کرتی کہ غلاموں کی اس بھیڑ میں تعداد کا اضافہ نہ ہو۔ اسے خدشہ تھا کہ بنی اسرائیل کسی نہ کسی روز طاقت پکڑ کر اپنے آپ کو قبطیوں کے جور و ستم سے نجات دلانے کی سعی کریں گے۔ بنی اسرائیل کی روز افزوں شرح پیدائش۔ اور قبطیوں کی بڑھتی ہوئی شرح اموات کو دیکھ کر اس وقت کے فرعون نے اسرائیلی بچّوں کے قتلِ عام کا حکم دے رکھا تھا۔ فرعون کے کارندے اسی حکم کی تعمیل میں اسرائیل کے نوزائیدہ بچّوں کو قتل کر رہے تھے۔ اور غلام قوم کی بستیوں اور محلوں میں شیون و فریاد کا ایک محشر برپا تھا۔

بنی اسرائیل کے سینکڑوں ماتم کدوں میں ایک عمران کا گھر بھی تھا۔ عمران کی بیوی صبح ہی سے کلیجہ پکڑ کر بیٹھی تھی۔ بچّوں کے قتلِ عام کا خیال رہ رہ کر اس نیک بخت عورت کے دل میں درد کی ایک ناقابلِ برداشت ٹیس پیدا کرتا اور وہ اپنا کلیجہ مسوس کر رہ جاتی۔ اگرچہ اس کی گود میں کوئی بچّہ نہ تھا۔ اور نہ گھر کے اندر کسی جھولے میں یا پنگوڑے پر کوئی مولود نظر آتا تھا۔ تاہم عمران کی بیوی فرعونی ظلم کا خیال کر کر کے سہمی جاتی تھی۔ اور

پریشانی اور اضطراب نے اسے بہت بیکل اور خستہ حال بنا رکھا تھا ضبط کرنے کی تمام کوششوں کے باوجود اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ اور خوف و ہراس اور غم و آلام کے ہجوم نے مظلوم قوم کی اس ستم رسیدہ عورت کو ناقابلِ برداشت پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ گھر کا دروازہ کھلا اور عمران کی بیٹی فرعون کے نوکروں اور ملکہ کی خادماؤں کو لے کر گھر میں داخل ہوئی۔ عمران کی بیوی آنے والوں کو دیکھ کر چونک گئی۔ اور آنکھوں سے آنسو پونچھ کر سہمی ہوئی نظروں سے داخل ہونیوالوں کی طرف دیکھنے لگی۔

عمران کی بیوی نے دیکھا کہ اس کا لال جسے وہ پو پھٹنے کے وقت نیل کی خوفناک موجوں کے سپرد کر آئی تھی ایک خادمہ کی گود میں ہے۔

ماں کی مامتا پھڑک اُٹھی۔ وہ بے تابی کے ساتھ اپنے جگر گوشہ کی طرف ہاتھ بڑھانے ہی کو تھی۔ کہ بچوں کے قتلِ عام کے خیال نے اُسے وہیں روک دیا۔ ضبط و تحمل کی قوتوں نے بمشکل اسے اپنے مقام پر بٹھائے رکھا۔

فرعون کے ملازم نے کہا کہ ہم ملکہ کے اس فرزند کے لئے انّا کی تلاش میں ہیں۔ اس لڑکی نے ہمیں تمہارا پتہ دیا ہے۔ بچے کو گود میں لے کر دیکھو

یا یہ تمہارا دودھ پیتا ہے یا نہیں ⁘

عمران کی بیوی کا سہما ہوا دل پھول کی طرح شگفتہ ہوگیا۔ اس کے چہرہ پر مسرّت و انبساط کا نور چمکنے لگا ⁘

ماں نے اپنے بچے کو لے کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور بچہّ جو صبحِ صادق کے وقت سے بھوکا تھا اپنی حقیقی ماں کا دودھ پینے لگا ⁘

فرعون کے ملازم اس انّا کے ملنے پر بہت خوش ہوئے اور عمران کی بیوی ملکہ کے اس فرزند کی پرورش پر مامور ہوگئی جسے ملکہ نے نیل کی موجوں سے وصول کیا تھا۔

ملکہ نے اس بچے کا نام کچھ اور ہی رکھا تھا۔ لیکن انّا اور انّا کی بیٹی اسے موسیٰ کہہ کر پکارتیں اور اللہ کی قدرت کے اس کرشمہ پر ہمیشہ تعجب کیا کرتیں جس نے فرعون کے اس زبردست محکمۂ احتساب کے باوجود جو بچوّں کے قتل پر متعین تھا۔ موسیٰ کو محفوظ رکھا۔ اور خود اس کے دشمنوں کے ہاتھوں اس کی پرورش کا انتظام کر دیا۔

آوارۂ وطن مُسافر

جس میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

ہجرت کا

نذرِ
حضرتِ مُوسیٰ علیہ السّلام

آوارۂ وطن مُسافر

صحرائے سینا کا آفتاب اپنے نصف النّہار پر پہنچ چکا تھا ریگستان کی خاموشی اور مہیب دُھوپ اپنی انتہائی شدّت اور تمازت کیساتھ کائنات ارضی کا احاطہ کر رہی تھی۔ آفتاب کی تیز شعاعیں ریت کے ذرّوں سے منعکس ہو ہو کر فضائے آسمانی کی طرف اٹھتی تھیں۔ اور خلا میں خطفِ ابصار کرنے والے نور کا ایک لامتناہی تموّج پیدا کر جاتی تھیں۔ حرارت آگ برسا رہی تھی۔ پیکرِ ناری کی پُر جلال آنکھ غضب آلود نگاہوں سے اس خطّۂ صحرائی کی طرف گھور رہی تھی۔ جس کی تمازت اور حرارت کو دیکھ دیکھ کر اسے دھوکا ہوتا تھا کہ شائد میرے ہی جسم کا ایک ٹکڑا عالمِ علوی سے گر کر عالم سفلی میں جا پہنچا ہے۔ ادھر کائنات ارضی کے صحرائی سینہ سے ایک

خاموشی پُرکیف اور غیر محسوس سا گرم تنفس اُٹھ رہا تھا۔ اور ریگستان کے غریب الوطن مُسافر کی چندھیائی ہوئی آنکھیں محسوس کرنے لگی تھیں کہ آسمان کی چشمِ عتاب کے سامنے ساری کائنات دم توڑ رہی ہے۔

جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی ریت کے چمکتے ہوئے ٹیلے اپنی لامحدود وسعت تک دامن پھیلائے ایک پرہیبت سکوت و جمود کے ساتھ دیکھنے والے کی آنکھ کو خیرہ کر رہے تھے۔ ہوا ساکن تھی۔ اور ریت کے اس بحرِ ناپیدا کنار میں اگر کوئی تموّج یا تلاطم نظر آتا تھا۔ تو وہ امواجِ نور کی غلطانی تھی۔ جو ریت کے ٹیلوں پر شباب کی مستی کی طرح کھیل رہی تھی۔ اُس کے سوا ریگستان کی اس خاموش فضا میں کوئی جاندار شئے ایسی نظر نہ آتی تھی جو اپنے تنفس ہی سے سکون و جمود کے اس طلسم کو توڑنے کی موجب بنتی۔ غزالانِ صحرائی کا تو کیا ذکر حشرات الارض تک ریت کی نچلی تہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ اور صحرا کی اس کائنات میں زندگی کے آثار سراسر ناپید تھے۔

اِس عالمِ ریگ زار میں صرف ایک اولوالعزم مسافر ریت کے بلند ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔ اور معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں

کوئی نخلستان ہو تو دھوپ کی تمازت اور گرمی کی شدت کا وقت وہیں بسر کرے۔ اور اپنے طویل و بہیم سفر کی چند گھڑیاں آرام سے گزار لے۔ چاروں طرف اسے ریت کا ایک بحرِ بیکراں نظر آرہا تھا۔ جو افق کے قریب جا کر پانی کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ اولوالعزم مسافر کا واہمہ کنارِ افق کے اس سمندر میں کئی مقامات پر نخلستان کے دلفریب نظارے کا سراب پیدا کرتا۔ لیکن مسافر اپنی چندھیائی ہوئی آنکھیں مل مل کر بار بار دیکھتا تو سراب کی سیماب پائی اسے یقین دلا دیتی کہ یہ سب سفر کی مشقتوں سے تھکی ہوئی قوتِ واہمہ کے کرشمے ہیں۔ جن کے دلفریب نظاروں پر دھوکا کھانا درست نہیں۔ ہاں اسے کنارِ افق میں ایک سیاہ اور سبز داغ ایسا بھی نظر آتا تھا جو اپنی جگہ پر قائم تھا۔ مسافر کی تھکی ہوئی نگاہیں چاروں طرف گھوم کر پھر اسی نقطۂ ماسکہ پر آ کر جم جاتی تھیں۔ اور اُسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ یہ غیر متحرک داغ نظر کی سراب آفرینی نہیں بلکہ فی الواقعہ کوئی نخلستان ہے۔

نوجوان مسافر کا بدن پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ پیاس کی شدت کے مارے اس کا گلا سوکھ گیا تھا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے

اور ریگستان کے سفر کی تھکاوٹ نے اس کے قوی اور مضبوط اجزاء کو چور کر دیا تھا۔ لیکن اس کی اولوالعزمی نے جواب نہ دیا۔ اور وہ افق کے اس سیاہ داغ کی طرف جلد جلد قدم اٹھانے لگا۔

کوئی آدھ کوس چلنے کے بعد اسے یقین ہو گیا۔ کہ افق کے سیاہ داغ کے متعلق اس کا خیال غلط نہ تھا۔ کیونکہ اب اسے کھجوروں کے پیڑ صاف طور پر نظر آنے لگے تھے۔ اور داغ نے وسعت اختیار کرتے کرتے حقیقی نخلستان کی صورت پیدا کر لی تھی۔ مسافر کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی۔ بہت جلد ریت کے ٹیلے ختم ہو گئے اور مسافر کے تیز رو قدم ایک بنجر اور سنگلاخ خطۂ زمین کو محسوس کرنے لگے۔ نخلستان قریب آ گیا۔ اور مسافر نے انسان کی آبادی کے آثار دیکھ لئے۔

تھوڑی دیر بعد مسافر ایک کنوئیں پر تھا۔ جہاں انسانوں اور حیوانوں کا ایک ہجوم دن کے نصف اوّل کی پیاس بجھانے میں مشغول تھا۔

چرواہے اپنے گلّے سنبھالے اس چشمۂ حیات کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ اور یکے بعد دیگرے ڈول کھینچ کھینچ کر اپنی بکریوں اور گدھوں کو

پانی پلا رہے تھے ۔ نو وارد نوجوان کھجور کے ایک پیڑ کے سایہ میں جا بیٹھا۔ تاکہ پانی پینے سے پیشتر ذرا سستا لے ۔ اور گرمی کی شدّت سایہ میں بیٹھ کر کم لے ۔ لوگ اپنی اپنی دُھن میں لگے ہوئے تھے ۔ کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی ۔

اسی ہجوم میں مسافر کو دو بھولی بھالی معصوم لڑکیاں بھی نظر آئیں ۔ جو کنوئیں سے ذرا فاصلہ پر بکریوں کے ایک گلہ کو روکے کھڑی تھیں ۔ اور اس امر کی منتظر تھیں کہ کنواں چرواہوں کے ہجوم سے خالی ہو تو وہ بھی اپنی بکریوں کو پانی پلائیں ۔ اور مشکیزے بھر لیں ۔ جو خشک چمڑا ہو کر اُن کے کندھوں کے ساتھ لٹک رہے تھے ۔

ان بھولے بھالے فرشتوں کی بکریاں پیاس کی شدّت کے مارے بے تاب ہو رہی تھیں ۔ اور بھاگ کر کنوئیں کی طرف جاتی تھیں ۔ لیکن اکھڑ اور بدمزاج چرواہے انہیں اس پانی کے پاس تک نہ پھٹکنے دیتے تھے جو انہوں نے نکالا تھا ۔

پانی بھرنے کے لئے کنوئیں پر مرد و زن کا ایک تانتا لگا ہوا تھا ۔ اور اس بستی کے خود غرض انسانوں کو معصوم لڑکیوں کی بیکسی پر ذرا رحم نہ آتا تھا ۔ اُن کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں کنوئیں پر لگی ہوئی تھیں ۔ جن سے

ایک مستر حمانہ بے بسی ٹپک رہی تھی ۔

نوجوان مسافر تحیّر و استعجاب کے عالم میں اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا اس کے نیک اور سادہ دِل کے اندران بکیس اور بے بس لڑکیوں کے لئے ہمدردی اور رحم کے مخلوط جذبات پیدا ہونے لگے ۔ اور وہ گڈریوں اور چرواہوں کی خود غرضی اور بدمزاجی پر دل ہی دِل میں افسوس کرنے لگا ۔

نوجوان اجنبی کی نگاہیں کنوئیں کی ہماہمی سے انز کران بھولے بھالے معصوم فرشتوں پر ٹھہر گئیں ۔ جن کے رُخسار حُسن ، عصمت ، سادگی ، اور بے بسی کے اثرات سے تمتما رہے تھے ۔ لڑکیوں نے بھی نظر اٹھا کر اس نووارد اجنبی کی طرف دیکھا ۔ دیکھا تو پہلے بھی تھا ۔ لیکن اب کے رحم طلب نگاہوں سے دیکھا ۔ نوجوان کا دِل اچھل پڑا ۔ وہ اٹھا ۔ اور اُن بھولے بھالے فرشتوں کے قریب جا پہنچا ۔ جن کے ساتھ انسان کی خود غرضی ، وحشت و بے اعتنائی کا سلوک کر رہی تھی ۔

مُسافر نے سُریانی زبان میں لڑکیوں سے پوچھا " تم کیوں اِس قدر پریشان ہو اور کیا چاہتی ہو ۔

لڑکیوں نے خاموشی کے ساتھ نظریں اوپر اٹھائیں ۔ بڑی لڑکی ایک

وقار آمیز متانت کے ساتھ بولی "ہم اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے یہاں آئی ہیں۔ ہمارا باپ ضعیف العمر ہے۔ اس لئے ہم خود گلے کو چراگاہوں میں لے جاتی ہیں۔ اس وقت کنوئیں پر چرواہوں کا ہجوم ہے۔ ہم منتظر ہیں کہ ذرا بھیڑ چھٹ جائے۔ تو ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں — اور مشکیزے بھر کر گھر کی طرف لوٹیں۔ جہاں والد ہمارا انتظار کر رہے ہیں"۔

اجنبی کا دل لطف و رحم کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ اس نے ہمدردانہ لہجہ میں پوچھا "کنواں تو بڑی دیر کے بعد خالی ہو گا۔ تم اُس وقت تک انتظار کرو گی"؟

لڑکی نے جواب دیا "جب تک گڈریئے اپنے گلے لے کر نہیں جاتے۔ ہمیں پانی بھرنے کا موقع نہیں مل سکتا"۔

اجنبی نے کنوئیں کے گرد جمع ہونے والے انبوہ پر غصّہ اور حقارت کی نگاہیں ڈالیں۔ اور بیکس و بے بس لڑکیوں سے کہا: "آؤ! میں تمہاری بکریوں کو پانی پلاتا ہوں۔ دیکھوں مجھے کون روکتا ہے"؟

یہ کہہ کر نوجوان ڈول کی طرف لپکا۔ اور جلد جلد پانی کھینچنے لگا۔ گڈریئے اس قوی الجثّہ نوجوان کی جسارت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ کچھ اس

کے پُر جلال چہرہ کے رعب سے اور کچھ اس کے اجنبی ہونے کا لحاظ کر کے خاموش ہو رہے۔ لڑکیاں گلے کو ہانکتی ہوئی کنوئیں کے قریب لائیں۔ بکریاں پانی پینے سے فارغ ہو چکیں۔ تو لڑکیوں نے مشکیزے بھر لئے اور نوجوان پیاس بجھا کر پھر کھجور کے سایہ میں آ بیٹھا۔

لڑکیوں نے تشکر و امتنان سے بھری ہوئی معنی خیز نگاہیں مسافر پر ڈالیں اور گلے کو ہانکتی ہوئی آبادی کی طرف چلی گئیں۔

مسافر درخت کے نیچے گہرے خیالات میں مستغرق ہو گیا۔

گھر پہنچ کر لڑکیوں نے اس نیک دل مسافر کا حال اپنے ضعیف العمر باپ سے بیان کیا۔ بوڑھے نے اپنی بڑی لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا "بیٹی! تم اس مسافر کو یہیں لے آتیں تاکہ ہم اس کی محنت کا اجر دے سکتے۔ جاؤ! اب بھی اُسے یہیں بلا لاؤ۔ تاکہ ہم اس کی مہمانی کا حق ادا کر سکیں مُسافر کو کھانا کھلانا ثواب کا کام ہے"۔

باپ کے یہ الفاظ سُن کر صفوّرہ کے معصوم دل میں مسرّت کے ایک غیر معلوم احساس کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ وہ جب سے کنوئیں سے چلی

تھی۔ بار بار اس کے دِل میں نیک دِل اجنبی کا خیال آتا تھا۔ اور وہ دل سے چاہتی تھی۔ کہ کسی طرح مُسافر کو اس کی محنت اور ھمدردی کا بدلہ دیا جائے۔

ظفورہ کا چہرہ فرطِ انبساط سے تمتما اٹھا۔ وہ راحیلہ کو کھانا تیار کرنے کی تاکید کر کے خود کنوئیں کی طرف لوٹ گئی۔

مسافر کھجور کے نیچے گہرے خیالات میں مستغرق تھا۔ کبھی وہ اپنی موجودہ پریشان حالی پر غور کر کے متاسّف ہوتا۔ کبھی اس کے خیالات مستقبل کے نامعلوم واقعات کی طرف منعطف ہو جاتے۔ کبھی اس کے افکار وطن اور اس کی دلچسپیوں کی طرف عود کر جاتے۔ اور وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتا۔ وطن میں پیش آنے والے واقعہ کی یاد جس کے باعث وہ ترکِ وطن پر مجبور ہو گیا تھا رہ رہ کر اسے ستا رہی تھی۔ اور منزلِ مقصود کے عدمِ تعین نے اس کے دماغ کو بہت پریشان کر رکھا تھا طرح طرح کے افکار و آلام کی گھٹاؤں نے اس کے دِل کی کائنات کا احاطہ کر لیا تھا۔ اور وہ کھجور کے نیچے مغمومی اور اداسی کے عالم میں سرتا پا غریب الوطنی کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔ اُس کے بشرہ سے طویل سفر کی کلفت کے ساتھ

ہی ایک قسم کی انتہائی بیکسی بھی ظاہر ہو رہی تھی۔ جس میں اس کے عزم و استقلال نے ایک پُر معنی وقار پیدا کر دیا تھا۔ ماضی حال اور مستقبل کے موازنہ کی بدولت اس کے قوائے عقلی و امتیازی کسی قسم کی رائے قائم کرنے سے سراسر جواب دے چکے تھے۔ وہ بار بار آسمان کی طرف نگاہیں اٹھاتا اور اس خالقِ حقیقی سے جس کے بھروسے پر وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا مخاطب ہو کر کہتا :۔

"پروردگار! میں ہر اُس بھلائی کا محتاج ہوں جو تو اپنی رحمت کے خزانوں سے میری طرف نازل کرے۔"

مُسافر اسی عالمِ تحیّر و تفکّر میں بیٹھا اپنی غیر مطمئن حالت پر غور کر رہا تھا۔ کہ آبادی کی طرف سے ایک سرو قد لڑکی خراماں خراماں اسکی طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔ اُس کے خیالاتِ پریشان یک قلم کافور ہو گئے اور اس کی نیم وا آنکھیں جو تکان کے باعث غنودگی کے عالم میں تھیں۔ اپنی پُوری وسعت کے ساتھ کھل گئیں۔ اس کی نگاہیں پہلے سے زیادہ [illegible] صاف ہو گئیں۔ اس نے دیکھا۔ کہ وہی لڑکی جس کی بکریوں کو اس نے پانی پلایا تھا حیا اور عصمت کا مجسمہ بن کر اس کی طرف آ رہی ہے۔

نوجوان کا دِل اُس کے سینے کے اندر غیر محسوس تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگا۔ اور اس کی رُوح کا ذرّہ ذرّہ آنے والی بلکہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والی بھلائی کا خیر مقدم کرنے لگا۔

لڑکی مسافر کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اس کی حیا پرور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔ اس کے انداز میں وہ معصومانہ بے باکی نہ تھی جو مسافر نے کچھ عرصہ پہلے دیکھی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ عنفوانِ شباب کی معصومیّت نے سادگی اور بے باکی کا چولا اُتار کر حیا اور عصمت کا پیراہن پہن لیا ہے۔

مُسافر کی نگاہیں حُسنِ حیا پوش کے اِس پیکرِ موزون پر گڑ گئیں۔ اور اُس کی رُوح پیغامِ مُسرّت یا حرفِ تسلّی سننے کے لئے بے تاب ہو گئی۔ کیونکہ وہ اُسی شئے کا محتاج تھا۔

لڑکی نے اپنی جھکی ہوئی پلکوں سے جھانک کر مُسافر کی طرف دیکھا اور لجاتی ہوئی آواز میں کہا:—

"میرا باپ تمہاری خدمت کا اجر دینا چاہتا ہے۔ میں تمہیں بُلانے آئی ہوں۔"

مُسافر کے دِل میں اس غیر متوقع دعوت پر مُسرّت کی ایک لہر دوڑ

گئی۔ لیکن ایک لمحہ کے وقفہ کے بعد اُس نے کہا:۔

"میں کسی قسم کے اجر کا خواہشمند نہیں۔ میں نے محض اپنا فرض ادا کیا تھا۔"

لڑکی بولی:۔ "لیکن والد تمہیں دیکھنے کے آرزومند ہیں وہ ضعیف ہیں۔ اس لئے خود نہیں آسکتے۔"

مُسافر نے قدرے تامّل کے بعد چلنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی گھر کی طرف لوٹی۔ اور مسافر نہائت خاموشی کے ساتھ گردن جھکائے اس کے پیچھے ہولیا۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں الجھا ہوا ہے۔

گھر پہنچکر نوجوان نے بوڑھے کو سلام کیا۔ بوڑھے نے اپنی ضعیف نگاہیں اٹھا کر مُسافر کے مضبوط اور سڈول اعضا اور اس کے پُرجلال چہرہ کی طرف دیکھا۔ جس سے شرافت ٹپکی پڑتی تھی۔ خوش آمدید کہا۔ اور ایک چٹائی پر جو قریب ہی بچھی ہوئی تھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

مُسافر نے دیکھا کہ اس کے بوڑھے میزبان کے بشرہ پر نیکی اور تقوے

کا نُور چمک رہا ہے۔

بوڑھے نے مسافر سے کہا:۔
"بیٹا! میں تمہارا شکر گذار ہوں۔ تم نے میری بچیوں کی مدد کی۔ اللہ تعالےٰ تمہاری مدد کرے۔ کہو کدھر سے آرہے ہو؟ اور کہاں جاؤ گے؟"۔

مُسافر: "میں مصر سے آرہا ہوں۔ اور جہاں قسمت لے جائے گی۔ چلا جاؤں گا"۔ اِس کے ساتھ ہی ایک ٹھنڈی سانس اُس کے سینہ سے برآمد ہوئی۔

بوڑھا: "بیٹا! آخر کہو تو! تم کون ہو؟ اور تمہارے سفر کا مقصد کیا ہے"؟

مُسافر نے کہا: "میرا نام مُوسیٰ ہے۔ میں عمران کا بیٹا ہوں۔ جو اولادِ اسرائیل میں سے تھا۔ ہمارا اصلی وطن کنعان ہے۔ لیکن ہمارے آباء و اجداد یُوسفؑ کے وقت سے مصر میں آباد ہیں۔ مصر کا بادشاہ فرعون ہماری قوم پر ظلم کرتا ہے۔ اور میں اسی کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لئیے یہاں آیا ہوں"۔

بوڑھا ۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہاری قوم مصریوں کی غلام ہے ۔ اور فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم و ستم کا شکار ہو رہی ہے ۔ لیکن تم یہ تو بتاؤ ۔ کہ آخر کونسی بات نے تمہیں اپنی قوم کی مصیبتوں کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کیا" ؟

موسٰیؑ ۔ "دس روز گذرے ۔ مصر کے بازار میں ایک قبطی ایک اسرائیلی کو بے رحمی کے ساتھ زدوکوب کر رہا تھا ۔ اسرائیلی نے مجھ سے امداد کی التجا کی ۔ مجھے قبطی کے ظلم پر طیش آگیا ۔ اور میں نے فرطِ غیظ میں اس کی گدی پر ایک مکا رسید کر دیا ۔ جس کی ضرب سے وہ مر گیا ۔ اگلے روز مجھے خبر ملی ۔ کہ فرعون کے درباری اس قبطی کا قصاص لینے کے لئے جرگہ کر رہے ہیں ۔ اور مجھے پھانسی پر لٹکانے کے خواہشمند ہیں ۔ میں جان بچانے کی خاطر وہاں سے بھاگ آیا ہوں ۔ اور نو دس دن سے آوارہ پھر رہا ہوں"

بوڑھے نے نگاہیں اٹھا کر اپنے نوجوان مہمان کی طرف دیکھا ۔ اور اس کے چہرہ پر انتہائی سادگی کے اثرات پائے ۔

بوڑھے نے کہا :۔ "بیٹا ! پریشان ہونے کی کوئی

بات نہیں۔ مدائن پر فرعون کی حکومت نہیں۔ اپنے دل سے ہر قسم کے غم والم دُور کر دو۔ اب تمہاری جان محفوظ ہے"۔

مُوسیٰ:— "لیکن میری قوم کی جان اور عزّت و ناموس تو محفوظ نہیں"۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ ظفوّرہ کھانا لے آئی۔ اور مُوسیٰ نے جو صبح سے بھوکا تھا۔ اللہ کا شکر کرتے ہوئے کھانا کھایا۔ ظفوّرہ نے اجنبی نوجوان کی ساری باتیں غور سے سُنی تھیں۔ اور اُسے اس آوارۂ وطن کی بیکسی پر ترس آرہا تھا۔ وہ مسافر کو کھانا دے کر باپ کے پاس گئی۔ اور اس سے کہنے لگی۔ کہ اباّ اگر مناسب سمجھیں تو اس اجنبی کو نوکر رکھ لیں۔ جو کام کاج کے لئے مضبوط بھی ہے اور ویسے بھی شریف اور نیک دل معلوم ہوتا ہے"۔

بوڑھا شیخ بیٹی کا یہ مطالبہ سُن کر خاموش ہو رہا۔ وہ کسی اور ہی سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا۔

مُسافر کھانے سے فارغ ہوا تو شیخ نے پوچھا:—

"بیٹا! کدھر جانے کا ارادہ ہے۔ کہاں کہاں خراب ہوتے پھرو گے؟

موسٰیؑ:۔ "میں اپنے اصلی وطن کنعان کو جا رہا ہوں - اور اپنے دادا اسرائیل کے گھر کو آباد کرونگا"۔

شیخ:۔ "میں بھی اولاد ابراھیمؑ میں سے ہوں - کیا تم اپنے چچا کے گھر رہنا پسند کرو گے؟"

مُوسٰیؑ خاموش رہا - اور اُس کی اضطراری نگاہ ظِفّورہ کے چہرہ پر پڑی جو قریب ہی کھڑی تھی۔

ظِفّورہ کی آنکھیں فرطِ حیا کے باعث جھک گئیں۔

شیخ نے اپنی بیٹی کو استراحت کرنے کا حکم دیا - اور وہ اپنی بہن راحیلہ کیطرف چلی گئی۔

شیخ نے موسٰیؑ سے مخاطب ہو کر کہا:۔ کہ

"میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں - میری نرینہ اولاد فوت ہو چکی ہے میری زندگی کے آٹھ دس سال باقی ہیں - تم اولاد اسرائیل کے ایک نیک جوان ہو - میں چاہتا ہوں - کہ تم میرے پاس رہو اور اپنے چچا کے گھر کو اپنا گھر سمجھو"

مُوسٰیؑ:۔ "مجھے آپ سے مہربان بزرگ کی خدمت کرنے سے کیا

انکار ہو سکتا ہے؟

شیخ:۔ "فرزند اسرائیل! کیا تم آٹھ دس سال کے لئے اپنے چچا کی خدمت کرنے کے لئے طیار ہو؟

موسیٰ ؑ:۔ "میں بطیب خاطر آپ کے ہر ارشاد کی تعمیل کیلئے طیار رہوں"۔

شیخ:۔ "اگر اس بات کے لئے آمادہ ہو تو میں اپنی ظِفورہ کے ساتھ تمہاری شادی کردوں گا"۔

ظِفورہ صحن کے اس پار کھجور کے سایہ میں کھڑی تھی۔ موسیٰ ؑ کی نظریں صحن کی فضا کو چیرتی ہوئی وہاں تک گئیں۔ تو اسے ظِفورہ کے ملکوتی چہرہ میں اس جلوہ کی شانِ جمالی نظر آگئی۔ جس کی شانِ جلالی کوہ طور پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔

موسیٰ اور ظِفورہ کی نظریں دوچار ہوئیں۔ اور موسیٰ کے دل کی تمام کلفتیں اور اُس کے آشفتہ دماغ کی ساری پریشانیاں ایک لمحہ میں کافور ہوگئیں۔ اس کی روح انبساط اور شادمانی کے اس مبارک ثانیہ میں رقص کرنے۔ جہاندیدہ شیخ نے موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کے اُن تمام

تغیرات کو غور سے دیکھا۔ اور مُسکرا کر خاموش رہا۔

دوسرے دن مدائن والوں نے سُن لیا کہ شیخ کا بے آباد گھر آباد ہو گیا ہے۔ اور ظفورہ کی شادی ایک غریب الوطن مُسافر کے ساتھ کر دی گئی ہے۔

ملکۂ سبا

جس میں

حضرت سلیمان علیہ السلام

اور

ملکۂ سبا کے حالات لکھے گئے ہیں

نذر

حضرت سُلیمان علیہ السلام

ملکۂ سبا

انسان کی شبانہ روز اَن تھک مساعی ہبوطِ آدمؑ کے کئی ہزار سال بعد موجوداتِ عالم کے بہت بڑے حصّہ کو مسخر کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ اور آدمؑ کی اولاد اپنی جغرافیائی معلومات کی وسعت کا مل کے طول و عرض میں خلافتِ ارضی کا تاج زیبِ سر کئے لمن الملک الیوم کا نقارہ بجا رہی تھی۔ جس کی صدائے بازگشت پہاڑیوں، وادیوں، اور انسان کی تعمیر کردہ پُرشکوہ عمارتوں سے ٹکرا کر کائناتِ ارضی کے ذرّے ذرّے سے للہِ الواحد القہّار کے جواب کا عاجزانہ خراج اعتراف وصول کرنے لگی تھی۔ کرۂ زمین کے وحوش و طیور انسان کے شرف و اقتدار کے سامنے سرِ تسلیم خم کر چکے تھے۔ اور عناصرِ ارضی و سماوی کی

کئی ایک ظاہر اور مخفی فونتوں کے علاوہ ہوائیں اور آندھیاں بھی انسان کی مرضی کے تابع فرمان ہو رہی تھیں۔ حضرتِ انسان کے جلال و جبروت کا نقطۂ ماسکہ خدا کا وہ برگزیدہ نبی تھا۔ جسے آسمانی صحائف میں حضرت سلیمان ابنِ داؤد علیہما السّلام کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

وادی النمل کے طویل و عریض میدان میں جو چاروں طرف سے پہاڑوں کی سربفلک چوٹیوں سے گھرا ہوا تھا۔ اولادِ آدم کے جاہ و جلال اور رعب و اقتدار کا ایک عظیم الشان مظاہرہ ہونے والا تھا۔ میدان خودرو جھاڑیوں سے صاف کیا جا رہا تھا۔ عساکر کی آمد و رفت کیلئے سڑکیں تعمیر ہو رہی تھیں۔ خودرو گھاس کو ہموار کر کے خیمے اور خرگاہیں لگانے کے لئے زمینیں تیار کی جاتی تھیں۔ اور میدان کے وسط میں بہنے والے دریا سے چھوٹی چھوٹی نہریں کاٹ کر ہر طرف پھیلا دی گئی تھیں۔ وادی کی موجودات جو ابتدائے آفرینش سے وحوش و طیور اور کئی قسم کے حشرات الارض کی جائے پناہ بنی ہوئی تھی۔ انسان کے تبر اور کدال کی بے پناہ قطع و برید کا شکار ہو چکی تھی۔

چند روز کے اندر اندر اولادِ آدمؑ کی محنت و دستبرد نے نیچر کے

اِس خودرو جنگل کی بے ترتیبی میں سلیقہ اور قرینہ پیدا کر کے اسے رشکِ ارم بنا دیا۔ اور سلیمانؑ کے عساکر حضرتِ انسان کے شرف و فرمانفرمائی کا علم بلند کرتے ہوئے درّوں کی راہ سے اس وادی کے اندر داخل ہونے لگے۔ باربرداری کے اونٹ، خچر، گدھے، گھوڑوں کے رسالے۔ پیادہ فوج کے دستے بھیڑوں، بکریوں اور دیگر چوپاؤں کے گلّے وادی کے میدان میں فروکش ہونے کے لئے اپنے مخصوص رستوں پر ہو لئے۔ شیر، چیتے گینڈے اور کئی قسم کے اور وحشی جانور تازیانۂ انسانی کی فرمانبرداری کرتے ہوئے نمایش گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ عقاب، شکرے، شاہین، بھریا اور کئی قسم کے شکاری پرند سدھانے والوں کے ہاتھوں کا شکار ہو کر اقتدارِ انسانی کی اس نمائیش میں شریک ہونے کے لئے چلے۔ مور، چکور، تیتر، بٹیر کبوتر اور مختلف انواع کی دیگر ہوائی مخلوق انسان کی قوّتِ تسخیر پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہوئی نمائیش گاہ کی رونق بڑھانے کے لئے جمع ہونے لگی۔ اور وادی کے شاہی درّے کی راہ سے آنے والے نقّاروں اور کرناؤں کے شور نے یہ پیغام سنایا کہ سلیمانؑ کا تختِ رواں اس نئی فرود گاہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔

تختِ سلیمانیؑ جس پر دنیائے معلوم کا سب سے بڑا تاجدار متمکن تھا ہوا کے مصنوعی تموّج کی بدولت سطحِ زمین سے قدِ آدم کی بلندی پر اُڑ رہا تھا۔ جلو میں درباریوں کی پُرشکوہ سواریاں تھیں۔ جن کے پیچھے شتر سواروں کے دستے، گھوڑوں کے رسالے اور پیادوں کے لشکر پورے ساز و سامان سے آراستہ ہو کر نہایت ضبط و اہتمام کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ عساکر سلیمانی کے اس شاندار اجتماع نے جو میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اور شاہی جلال کے رعب و داب نے وادی کی کائنات کو انسان کی فوق الفطرت قوتوں کے اعتراف پر مجبور کر دیا تھا۔ اور قریب تھا کہ موجودات کا ذرّہ ذرّہ شکوہِ انسانی کی اس ظاہری کرّوفر کو دیکھ کر اس شاہنشہ ارض و سما کے اقتدار کلّی کا منکر ہو جائے۔ جو قدرت کے مخفی اسرار کے لطیف اور غیر محسوس پردوں کے پیچھے بیٹھا کائناتِ ارضی و سماوی پر فرمان روائی کر رہا ہے۔

تختِ سلیمانی جسے مصنوعی نسیم کا ایک ہلکا سا تموّج چلا رہا تھا۔ درّے کی راہ سے وادی میں داخل ہوا۔ اور تاجدار کی نظریں چیونٹیوں کے ایک ہجوم پر پڑیں۔ جس میں عساکرِ انسانی کی اس یلغار کے باعث بھاگڑ مچ چکی تھی۔ چیونٹیاں سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھیں اور لمحہ اضطراب

کے نہایت مختصر سے وقفہ میں ایک دوسری سے مُنہ جوڑ جوڑ کر تیز تر سرعت رفتار کے ساتھ علیحدہ ہو جائیں۔ تاجدار نے چیونٹیوں کی یہ بدحواسی دیکھ کر تختِ رواں کو روک لیا۔ نقیبوں، برقنداذوں اور فوجی افسروں نے درے کے اندر گونج پیدا کرنے والے نعروں سے جلوس کو ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ اور شوکتِ انسانی کا یہ بحرِ بے پایاں جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک متلاطم نظر آ رہا تھا۔ دفعتہً تھم گیا۔ تاجدار نے تختِ رواں سے اتر کر بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اپنے اہلِ دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا:—

"اہلِ دربار! مالکِ حقیقی نے ہمیں اپنے انعام و اکرام کی جن غیر محدود فیاضیوں سے نوازا ہے۔ ہم اُن پر جس قدر بھی فخر و ناز کریں بجا ہے۔ اور اس کی بے پایاں نعمتوں کا جس قدر بھی شکر ادا کر سکیں کم ہے۔ آج ہمارا جاہ و جلال اللہ کی سرزمین اور اس کی موجودات پر حاوی ہو چکا ہے۔ عزت و دولت کے اس مالک و مختار کے احسانات کا میں کہاں تک ذکر کروں۔ کرۂ ارضی کی یہ حقیر ترین مخلوق چیونٹی بھی ہماری شان و شوکت کی شہادت دے رہی ہے۔ اور اپنی ہم جنس چیونٹیوں سے کہہ رہی ہے۔ کہ سلیمانؑ اور

اس کے لشکروں نے وادی النمل پر چڑھائی کر دی ہے - ایسا نہ ہو کہ تم ان کے پاؤں تلے روندی جاؤ - اور انہیں تمہاری بے حقیقت سی ہستی کا احساس تک نہ ہو - اس لئے تم اپنی اپنی بلوں کے اندر چھپ جاؤ - تاجدار نے کہا " میں اس سرفرازی اور سربلندی پر مغرور نہیں ہوں - بلکہ اپنے پروردگار کے سامنے عاجزانہ طور پر التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ان احسانات اور انعامات پر اپنا شکریہ ادا کرنے کی توفیق بخشے - جو اس نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں - میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے مجھے اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے - اور اپنی رحمت اور فضل وکرم کے طفیل مجھے اپنے نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر لے "

اس مختصر سے خطاب کے بعد جس کے دوران میں چیونٹیوں کو بلوں میں چھپ جانے کا موقع مل گیا سلیمانؑ کا تخت رواں آگے بڑھا اور اس نے لاؤ لشکر سمیت میدان میں ڈیرے ڈال دیئے -

---

اگلے روز عساکر کی موجودات کا جائزہ شروع ہوا - اور تاجدار نے رباط وخیل - مال ومنال - انسانوں - جانوروں اور پرندوں کے ہجوم

کا معائنہ شروع کر دیا۔ عساکر کی ٹولیاں جانوروں کے گلے اور پرندوں کے جھلڑ اس فرمان فرما کے حضور میں پیش ہونے لگے۔ جو اللہ کے نام سے سطح ارضی پر حکومت کر رہا تھا۔ اونٹوں، گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور دیگر جانوروں کا جائزہ لینے کے بعد تاجدار کی عنان توجہ طیور کیطرف منعطف ہوئی۔ صیغہ تربیتِ طیور کے مہتمم نے ہر نوع کے پرندے باری باری پیش کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن شاہین وُدّراج اور طوطی و سارہ کے اس زمرہ میں تاجدار کو ہُدہُد نظر نہ آیا۔ اور وہ اس کی غیر حاضری پر بہت برافروختہ ہوئے۔ حکم صادر کیا گیا کہ ہُدہُد آئے تو اسے حضور میں پیش کیا جائے۔ اگر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ پیش نہ کر سکا تو اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ اتنے میں افقِ آسمانی پر دُور سے ہدہد نمودار ہوا۔ اور اہلِ دربار اس فراموش کار کی بدبختی اور تلخ انجامی کا خیال کر کے کانپ گئے۔ ہُدہُد نے تختِ رواں کے قریب آکر خلافتِ ارضی کے تاجدار کو سلام کیا۔ اور نہایت مودبانہ انداز سے مجرموں کی طرح سر جھکا لیا۔ بازپرس کی گئی۔ تو اس نے سر ہلا ہلا کر اور اپنی منقار کو تختِ رواں کے ایک پائے پر پر مار مار کر مختلف آوازیں نکالنی شروع کیں تاجدار

اس کی حرکات و سکنات کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ہُد ہُد کے اس عرضِ حال پر اس کے لبوں پر تبسم آ گیا۔

تاجدار نے جو جانوروں کے مافی الضمیر کو ان کی اصوات و حرکات سے سمجھ سکتا تھا۔ اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ ہُد ہُد نے اپنی غیر حاضری کی نہایت معقول وجہ پیش کی ہے اور اس کا قصور معاف کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ یہ وجہ صحیح ثابت ہو جائے۔ ہُد ہُد نے ہمیں ملک سبا کی خبر سنائی ہے۔ جہاں ایک ملکہ حکمران ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ملکہ اور اس کی رعایا خالقِ ارض و سما کے بجائے آفتاب کی پرستش کرتے ہیں۔ اور ملکہ کا تخت خالص سونے کا ڈھلا ہوا ہے۔ جس میں جا بجا جواہر والماس مرصع کئے گئے ہیں۔ ہم ہُد ہُد کو اپنا پیغام دے کر اس کی طرف بھیجتے ہیں۔ اگر اس کا بیان درست ہوا تو ضرور ہمیں اپنے فرمان کا جواب موصول ہو جائے گا۔

کاتبِ خصوصی نے تاجدار کے حکم سے خط لکھا۔ جس پر خاتم سلیمانی سے مہر ثبت کی گئی۔ ہُد ہُد خط لے کر ملکۂ سبا کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملکہ سبا دربار عام لگائے اپنی رعایا کی معروضات سن رہی تھی کہ ہُدہُد نے سلیمانؑ کا خط اس کے سامنے جا پھینکا۔ فضائے سماوی سے گرنے والے اس پرزہ کو دیکھ کر ملکہ اور اس کے درباری بہت حیران ہوئے ملکہ نے کاغذ اٹھا کر پڑھا۔ اور قدرے تامل و توقف کے بعد اہل دربار سے مخاطب ہو کر بولی :۔

ہمارا قاعدہ ہے کہ ہم مملکت کے ہر معاملہ میں تمہارا مشورہ لے لیا کرتے ہیں۔ یہ گرامی نامہ دنیا کے سب سے بڑے تاجدار سلیمان کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اور اس میں اس فرمان فرما نے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم سے سرکشی نہ کرو۔ اور تابع فرمان ہو کر ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ۔ مشیران سلطنت! اس اہم معاملہ میں تم ہمیں کیا رائے دیتے ہو"؟

دربار کے جنگی افسروں نے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کر عرض کی" کہ ہم اپنی ملکہ کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر اس فرمان رُوا کو ہماری طاقت و قوت اور ہمارے رعب و جلال کا امتحان مطلوب ہے تو ہماری تلواریں ملکہ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں"۔

ملکۂ سبا اپنے سرِ عسکر کی یہ تقریر سن کر جس پر تمام اہلِ دربار نے صاد کیا تھا۔ خاموش رہی۔ اور قدرے توقف کے بعد بولی۔ کہ ہماری رائے میں سلیمانؑ سے جنگ کرنا مصلحت اور دانشمندی کے خلاف ہے۔ اس فرماں روا کی طاقت و قوّت ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ اور جب فاتح بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کی ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اور وہاں کے باعزّت لوگوں کو ذلّت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں میں اس معاملہ کو مصالحانہ طریق سے طے کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اور اپنے سفیر کو تحائف دے کر ان کی خدمت میں بھیجتی ہوں۔ دیکھوں! وہ ہماری اس صلح جوئی کا کیا جواب دیتے ہیں؟

اہلِ دربار نے نہایت خاموشی کے ساتھ ملکہ کا ارشاد سُنا۔ اور وزیرِ اعظم نے مؤدبانہ انداز سے عرض کی کہ "حضور کی دانشمندی اور معاملہ فہمی مسلّمہ ہے۔ سفارت بھیج کر صلح کی کوشش کر دیکھئے۔ اگر سفارت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تو بہتر ورنہ ہمیں آپ کی خدمت میں اپنے سر کٹوانے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔"

ہُد ہُد ملکہ سبا کے دربار کی یہ گفتگو سُن کر اڑا۔ اور منزلیں طے کرتا ہُوا

سلیمان کے دربار میں جا پہنچا - اس نے ملکہ کے دربار کی ساری داستان اپنے تاجدار کے سامنے دہرائی - اور سلیمانی دربار میں ملکۂ سبا کے ایلچی کا انتظار رہنے لگا

چند روز کے اندر اندر ملکۂ سبا کا ایلچی تاجدار کنعان کی فرودگاہ میں پہنچ گیا دربار میں حاضر ہو کر ملکہ کے بھیجے ہوئے تحائف گزرانے اور اس کی طرف سے سلیمانؑ کی خدمت میں صلح کی درخواست پیش کی - تاجدار کنعان نے ملکہ کے تحائف واپس کر دیئے - اور فرمایا کہ " ہمیں آپ کے زر و جواہر کی ضرورت نہیں - خود ہمارے پاس اس سے کہیں زیادہ مال و منال ہے جو تمہارے سارے ملک سے جمع کیا جا سکتا ہے - ہم اس امر کے خواہاں ہیں - کہ ملکہ آفتاب کی پرستش چھوڑ کر اس مالکِ حقیقی پر ایمان لے آئے جو ارض و سما کا پیدا کرنے والا اور موجودات کا پالنے والا ہے - وہ اپنی رعایا کو بھی آفتاب کی پرستش چھوڑنے اور اللہ پر ایمان لانے کی تلقین کرے - ہم اللہ کی طرف سے نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مامور ہوئے ہیں اور ہمارا یہ جاہ و حشم بھی محض اسی کے نام کے اعلاء کے لئے ہے - ملکہ سے کہدو کہ یا تو وہ خود ہماری رسالت پر ایمان لانے کے لئے ہمارے حضور میں حاضر ہو جائے - ورنہ ہم ایسا

لاؤ لشکر لے کر اس کے ملک پر دھاوا بول دیں گے۔ جو وہاں کے باشندوں کو ان کی نافرمانی پر عنقریب سزا دے گا۔ اور انہیں ذلیل ہو کر رہنا پڑے گا"۔

ملکہ سبا کی سفارت یہ جواب لے کر واپس گئی۔ سلیمانی دربار میں آنے والی مہم کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ درباری اور عساکر ملکہ سبا کے آخری اور قطعی جواب کا انتظار کرنے لگے۔ چند روز میں ملکہ کا ایلچی اطاعت و فرمانبرداری کا آخری پیغام لے کر تاجدار کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ اور اطلاع دی کہ ملکہ ہفتہ عشرہ کے اندر اندر خراجِ اطاعت پیش کرنے کیلئے شاہی حضور میں حاضر ہو جائے گی۔

دربارِ سلیمانی میں ملکہ سبا کی اطاعت پر خوشیاں منائی جانے لگیں۔ ایک روز باتوں باتوں میں اس کے طلائی تخت کا تذکرہ چھڑ گیا اور تاجدار کنعان نے فرمایا۔ کہ ملکہ سبا کو اپنے تخت پر بہت ناز ہے۔ کیا ہمارے لشکر میں کوئی ایسا ماہرِ فن موجود نہیں جو تخت یہاں اُٹھا لائے۔

تاجدار کے اس ارشاد کو سن کر دربار کا ایک دیو ہیکل پہلوان بول اٹھا۔ کہ جہاں پناہ! اجازت ہو تو میں جاؤں۔ اور دربار برخاست ہونے سے پہلے پہلے ملکہ سبا کا تخت اٹھا لاؤں۔ سلیمان کے دانا وزیر آصف نے سینہ پر

ہاتھ رکھ کر نیازمندانہ عرض کی " قبلۂ عالم! اگر اس عاجز کو ارشاد ہو تو طرفۃ العین میں ملکۂ سبا کا تخت طلائی حضور کے قدموں میں لا کر ڈال دے"۔

اہلِ دربار وزیرِ اعظم کے اس غیر معمولی دعوے پر چونک پڑے اور تاجدار کنعان نے مسکرا کر فرمایا " آصف! ہمیں تمہارے کمالات میں کلام نہیں۔ لیکن ان درباریوں پر جو تمہارے دعویٰ کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اپنی حیرت انگیز قابلیت و استعداد کا اظہار کرنے کے لئے اپنے قول کو عمل کا جامہ پہنا کر دکھاؤ"۔

آصف نے سر جھکا کر " بسر و چشم" کہا۔ اور خادم کو دربار کا ایک پردہ ہٹا دینے کے لئے اشارہ کیا۔

پردہ اُٹھا۔ تو ملکۂ سبا کا تخت طلائی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ سامنے رکھا نظر آیا۔ اہلِ دربار آصف کا یہ حیرت انگیز شعبدہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ وزیرِ اعظم کو اسمِ اعظم کا عمل یاد ہے کسی نے اسے جادو سے تعبیر کیا۔ اور کوئی آصف کی دانائی کی تعریف کرنے لگا۔ کہ اس نے اپنے فرمانروا کے رجحان طبع کو بھانپ کر پہلے ہی سے تخت منگوانے کا انتظام کر رکھا تھا۔

تاجدارِ کنعان آصف کا یہ کمال دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ تخت کی ہیئت کسی حد تک تبدیل کر دی جائے تاکہ ملکۂ سبا کی شہرۂ آفاق دانشمندی کا امتحان ہو سکے۔

دوسرے دن ملکۂ سبا کے ایلچی نے اطلاع دی کہ ملکۂ معظمہ بہ نفسِ نفیس تاجدارِ کنعان کے سامنے خراجِ اطاعت پیش کرنے کے لئے تشریف لا رہی ہیں۔ ملکۂ سبا کے خیر مقدم کے لئے عالیشان دربار منعقد کیا گیا۔ اور سلیمانؑ کے تختِ رواں کے پاس ملکہ کے لئے خود اسی کا تختِ طلائی بچھا دیا گیا جس کی ہیئت کسی حد تک تبدیل کر دی گئی تھی۔

ملکہ اپنے درباریوں کے ہمراہ دربارِ شاہی میں داخل ہوئی اور رسمی سلام و پیام کے بعد نشست کے لئے تختِ طلائی پیش کیا گیا۔ تاجدارِ کنعان نے کہا "ملکہ! ہم نے آپ کے تختِ طلائی کی بے حد تعریف سنی ہے کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے جس پر آپ تشریف فرما ہیں۔ یا اس سے بھی اچھا ہے؟"

ملکہ نے نقاب کی جالی میں سے تخت کو پورے غور و تعمق کے ساتھ دیکھا

اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر بولی! "تاجدار مجھے تو یہ تخت ہو بہو میرا ہی عرش طلائی معلوم ہوتا ہے"۔

ملکہ کا یہ جواب سن کر سلیمانؑ کے لبوں پر ایک معنی خیز تبسم کھیلنے لگا جس میں ملکہ کے ظنی دعوے کی اثباتی جھلک صاف طور پر نمایاں تھی۔ اس پر ملکہ سبا نے کہا:۔ "جہاں پناہ! مجھے حضور کے غیر معمولی کمالات کا مدت سے اعتراف تھا۔ اور میں ایک عرصہ سے جانتی تھی۔ کہ حضور خدا کے برگزیدہ شاہنشاہ ہیں۔ اور آپ کی طاقت و قوت بے اندازہ ہے۔ لیکن محض اپنی قوم کی ہٹ دھرمی کے باعث جو آفتاب کی پرستش کرتی ہے۔ اور خدا کو نہیں مانتی۔ میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی"۔

تاجدارِ کنعان نے فرمایا:۔ "یہ بھی میرے پروردگار کا فضل و احسان ہے جس نے مجھے آصف سے دانا مشیر دے رکھے ہیں۔ اور اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مامور فرمایا ہے"۔

اس گفتگو کے بعد سلیمانؑ ملکہ سبا کو محل شاہی کی طرف لے چلے۔ ملکہ سبا جسے اپنے دربار کے عجائبات اور اپنی سلطنت کے تمول پر حد سے زیادہ ناز تھا۔ دربارِ سلیمانی کے شان و شکوہ کو دیکھ دیکھ کر ششدر رہ رہی تھی۔

اور یہاں کے ضبط و نظام اور حسنِ انتظام کی ایک ایک شئ دیکھ کر اُسکی عقل ورطۂ حیرت میں غرق ہوئی جاتی تھی - ملکۂ سبا کو اپنی دانشمندی پر بھی بہت ناز تھا - لیکن اس دربار کی ہر بات اسے فوق الفطرت نظر آرہی تھی - اور اس کا یہ خیال پختہ ہو ہو کر یقین کی صورت اختیار کر رہا تھا - کہ تاجدار کنعان فی الواقع خدا کا برگزیدہ نبی ہے - اور وہ آور اس کی قوم آفتاب کی پرستش کرنے میں سخت غلطی کی مرتکب ہوتی رہی ہے +

ملکۂ سبا خواصوں کے ہجوم میں محل شاہی میں داخل ہوئی اور قصر سلیمانی کے اولین دالان میں اسے بہتے ہوئے صاف اور شفاف پانی کی ایک چھوٹی سی نہر نظر آئی - جس کے عبور کرنے کے سوا اس طرف پہنچنا غیر ممکن تھا - اس نہر میں صاف پانی کی نیلاہٹ اور ہلکی ہلکی موجوں کی غلطانی کچھ اس طرح کی دلفریبی بلکہ نظر فریبی پیدا کر رہی تھی - کہ ملکۂ سبا نے جو خواصوں کے آگے آگے تھی پانی میں اترنے کے لئے اپنی بلوریں پنڈلیاں کھول دیں اور ازار کو گھٹنوں تک اوپر اُٹھا کر نہر میں قدم رکھنے کے لئے آگے بڑھایا - اسپر سلیمانؑ ہنس دیئے اور خواصوں نے بھی ایک فرمائشی قہقہہ لگایا - ملکہ سبا نے اپنا بڑھا ہوا قدم فوراً کھینچ لیا - اور مستفسرانہ انداز سے اس ہنسی کی وجہ معلوم

کرنے کے لئے تاجدار کنعان کی طرف دیکھا۔ سلیمانؑ نے کہا۔ کہ ملکہ یہ پانی کی نہر نہیں بلکہ شیشے اور بلور کا ایک فرش ہے۔ جس میں ہمارے نقاش کی قلمکاری نے موجوں کی غلطانی کا سراب پیدا کر دیا ہے۔ ملکہ سبا یہ سن کر اپنی نارسائی فہم پر بہت نادم ہوئی۔ اسے خیال آیا کہ میں نے قواریر کے فرش کو دیکھ کر اسے پانی کی نہر سمجھا۔ اِس لئے کہ اس میں انسانی ہاتھوں نے پانی کی سی جھلک پیدا کر دی تھی۔ میری قوم آفتاب کی پرستش کرنے میں کہیں اسی قسم کے مغالطۂ نظری کا شکار تو نہیں۔ وہ سمجھ گئی کہ آفتاب فی ذاتہٖ معبود نہیں بلکہ اس معبودِ حقیقی کے جلال کا مظہر ہے۔ جس نے اُسے اور دوسری اشیا کو پیدا کیا۔ اس نکتہ کے سمجھنے کی دیر تھی۔ کہ اُس نے سلیمانؑ سے مخاطب ہو کر کہا

"میں آپ کی رسالت و نبوّت پر صدقِ دِل سے ایمان لاتی ہوں۔ اور آپ کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اقرار کرتی ہوئی پروردگار سے اپنی گذشتہ خطاؤں کے لئے طلب عفو کرتی ہوں۔ مجھے آئندہ کیلئے اپنی کنیزوں کے زمرہ میں شمار کیجئے۔ اور میری مملکت کے بے راہ رو بندوں کی ہدایت اور رہنمائی فرمایئے"

بعد کے چند روز میں آسمان کی جہان بین آنکھ نے دیکھ لیا کہ ملک سبا

کی موجودات بھی حضرت سلیمانؑ کے ہمہ گیر اقتدار کی حلقہ بگوش ہو رہی ہے گمراہ انسانوں کے گروہ جوق در جوق اللہ کے دین کو قبول کر رہے ہیں اور کائنات سے ملکۂ سبا کے اس قول کی صدائے بازگشت اٹھ رہی ہے۔ کہ:-

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا۔ لیکن اب میں سلیمانؑ کے ہمراہ اس اللہ پر جو جہانوں اور عالموں کا پالنے والا ہے ایمان لے آئی ہوں ○

قیدِ ظلمات

جس میں

حضرت یونس علیہ السلام کی

زندگی کے واقعات مذکور ہیں

تذکرہ

صَاحِب الحوت

حضرت

یُونس علیہ السلام

قیدِ ظلمات

سرزمین عراق کی ایک متمدن بستی جس کی آبادی کا شمار ایک لاکھ نفوس
سے کچھ اوپر ہو گا۔ ضلالت و گمراہی کا شکار ہو چکی تھی۔ کفر و طغیان کی تیرہ و
تار گھٹائیں اس بستی پر محیط ہو رہی تھیں جن میں شرک و الحاد کی بجلیاں
کوندتیں اور باشندوں کے خرمنِ عقائد پر دن دہاڑے ڈاکے ڈالتیں۔ شبِ روز
فسق و فجور کی سیئات کے ہیبت ناک طوفان اُٹھتے اور وہاں کے متمدن شہریوں
کی زندگی کا توازن برباد کر جاتے۔ عام جلسوں اور شاہراہوں پر علی الاعلان
خدا کی ہستی کا انکار کیا جاتا اور سلف صالحین کے بتائے ہوئے نیک طریقوں
اور آسمانی ضابطوں سے استہزاء و استحقار کا سلوک روا رکھا جاتا۔ عوام کی طبیعت
مذہب کی پابندیوں سے سیر ہو چکی تھی۔ اور الہامی قوانین کی زنجیریں فرسودہ

اور ربوجھل سمجھ کر توڑدی گئی تھیں۔ اور اس بستی کے رہنے والوں میں خیال کی وحدت اور بود و باش کی یکسانی جو تمدن انسانی کے لئے روحِ حیات کا درجہ رکھتی ہے یک قلم مفقود ہو چکی تھی۔ ہر شخص اس قدر خود غرض ہو رہا تھا کہ بے دریغ دوسروں کے حقوق غصب کرتا اور ذاتی عیش و آرام کی خاطر ہر طرح کے ناجائز ذرائع استعمال میں لاتا۔ عقائد کی افتادگی اور عصیان کی تمیز نے اس شہر کا امن متزلزل کر رکھا تھا۔ اور ہر طرف فتنہ و فساد کی چنگاریاں اٹھتی دکھائی دیتی تھیں۔ صاف نظر آرہا تھا کہ انسانوں کی یہ بھیڑ جو انسانیت کا جامہ چاک کر چکی ہے۔ اپنے حیوانی اوضاع و اطوار کی بدولت اسلاف کی کمائی کو خاک میں ملا دے گی۔ اور اس بستی کا تمدن جسے اس کے آباؤ اجداد نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد اوج کمال تک پہنچایا تھا۔ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

اس بستی کے ایک ہوشمند شہری یونسؑ کی نکتہ رس نظریں وہاں کے باشندوں کی بے راہ روی کو دیکھ رہی تھیں۔ اور اُن کے ہولناک انجام کا خیال اسے ہر لحظہ بے قرار رکھتا تھا۔ وہ سوسائٹی کی تمام خرابیوں کو دیکھتا۔ اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا۔ اس کا دردمند دل ایک مدّت

سے بستی والوں کی نازیبا حرکات پر سلگ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں رات کی خاموش تاریکیوں میں اس بدبخت قوم کے خوفناک انجام کو سوچ کر جو اُس کے سروں پر منڈلا رہا تھا خون کے آنسو بہاتی تھیں۔ آخر اس جوانمرد کے دل میں ضبط کا یارا نہ رہا۔ اور اس نے تباہی کی طرف جانے والے شہریوں کی اصلاح کا علم بلند کر دیا۔ وہ ہر محفل میں جا کر لوگوں کو اُن کی ہلاکت آفرین برائیوں پر انتباہ کرتا۔ ہر میلہ میں پہنچکر ہدایت اور نیکی کے وعظ کہتا۔ اور ہر شخص سے مل کر قوم کی بدبختی کا تذکرہ چھیڑتا۔ لیکن لاکھ سوا لاکھ کی آبادی میں کوئی فرد واحد بھی اسے اپنا ہمدرد نظر نہ آیا۔ اس نے سب کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے دیکھے۔ اور ہر کہ ومہ کو اس ہولناک انجام سے کلیتہً بے خبر پایا۔ جس کی طرف وہ دوڑے چلے جا رہے تھے۔ وہ اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصّہ ان غفلت شعاروں کے انتباہ کی جدوجہد میں صرف کر چکا تھا۔ لیکن بُرائیاں جو وہاں کی روزمرّہ زندگی میں گھر کر چکی تھیں۔ افزوں تر ہوتی چلی گئیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں سوسائٹی کی پابندیوں سے بے اعتنائی کرنے بلکہ انہیں توڑنے کا شوق پیدا ہو چکا ہو جن کے دماغ عقاید کے لحاظ سے مائل بہ الحاد ہو چکے ہوں۔ وہ کسی ریفارمر کی باتوں پر التفات نہیں کیا

کرنے - چنانچہ یونسؑ کی قوم نے بھی اپنے مصلح قومی کی پروانہ کی - بلکہ اسکی اصلاحی سرگرمیوں سے تنگ آکر اس اکرام و احترام کو بھی بالائے طاق رکھدیا - جو یونسؑ کو اپنی قوم اور اپنے شہر کے اندر حاصل تھا - گلیوں - کوچوں - بازاروں اور مجلسوں میں اس کی تبلیغ کا استہزاء ہونے لگا - اور لوگ اس ہادی و مہدی کو دماغ باختہ قرار دے کر اسے ذلیل و خوار کرنے پر اُتر آئے ؎۱

یونسؑ اگرچہ بہت اولالعزم شخص تھا - اور جس کام کے لئے اُس نے کمر ہمت باندھ رکھی تھی - اسے تکمیل تک پہنچانے کے لئے ثبات قدمی کے ساتھ جدوجہد کرتا رہا - تاہم سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد جب اُس نے دیکھا کہ میری مساعی بارآور نہیں ہوتیں - اور ایک طویل مدّت کی شبانہ روز تلقین و تبلیغ کے باوجود لاکھ سوا لاکھ انسانوں کی اس آبادی میں ایک متنفس بھی میرا ہمخیال نہیں بنتا - تو اس کا دلِ اصلاح حال کیطرف سے مایوس ہوگیا ناکامی کے احساس نے اس کے حوصلے پست کر دیئے - اور اہلِ شہر کے تغافل و تجاہل نے اس کی روح کو مبتلائے آلام بنادیا - اس کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا - اور اسے وہاں کے باشندوں کی کم فہمی پر اس قدر غصہ آیا کہ اس نے

اشتغال کے چند لمحوں میں اپنے دل سے یہ تہیہ کرلیا - کہ میں اس بستی سے کہیں دُور نکل جاؤں گا - اور پھر اس طرف آنے کا نام تک نہ لوں گا جس کے باشندے اپنے نفع و نقصان کی طبعی تمیز بھی کھو بیٹھے ہیں - اور سالہا سال کے پیہم انتباہ کے باوجود اپنی بدحالی اور اپنے انجام کی ہولناکی سے آگاہ نہیں ہوتے۔

یونسؑ اپنے دل میں یہ تہیہ کر کے اپنی زاد بوم سے نکل کھڑا ہوا - چند روز کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ بحر ذخّار کے ایک ساحل پر پہنچا - اور ایک کشتی پر جو مسافروں کو پار لے جانے کے لئے طیار ہو رہی تھی سوار ہو گیا۔

کشتی بادِ مراد کے جھونکوں کے سامنے بادبان اڑائے پانی کے سینہ کو چیرتی ہوئی مسافت طے کر رہی تھی - سرِشام سمندر کی موجیں متلاطم ہونے لگیں - ہوا جو دن بھر ایک انداز پر چلتی رہی تھی - آندھیوں اور بگولوں میں تبدیل ہو گئی کشتی ڈگمگانے لگی - امواج بحر کے اندر زور کی کشمکش ہو رہی تھی - ہوا کے تیز اور تند جھونکے کبھی کشتی کو اس طرف لے جاتے تھے - کبھی اس طرف لے جاتے تھے - کبھی ایک ہی ریلے میں

دوسری طرف پہنچا دیتے تھے - ملّاحوں نے بادبان گرا دیئے - اور لنگر ڈال کر متلاطم امواج کے جزر و مدّ کی طرف خوف آمیز نگاہوں سے گھورنا شروع کیا۔ کشتی نشینوں کے دِل سہم گئے - ان کے کلیجے دھڑکنے لگے - چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں - کشتی چکر کھاتی ہوئی ایک ہولناک گرداب کی لپیٹ میں گرفتار ہو گئی - اور سب کو یقین ہو گیا - کہ سمندر کی عمیق تہیں ان سب کی آخری آرامگاہیں بنیں گی - حیوانات آبی ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے - اور باد و آب کے غضب آلود ارباب النوع اُن کے خون پی پی کر اپنی سفاکانہ ہوس کی پیاس بجھائیں گے۔

مُسافر اپنی اپنی جگہ بیٹھے پتھرائی ہوئی نظروں سے طوفان کی نیرنگیوں کا تماشا دیکھ رہے تھے - کہ کشتی کے ایک کونے سے جل دیوتا کی قربان گاہ پر انسانی قربانی پیش کرنے کی تحریک ہوئی - دو چار کشتی نشینوں نے اس خیال کی تائید کر دی - اور مُسافروں کے درمیان اس تجویز کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں - ملاح منتظر تھے - کہ دیکھیں سو ڈیڑھ سو انسانوں کے اس مجمع میں کون ایسا جوانمرد نکلتا ہے جو دوسروں کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے برضاء و رغبت آمادہ ہو جائے۔

اگرچہ طوفان بہت ہولناک صورت اختیار کر چکا تھا - اور کشتی گرداب میں اُلجھ کر چکّر پر چکّر کھا رہی تھی - موجیں لحظہ بلحظہ شدّت اختیار کرتی جاتی تھیں - اور بظاہر سلامتی و نجات کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی - تاہم کشتی والوں میں ایک متنفس بھی ایسا نہ نکلا - جو دوسروں سے ذرا پہلے جان دینے کے لئے تیار ہو جاتا - اور بیسیوں انسانوں کی جان بچانے کے بلند مقصد کی خاطر خود جل دیوتا کے غیظ و غضب کی بھینٹ چڑھ جاتا -

آخر سب کی یہی صلاح ٹھہری کہ قرعہ ڈال کر ایسے شخص کا نام معلوم کر لیا جائے - جس کی نحوست کے باعث سمندر کا ربّ النوع اس قدر برافروختہ ہو رہا ہے - اور قرعہ میں جس بدبخت کا نام نکلے - اسے موجوں کے ان خوفناک تھپیڑوں کے سپرد کر دیا جائے - جن کے اندر نہنگ اجل اپنا ہولناک منہ کھولے ان سب کا انتظار کر رہا ہے -

قرعہ ڈالا گیا - تو اس شخص کے نام پر نکلا جو اپنی قوم کے عقائد کی خرابیوں سے تنگ آ کر اور اصلاح حال کی کوششوں میں مایوس ہو کر وطن سے ہجرت کر رہا تھا - ملاحوں نے یونس ؑ کو پکڑ کر بے دریغ سمندر میں دھکیل دیا - اور طوفان کی تلاطم خیزیوں نے ان انسانوں کی سفاکی اور خود غرضی کا زہرہ گداز

مظاہرہ دیکھ لیا - جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی +

اُدھر آفتاب عالمتاب افقِ مغرب کے تاریک غار میں روپوش ہوا - اُدھر یونس ؑ کو جسے انسان کی نفس پرستی نے اپنے اوہام باطلہ کی تسکین کے لئے امواج متلاطم کے سپرد کر دیا تھا - ایک نہنگ آبی نے دبوچ لیا - اور یونس ؑ شکم ماہی کے قید خانہ ظلمات میں اسیر ہو گیا +

نہنگِ آبی سالم زندہ انسان کو نگل کر تیرہ و تار موجوں کی تہوں میں غائب ہو گیا - اور کشتی دو چار ہچکولے کھا کر سمندر میں غرق ہو گئی +

غروب آفتاب کے ساتھ ہی رات کی تاریکی سائیں سائیں کرتی ہوئی بحرِ مواج پر چھا گئی - مہیب اور تاریک موجیں رات کی سیاہی کو اور بھی دہشتناک بنا رہی تھیں - آسمان پر تیرہ و تار گھٹائیں چھا رہی تھیں - اور یونس ؑ نہنگ آبی کے تاریک شکم کے اندر بے حس و حرکت پڑا اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں خدا کو یاد کر رہا تھا - اگرچہ اس کال کوٹھڑی میں بند ہو جانے پر اس کے حواس ظاہری معطل ہو چکے تھے - تاہم ابھی اس کا دماغ کام کر رہا تھا - اس کا متحرک دل اس کی زندگی کی شہادت دے رہا تھا - خدا کا یہ

برگزیدہ بندہ شکم ماہی کے اندر پڑا سوچ رہا تھا۔ کہ قدرتِ کاملہ کے دست توانا نے کس جرم کی پاداش میں مجھے ظلمات بعضہا فوق بعض کے اِس زندان میں اسیر کر دیا ہے۔ اور میرے لئے کیوں ایسی ہیبت ناک موت تجویز کی گئی ہے۔ معاً اسے خیال آیا کہ میں اپنا فرضِ منصبی چھوڑ کر بھاگا ہوں اور میرا پائے ثبات و استقلال زبردست لغزش کا مرتکب ہو چکا ہے اس خیال کا آنا تھا کہ اس کی رُوح بے قرار ہو گئی۔ مشیّتِ ایزدی کی کرشمہ سازیوں نے اس کے دِل کی آنکھیں کھول دیں اور اس کی زبان پر بے ساختہ یہ کلمات جاری ہو گئے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(تمام کائنات میں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیری شان پاک ہے اور میں فی الواقعہ ظلم کرنے والوں میں سے ہوں)

یونسؑ اس آیت کریمہ کا وِرد کرتے اور استغفار کرتے بیہوش ہو گیا۔ نہنگِ آبی امواجِ تلاطم کے بے پناہ تھپیڑوں سے امان طلب کرتا ہوا خشکی پر چڑھ آیا۔ اور کنارِ آب سے کچھ دُور جا کر جھاڑیوں میں لیٹ گیا۔ امانت جو اس نے خوراک سمجھ کر اپنے پیٹ میں ڈال رکھی تھی اس

کی طاقتِ برداشت سے بہت بھاری ثابت ہوئی۔ اور اُس نے یونس ؑ کو جس طرح نگلا تھا اسی طرح اُگل دیا۔ نہنگِ آبی خود سمندر کی امواجِ متلاطم کے اندر غائب ہوگیا۔

یونس ؑ رات بھر غشی اور بے ہوشی کے عالم میں وہیں پڑا رہا۔ صبح ہوئی تو ایک سرسبز بیل نے یونس علیہ السلام کے جسمِ نزار کو جو شکمِ نہنگ میں رہ کر گوشت کا ایک لوتھڑا بن گیا تھا ڈھانپ لیا۔ کئی دِن یونس ؑ کو اسی عالم میں گزر گئے۔

ایک روز تمازتِ آفتاب نے یونس ؑ کے نیم مُردہ جسم میں حرکت پیدا کردی اور اُس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ عالمِ خود فراموشی سے عالمِ حِسّ و تمیز میں آگیا۔ اس کی زبان پر وہی کلمات جاری تھے جو شکمِ نہنگ کے اندر اس کی قلب کی گہرائیوں سے نکلے تھے۔ وہ اس آیہ کریمہ کا وِرد کر رہا تھا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

حضرت یونس ؑ نے اپنے آپ کو ازسرِنو عالمِ نور و باد میں دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اپنی لغزش سے تائب ہو کر پھر اسی بستی

کی راہ لی۔ جس کے باشندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے وہ قدرت کی طرف سے مامور ہو چکا تھا۔

اس نے بستی میں پہنچ کر تبلیغ و ارشاد کا کام نئے جوش اور تازہ ولولہ کے ساتھ شروع کر دیا۔ اس کے پائے استقلال میں پھر کبھی لغزش نہ آئی۔ اب اُس کی مساعی بارآور ہونے لگیں۔ اور وہ اپنی قوم کو ہدایت کی راہ کی طرف مدعو کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بستی مختلف قسم کی آفات ارضی وسماوی کی آماجگاہ بننے سے محفوظ ہو گئی۔

یونس علیہ السلام کی داستان انسان کے لئے یہ سبق چھوڑ گئی۔ کہ مصلحین اقوام کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آنی چاہیئے۔ اور نیکی کی جدوجہد کو ثمرور ہوتا دیکھنے کے لئے بے صبری سے کام نہ لینا چاہیئے

حصّہ دوم

جس میں

احکام خداوندی سے سرتابی کرنے والی اقوام
کے عبرت انگیز واقعات مندرج ہیں۔

دیباچہ

"الہامی افسانے" کے حصہ اوّل میں صرف ان قصص کے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جو انبیاء کرام علیہم السّلام کی انفرادی زندگیوں کے متعلق قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ اوراق آئینہ میں ان قصص قرآنی کو اُردو زبان کے ادبی پیرایہ میں سپردِ قرطاس کیا جاتا ہے۔ جن میں پروردگار عالم نے نوعِ بشر کو اجتماعی زندگی کے اسرار و رموز کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان اقوام و ملل کے عبرت انگیز واقعات اور ہولناک عواقب بیان فرمائے ہیں۔ جو احکام خداوندی سے سرکشی کرنے اور انبیائے کرام علیہم السّلام کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم کو چھوڑنے کے باعث ایسی فنا ہوئیں

کہ ایک لرزہ خیز داستانِ عبرت کے سوا ان کا کوئی نام و نشان صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہ سکا۔

قرآن حکیم نوعِ انسانی کو اپنا مخاطب بنا کر بار بار کہتا ہے۔ کہ ان قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ پر غور کرو جو تم سے پہلے سطحِ ارضی پر آباد ہوئیں۔ جنہوں نے اپنی جد و جہد سے تمدن و عمران کی سر بفلک عمارتیں تعمیر کیں۔ اور اپنی ترقیات کو مختلف شعبوں میں معراجِ کمال تک پہنچا کر اپنے دنیوی جاہ و جلال کو پائیدار بنانے کی کوششیں کیں۔ لیکن وہ سب کی سب اپنی بدکرداریوں کی پاداش میں لقمۂ نہنگِ اجل ہوگئیں۔ اپنے عصیان و طغیان کے باعث فنا کے گھاٹ پار اُتر گئیں۔ کس لئے؟ اس لئے کہ ان کے تمدن و عمران کی اساس درست نہ تھی۔ وہ اپنی ہنگامی کامیابیوں اور کامرانیوں پر اس قدر مغرور ہوگئیں۔ کہ انہوں نے خدائے جلیل کی قدرتِ مطلقہ و کاملہ کو ہیچ سمجھنا شروع کر دیا۔ اس کا صریح انکار کیا۔ اس کے فرامین سے جان بوجھ کر سرکشی اور سرتابی کرنے کے جرم کی مرتکب ہوئیں۔ اور کائنات کے اس انتظام کو جو نوعِ انسانی کے فائدہ کے لئے عامل و نافذ ہے ان ارباب من دون اللہ کی طرف منسوب کیا

جو خود انہی کے اوہام و ظنون نے اپنی خواہشات کے مطابق تراش رکھے تھے۔

ان قصص میں جو اقوام سابقہ کے متعلق قرآن حکیم میں آئے ہیں انسان کو اس حقیقتِ کبرےٰ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ جب کوئی قوم خالقِ ارض و سما کی محیط و مقتدر قدرتِ کاملہ کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے۔ اور اپنے عروج کو اپنی ہی کوششوں اور محنتوں کا ثمر سمجھ کر خدائے جلیل کے ساتھ دوسری طاقتوں کو شریک بنانے لگتی ہے۔ یا اس کی ہستی کا انکار کرتی ہے۔ تو پروردگارِ عالم کی قدرتِ کاملہ اپنی بے شمار مخفی قوتوں میں کسی قوت کو اور یا کائناتِ ارضی و سماوی کے ان گنت عواملِ عنصری میں سے کسی عامل کو اس قوم کی سرزنش کے لئے مامور کر دیتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں انسان کے تمدن کی تمام پائیداریاں ہیچ اور اس کی ہر قسم کی تمدنی اور عمرانی ترقیاں بے بس ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور مللِ قدیمہ کی حیرت انگیز ترقیات کی تاریخ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انہوں نے تمدن کی خاطر فاطرِ ہستی کی قدرتِ کاملہ و مطلقہ سے روگردانی اور سرکشی کر کے سطحِ ارضی پر اپنی ہیبت و جبروت کا سکہ جمانے کی کوشش

کی۔ اور عوامل قدرت میں سے کسی عامل نے اُٹھ کر انہیں اور ان کے سارے تمدّن کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا کہ اجڑی ہوئی بستیوں کے مٹی اور ریت کے نیچے دبے ہوئے آثار اور اُن کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کے بکھرے ہوئے افسانوں کے سوا کوئی چیز اُن کی یاد تک دلانے والی باقی نہ رہ گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ شرک اور بُت پرستی کی گمراہیوں میں مبتلا ہو کر معمورۂ عالم کو طرح طرح کے فسق و فجور سے معمور کر دیا تو اس پر زمین کے شگاف اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ جن کی راہوں سے پانی کے ایک ہیبتناک طوفان نے حملہ کر کے تمام انسانی آبادیوں کو ڈھانپ لیا۔ اور خدا کی ہستی سے انکار اور اس کے احکام سے سرتابی کرنیوالے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ قوم عاد کے گردن فرازوں کو آٹھ دن اور آٹھ رات مسلسل چلنے والی تیز آندھی نے ناگہانی موت کی نیند سُلا دیا۔ قوم ثمود کی پیٹھ پر خدائے قدیر و جلیل کی قدرتِ کاملہ کا تادیبی اور تخریبی تازیانہ خوفناک گرج اور بجلی کی صورت میں لگا جس نے آناً فاناً سب کو بے جان کر کے رکھ دیا۔ سدوم اور عمورہ کی بستیاں اپنے باشندوں

کے شرک و طغیان اور فسق و فجور کے باعث زلزلہ کے ہلاکت خیز جھٹکوں اور آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ سے اچھل اچھل کر گرنے والے سنگریزوں کی بے پناہ بارش سے تباہ ہوگئیں۔ مدین والوں اور جنگل کے باشندوں کو دھوئیں کی گھنگور گھٹاؤں نے گھیر لیا۔ اور زلزلہ نے انکی عمرانیات کا خاتمہ کر دیا۔ آلِ فرعون کے لئے بحیرۂ قلزم کے پانی نے منہ کھول دیئے سبأ والوں کی بستیاں پہاڑوں سے امڈ امڈ کر آنے والے سیلِ رواں کے سامنے بہ گئیں۔ اور وہ ملک جو سرسبزی و شادابی میں بے مثل سمجھا جاتا تھا لق و دق صحرا بن کر رہ گیا۔ جس میں باغوں اور گلستانوں کی جگہ بیریاں اور جھاڑیاں اگ آئیں۔ بنی اسرائیل مخالف اقوام کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوئے۔ اور اصحابِ فیل کا تیا پانچا محیط ہوائی کی مخلوق یعنے ابابیل نے مٹی کی کنکریاں گرا کر کر دیا۔

قرآن حکیم نے ان مللِ قدیمہ کے ہولناک انجاموں کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے جو عناصرِ قدرت کی بے پناہ انتقام طلبیوں کا تختہ مشق بنیں اگر بدکردار ملل کو سزا دینے کا معاملہ محض انسانوں کے مختلف گروہوں کے باہمی جدال و قتال پر موقوف ہوتا اور نوعِ انسانی کی تاریخ ایسے ہولناک

واقعات سے یکسر خالی ہوتی جن میں عوامِلِ قدرت نے قوموں کی قوموں کا صفایا کر دیا۔ اور ان کے ترقی یافتہ تمدنوں کی بساط الٹ کے رکھدی تو کوتاہ نظر فلسفی کہہ سکتا تھا کہ انسانوں میں بقائے اصلح کا وہی اصول کارفرما ہے جو کرۂ ارضی کی حیوانی زندگی میں کشمکش حیات کے لئے ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ یعنی طاقتور قومیں زیر دست قوموں کو پامال اور محو کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اِس معاملہ میں کسی فوق الفطرت اور قادر و قدیر مخفی طاقت کی کارفرمائیوں کو مطلقاً کوئی دخل حاصل نہیں۔ لیکن خرد باختہ فلسفیوں کا فکر اس عقدہ کو حل نہیں کر سکتا۔ کہ عوامِلِ قُدرت کیوں یک بیک انسان کے دشمن بن کر اُس کی قرنہا قرن کی محنتوں کے ثمرات کو کالعدم کر دیتے ہیں؟ وہ ایسے عظیم الشوکت حادثات کو محض اتفاقات پر محمول کرتا ہے اور بول اُٹھتا ہے کہ اس قسم کے حوادث اسی مادرِ قُدرت کے مزاج کی برہمی کا نتیجہ ہیں۔ جس کے آغوش میں انسان و حیوان اور ہر قسم کی موجودات ارضی و سماوی پرورش پا رہی ہے۔ قرآن دانش فروش فلسفیوں کے اس نظریہ کی پُورے زور سے تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس قسم کے ہولناک حوادث بھی اسی خدا کے بنائے ہوئے خاص قانون

کے ماتحت رونما ہوتے ہیں جس نے ارض و سما کو پیدا کیا۔ اور اُس کی موجودات کے اندر ہر قسم کی صلاحیتیں رکھ دیں۔ عناصر قدرت کی بکھیری ہوئی ہولناکیاں اور تباہیاں خود انسان کے اعمال و افعال۔ اخلاق و عادات اور افکار و عقائد کے نتائج ہیں۔ جیسے کرۂ ارضی پر ایک خاص حد تک فعل مختار بنا کر امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے۔ وہ اس نظریہ کے ثبوت میں متذکرہ صدر ملل کی تاریخ کو ثبوت اور شہادت کے طور پر پیش کر کے کہتا ہے کہ کرۂ ارضی کے تمام حوادث کو اسی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھو گے تو تمہیں حقیقتِ حال معلوم ہو جائے گی۔ اور تم اپنے لئے صحیح راہِ عمل تلاش کرنا چاہو گے تو کر سکو گے۔

بہرحال قرآنِ پاک اس سلسلہ میں نوعِ انسانی کو یہ بنیادی اصول سمجھانے کا خواہاں ہے کہ چہ من حیث الفرد و چہ من حیث القوم اگر انسان خدائے وحدہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ پر ایمان لا کر اپنے اعمال و افعال اور افکار و عقائد کو اس کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ڈھال لے اور اپنی زندگی کو اس معبودِ حقیقی کی رضا کے تابع بنا لے تو عواملِ قدرت اور موجوداتِ کائنات اس کے تابعِ فرمان ہو جاتے ہیں۔ عناصر اس کی مدد کرتے ہیں

ہر قسم کے فوز کی راہیں اُس پر کھُل جاتی ہیں - اور تسخیر قوائے فطرت کے مقصد عظیم میں زیادہ سے زیادہ کامیابیاں اور بہتر سے بہتر نصرتیں اس کے قدم چومنے لگتی ہیں - لیکن اگر وہ اس قادر مطلق سے بے نیاز ہو کر کرۂ ارضی پر فرمانفرمائی کرنے کی کوشش کرنے لگے - اور ان معمولی کامیابیوں پر جو اُسے مُہلت اور امتحان کی آزمائشوں کے طور پر حاصل ہوں مغرور ہو کر اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا نافرمان ہو جائے تو ہر قسم کا فسق و فجور اس کی زندگی میں سرایت کر جاتا ہے - اور قدرت کے وہی عناصر و عوامل جو اس کی خاطر موجود ہیں - تاکہ وہ اُن سے کام لے کر اپنی زندگی کو بہتر اور با آرام تر بناتا چلا جائے - اس کے جانی دشمن بن جاتے ہیں - اور اس کی قرنہا قرن کی محنتوں اور کاوشوں کے ثمرات کو چشم زدن میں فنا کر کے رکھ دیتے ہیں -

اس ملِ قدیمہ کے تذکار سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے - کہ انسان اور نوعِ انسان کی روحانی و اخلاقی کیفیات کو کائنات کے مادی عوالم کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے - یہی وہ نکتہ ہے - جس کو سمجھنے کے بعد عارفینِ راہِ صداقت خدا کا عرفان حاصل کرتے ہیں اور مقصدِ حیات کو پورے طور پر سمجھ کر اپنی زندگی کو اسی کے حصول کے لئے

وقف کر دیتے ہیں۔ عصر حاضر میں جبکہ انسان کی علمی کامیابیاں اسے پھر عصیان و عدوان کی اس انتہائی معراج پر لے جا رہی ہیں جہاں پہنچکر فرعون مصر نے "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کا دعوٰے کیا تھا۔ اور نمرودِ بابل نے "اَنَا اُحْیِیْ وَاُمِیْتُ" کا نعرہ لگایا تھا۔ ملل قدیمہ کے حالات و واقعات اور اُن کے ہولناک انجاموں کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ملل فرنگ کے چند روزہ عروج نے کرۂ ارضی کو پھر اسی قسم کے فسق و فجور سے معمور کر دیا ہے۔ جو قوم نوح۔ قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم لوط۔ اہلِ مدین اور دوسری متعدد اقوام پر آسمانی ہلاکتیں برسانے کا موجب ہوا تھا۔ آج ملل فرنگ اور ان کی متبع اور مقلد اقوام پر قرآن پاک کی بیان کی ہوئی اس حقیقت کبریٰ کے اظہار و اعلان کی اشد ضرورت ہے کہ تم بھاپ، بجلی۔ ریڈیم اور دیگر قوائے فطرت کو تابع فرمان بنا لینے اور فراعنۂ مصر و نماردۂ بابل کی طرح اپنے تمدن کے قصور کو ہمالیہ کی چوٹی سے بھی ارفع و اعلےٰ کر لینے۔ بحر و بر کو اپنے حیطۂ اقتدار میں لانے اور ہوا کے کندھوں پر سوار ہو کر اڑنے کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے باوجود ہلاکت و بربادی کی طرف جا رہے ہو۔ تم صراطِ مستقیم سے ہٹ کر

پھر اسی راہ پر ہو لئے ہو۔ جس پر چل کر عاد اور ثمود۔ اصحاب الایکہ اور
اہلِ سدوم وعمورہ وغیرہم ابدی ہلاکتوں کا شکار ہوئے تھے۔ قرآن
ان کوتاہ نظروں اور غفلت کے متوالوں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے:۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي
الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ
كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ
قُوَّةً وَأَثَارُوا
الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا
أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا
وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم
بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا
كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلَٰكِن كَانُوا

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں
(اگر یہ کرتے تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے
پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیسا (بُرا) انجام
ہوا۔ وہ لوگ ان سے قوت میں بھی کہیں
بڑھ کر تھے۔ انہوں نے زمینیں بھی
جوتیں اور ان لوگوں نے زمین کو اپنی
عمرانیات سے جس قدر پُر کیا ہے۔ ان
سے کہیں زیادہ ان (پہلوں نے) پُر کیا
تھا۔ اور ان کے پاس ان کے رسول بھی
کھلی کھلی باتیں اور نشانیاں لیکر آئے
تھے (انہوں نے اپنے اعمال کی سزا
پائی) اللہ اس امر کا خواہاں نہ تھا کہ

اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ○ | اُن پر ظلم کرے۔ لیکن وہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے (لہٰذا تباہ ہو گئے) ۹۰

سُوۡرَةُ رُوۡم

رکوعِ اوّل

بنوکد نصر کے ہاتھوں یروشلیم کی تباہی اور بنی اسرائیل کی بربادی کے قصے میں ایک ایسی قوم کے انجام کی خبر دی گئی ہے جس کے افراد راہِ ہدایت کو قبول کر لینے کے بعد دین کو کھلونا بنا لیتے ہیں۔ جو بحیثیت مجموعی خدا کے منکر تو نہیں ہوتے لیکن مسلّمات دینی کی مختلف توجیہیں وتاویلیں کر کے طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان صلاحیتوں کو کھو بیٹھتے ہیں جو نوعِ انسانی کی اصلاح و رہنمائی کے لئے مؤمنین کے گروہ میں رہنی چاہئیں " راہِ نجات " میں اس قوم کی پیدائش کا تذکرہ ہے۔ جو نوعِ انسانی کے لئے صحیح رہنمائی کا آخری خدائی سرچشمہ بن کر آئی ہے اور جس کے کندھوں پر قیامت تک کے لئے پیدا ہونے والے انسانوں تک پیغامِ ربّانی پہنچانے کا فریضہ عائد ہو چکا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کو جو عصرِ حاضر میں کرۂ ارضی کے اکثر نقاط پہ بنی اسرائیل کی طرح ملل فرنگ کے بنوکد نصری حملوں کا شکار ہو رہی ہے اپنے انحطاط و زوال کے اسباب

وعلل تلاش کرنے لئے ملل سابقہ بالخصوص بنی اسرائیل کے حالات کی جانچ پڑتال کرنی چاہیئے - اور دیکھنا چاہیئے کہ کون کون سے روحانی اور اخلاقی امراض ان کی اجتماعی زندگی کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں - جن کی وجہ سے وہ نوعِ انسانی کی اصلاح و رہنمائی کے فریضہ سے محروم ہو رہی ہیں - ملّتِ اسلامیہ کے افراد کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کرۂ ارضی پر نوعِ بشر کی بقا و ترقی کا انحصار اب اسی قوم کی روحانی اور ایمانی کیفیت پر ہے - جسے اپنے اعمال کے بل پر خیر الامم بننا اور کہلوانا ہے - جب تک یہ قوم منشائے ایزدی کو پورا کرنے کے لئے کرۂ ارضی پر موجود ہے - انسان کے لئے تائب ہونے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے مواقع بھی موجود ہیں - تاکہ نوعِ انسانی کی زیادہ سے زیادہ سعید روحیں راہِ ہدیٰ کو پا کر ان نعمِ خداوندی کی مستحق بن سکیں جو عقبیٰ میں ایماندار اور نیکوکاروں کے لئے مقدر ہو چکی ہیں - اگر ملّتِ اسلامیہ نے اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیا اور دنیا پھر کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں محصور ہو گئی - تو حسبِ دستور سابق نوعِ بشر کے لئے کوئی دوسرا البشیر و نذیر مبعوث نہ ہوگا - بلکہ وہ ساعت آ جائے گی جو نوع

انسانی کی موجودہ دنیوی زندگی کا خاتمہ اور اُخروی اور ابدی زندگی کی ابتدا کا باب ہے۔ جس کے بعد نجات پانے والے ابدی طور پر نجات پا جائیں گے اور محرومین ہمیشہ کے لئے عذابِ خداوندی میں گرفتار ہو جائیں گے۔

ملّتِ مُسلمہ کے افراد اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال و کردار سے اس سوال کا جواب دینے کے لئے مسئول ہیں۔ کہ انہوں نے نوعِ اِنسانی کے کس قدر افراد کو ابدی ہلاکت سے بچانے کے لئے جدوجہد کی۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟

مرتضٰی احمد خان

یکم محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

مطابق ۵-اپریل ۱۹۳۸ء

طوفانِ آب

جس میں

اُس قوم کی تباہی کا حال بیان کیا گیا ہے

جسے حضرت نُوح علیہ السّلام نے حق کا

پیغام سُنایا۔ لیکن اُس نے قبول نہ کیا۔

تذکرہ

حضرت نوح علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طوفانِ آب

"منو سلیح کا پوتا باؤلا ہو گیا۔ لمک کا بیٹا عقل سے ہاتھ دھو بیٹھا
نوحؑ کا دماغ چل گیا۔ یہ اور اسی قبیل کے دوسرے فقرات تھے جو اولادِ
آدمؑ کی اس متمدن بستی میں ہر کہ و مہ کی زبان پر سنائی دے رہے تھے جسے
نوعِ انسان کی ابتدائی کوششوں نے وادئ دجلہ و فرات کے ایک مقام
پر تعمیر کر رکھا تھا۔ آدمؑ نے اپنی اولاد کو محبت و رافت اور حلم و مساوات
کے ساتھ رہنے کی تلقین کی تھی۔ اور اس امر کی تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے
ہاتھوں، اپنے دماغوں اور اپنے بدنوں کی متحدہ مشقتوں سے اس کرۂ
ارضی پر اسی قسم کی جنت تعمیر کر لیں جس سے آدمؑ و حوّا کو اپنی ایک معمولی
سی لغزش کے باعث نکلنا پڑا تھا تاکہ ان کی اولاد معاش کے جھمیلوں سے

نجات پاکر پُوری فراغت قلبی کے ساتھ خدائے قدوس کی بارگاہ میں اُن کے اس جرم کے لئے مغفرت کی طالب ہو سکے جو اغوائے شیطانی کے باعث ان سے سرزد ہو چکا تھا - اور انہیں ہر قسم کی ارضی و سماوی مصیبتوں کی آماجگاہ بنانے کا موجب بنا تھا - آدمؑ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس کی اولاد میں سے وہی لوگ حیات جاودانی و عیش غیر فانی کی منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں گے جو اپنے خالق و مالک کے ساتھ عبودیت کے رشتے استوار کر کے اعمالِ صالح کے مرتکب ہوتے رہیں گے - اپنے نوعی بھائیوں کا حق پہچانیں گے - نہ اپنی جانوں اور اپنے جسموں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوں گے نہ دوسروں کو اپنے جور کا تختۂ مشق بنائیں گے جو صداقت شعاری - حق پرستی - حق شناسی اور حق رسی کی راہ پر چلیں گے اور خدا کے ان نیک بندوں کے مواعظ پر کاربند ہوں گے جو خدائے قدیر کی طرف سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خدمت پر وقتاً فوقتاً مامور ہوتے رہیں گے یعنی اس مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے پُوری کوشش کریں گے جس کی تڑپ نوعِ انسانی کے ہر فرد کے دِل میں موجود ہے - اور جس کیلئے اس صاحبِ فہم و شعور مخلوق کی تخلیق عمل میں لائی گئی ہے *

[اگر آدمؑ کی اولاد بحیثیت مجموعی اپنے بزرگ باپ کی نصیحتوں اور وصیتوں پر عمل پیرا ہوتی تو اس کے لئے اس عالم ارضی کی تمام مشکلات پر قلیل سی مدت میں قابو پا لینا اور قوائے فطرت کو مسخر کر کے اپنے آپ کو خدائی مغفرت و انعام کا مستحق بنا لینا نہایت آسان کام تھا] بہت ممکن تھا کہ وہ چند پشتوں کے اندر اندر یعنی نوحؑ کے دادا متوسلح کی پیدائش سے بہت پہلے اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ جاتی۔ ارض و سما کی برکتوں کے تمام دروازے اس پر وا ہو جاتے۔ کائنات کی ظاہری اور مخفی قوتیں اس کے سامنے سربسجود ہو جاتیں کانٹے چھانٹ کر الگ پھینک دیئے جاتے۔ اور اُن کی جگہ سدا بہار پھول نکل آتے۔ ہر طرف حسنات کی حکم فرمائی ہوتی اور نوعِ انسانی کا گھرانا اسی جنت الفردوس میں بن جاتا جس کی حدیں لامتناہی اور جس کے عیش لازوال ہیں جہاں کلفتوں کا نام و نشان نہیں اور صعوبتیں وہم و گمان میں نہیں آ سکتیں۔

لیکن آدمؑ کی اولاد آدمؑ کے بنائے ہوئے راستے سے بھٹک چکی تھی۔ کرۂ ارضی پر بود و باش کرنے کی صعوبتوں نے انہیں خود غرضیوں کا شکار بنا دیا۔ وہ ایک دوسرے کا حق غصب کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ظلم و تعدّی سے پیش آنے لگے۔ زبردستوں نے زیردستوں کو دبا لیا۔ طاقتوروں

نے کمزوروں کا تیا پانچا کر ڈالا۔ عصیان وعدوان کے نشہ نے انہیں فسق و فجور میں مبتلا کر دیا۔ انسانیت ذلیل ہو گئی۔ نوعِ انسانی کے افراد میں بہائم کی صفات عود کر آئیں۔ آدمؑ کا بنایا ہوا طرزِ بود و ماند گلدستۂ طاقِ نسیان بنا دیا گیا اور اس کی جگہ طاقت کے بل پر اقتدار حاصل کرنے والے لوگوں نے عامۃ الناس کو اپنے بنائے ہوئے دستور کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر لیا جو ان کی اغراضِ نفسانی پر مبنی تھا۔ کائنات ارضی وسماوی کے مالک و مختار کا خوف دلوں پر سے کافور ہو گیا۔ اور اُس کی جگہ اسی زمین کے قاہروں اور جابروں نے انسانوں کی گردنیں اپنے سامنے جھکوانی شروع کر دیں۔ دیوتاؤں کی پرستش ہونے لگی اور کائنات کی مخفی قوتیں جو نوعِ انسانی کی راست روی کی حالت میں اُس کی ممد و مددگار بنتیں۔ اور اس کے کہے پر چلتیں اُس کی مخالفت پر صف آراء ہونے لگیں انسان کی سیہ کاریوں نے نہ صرف اپنی سوسائٹی کو مکروہ اور گھناؤنی بنا لیا۔ بلکہ کائنات ارضی وسماوی میں حسن پیدا کرنے کے بجائے اُس میں بدصورتی اور بدنمائی پیدا کر دی۔ کیونکہ انسان کے اعمال کی صدائے بازگشت ساری کائنات میں گونجتی اور چکر لگاتی ہے۔ ان ستاروں کو بھی متاثر کرتی ہے جو کرۂ ارضی سے اربہا ارب سال کی مسافت پر واقع ہیں۔ انسانی ضمائر کے اندر نیک

یا بد خیالات کے جو طوفان اُٹھتے رہتے ہیں وہ ان عناصر کے اندر ہیجان پیدا کر دیتے ہیں جن کی ترکیب سے یہ مادی کائنات معرض وجود میں آئی ہے ظلوم و جہول انسان اگر اس حقیقت سے بے خبر ہے تو ہو لیکن خدائی قانون یہی ہے اور اسی پر کائنات کے نظام کا دار و مدار ہے۔

یہ حالات تھے جب نوحؑ نے حکمت و شعور حاصل کرنے کے بعد اپنی قوم کے مصائب کو بھانپا اور انہیں اصلاح کرنے کی تلقین شروع کر دی۔ نوحؑ نے کہا کہ اے راہ گم کردہ لوگو! تم نے اس قادر مطلق کے احکام کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا ہے۔ جو ارض و سما میں حکم فرما ہے۔ تم نے اس منشا کو فراموش کر دیا ہے۔ جس کے لئے تمہاری تخلیق معرضِ وجود میں لائی گئی تھی۔ تم اپنے جسموں اور اپنی جانوں نیز اپنی سوسائٹی کے اندر محاسن پیدا کرنے کے بجائے معائب فراہم کر رہے ہو۔ جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہلاکتیں اور بربادیاں تم پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں اور تم نیست و نابود ہو جاؤ۔

نوحؑ لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی برائیاں دُور کرنے کی تلقین کرتا تھا لوگ اس کی باتوں کو پاد رہوا سمجھ کر اس سے استہزا کرتے تھے۔ نوحؑ

کہتا تھا کہ اے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے انسانو! تمہارا عصیان و عدوان اپنی معراجِ کمال کو پہنچ چکا۔ تمہاری سیہ کاریوں نے اپنی آخری حد دیکھ لی۔ تمہارے ظلم نے مظلومین کے دلوں میں بیچارگی کے احساس کا ایک خوفناک طوفان برپا کر دیا۔ اور وہ وقت نزدیک آ رہا ہے جب قدرت کی مخفی قوتیں تمہارے سروں پر ٹوٹ پڑیں اور تمہیں اِن بداعمالیوں کی قرار واقعی سزا دیں۔ جن میں تم مبتلا ہو رہے ہو۔ لیکن فسق و فجور کی بدمستیوں میں سرشار انسان اسے مخبوط الحواس قرار دیتے اور کہتے تھے کہ ہم کونسی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دنیا کا دستور یہی ہے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ اور زندگی کا طریق وہی ہے جس پر ہم کاربند ہیں۔

سالہا سال تک کسی نے نوحؑ کی باتوں کو درخورِ اعتنا خیال نہ کیا۔ برسوں کی محنت کے بعد چند انسانوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔ اور اُس کے پیغام کو صحیح قرار دیا۔ اُس کے نصائح کو قابلِ عمل اور اُس کے احکام کو واجب الاذعان سمجھا۔ یہ حال دیکھ کر بستی کے ان فاہر انسانوں کو اپنے اقتدار کے چھن جانے کی فکر لاحق ہونے لگی۔ جنہوں نے انسانوں کے گلوں کو بیچارگی

کی حالت میں پہنچا کر اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ وہ نوحؑ کی ذات میں اپنے اقتدار کے لئے ایک مستقل خطرہ کا سرچشمہ دیکھنے لگے جس کی سوتوں کو بند کرنا ان کے لئے فرض لازم ہو گیا۔ انہوں نے نوحؑ کو اپنے اجلاس عام میں طلب کیا۔ اور اس سے اس کی سرگرمیوں کے متعلق باز پرس کرنے لگے نوحؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی زبان پر مہر خاموشی لگا دے اپنے خیالات کی اشاعت یک قلم بند کر دے۔ اُن کے دیوتاؤں کی طاقت و عظمت کا اعتراف کرے اس کے ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی گئی۔ کہ اگر تم نے اپنی عجیب و غریب باتیں سُنا سُنا کر رذیلوں اور کمینوں کو پھسلانے کا معرکہ جاری رکھا تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ مملکت بابل کی متمدن سوسائٹی ایسی یاد رہوا باتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی جو نہ ہم نے اپنے آبا و اجداد سے سُنیں اور نہ کسی اَور ما فوق الفطرت ہستی نے ہمیں بتائیں۔ نوحؑ پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے کو خدا کا پیغمبر ظاہر کر کے دنیوی اقتدار کے حصول کا متمنی ہے جمعیت بنا کر قوم کا سردار بننا چاہتا ہے۔ رذیلوں کو اُبھارنے اور رؤسا کو گرانے کا خواہاں ہے

نوحؑ نے جواب دیا:۔ غافل انسانو! میں تمہیں تمہاری بھلائی کی راہیں دکھاتا ہوں۔ اگر تم نے خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عظمت و جلال

کے سامنے سر نیاز نہ جھکایا اور ظلم و طغیان سے ہاتھ نہ کھینچا تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ میری روح کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ قدرت کی مخفی قوتیں تمہارے لئے ایک خوفناک طوفان لانے کا بندوبست کر رہی ہیں۔ جو تمہاری بستیوں کو ویران کر دے گا۔ تم سب غرق ہو جاؤ گے۔ تمہارا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ مجھے تمہارا سردار بننے کی خواہش نہیں۔ میں دولت فراہم کرنے کا متمنی نہیں۔ میں اس قومی خدمت کیلئے جو بجالا رہا ہوں تم سے کسی قسم کے اجر کا خواہشمند نہیں۔ قوم کے سردار تمہیں بنے رہو لیکن ظلم و طغیان سے باز آجاؤ۔ ان معبودوں کی پرستش چھوڑ دو جو تمہاری ہوا و ہوس نے تمہارے لئے وضع کر رکھے ہیں۔ تاکہ وہ عذاب جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے تم پر سے ٹل جائے۔ عناصر کی افواج کا وہ اجتماع جسے کائنات کی مخفی قوتیں تمہارے خلاف عمل میں لا رہی ہیں منتشر ہو جائے۔ اور تم امن و امان کے ساتھ پروردگار عالم کے اس منشار کو پورا کرنے لگو جس کے لئے تم پیدا کئے گئے تھے۔"

نوحؑ کی تقریر کے بعد رؤسا کے ماتھوں پر شکنیں پڑنے لگیں۔ ان کی ابروئیں اظہارِ خفارت کے لئے تن گئیں۔ انہوں نے اپنی عباؤں

کے دامنوں سے اپنے چہرے چھپا لئے۔ اور اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ ہم تمہاری باتیں سننے کے لئے تیار نہیں۔ سرداروں کی اس محفل نے نوحؑ کو آخری دفعہ ڈانٹا۔ اور کہدیا کہ جاؤ اور اس طوفان کے لانے کا بندوبست کرو جس کے قصے سنا سنا کر تھڑدلوں کو خائف کر رہے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ آج کے بعد تمہیں لوگوں کو پھسلانے کا موقع نہ دیا جائے گا۔ اور جہاں تم اپنے دین کی تبلیغ کرو گے وہیں تمہیں روکا اور ٹوکا جائے گا۔

نوحؑ کے ساتھی جنہیں طوفان کے آنے کا اسی طرح یقین تھا جس طرح کہ عام حالات میں اگلے دن طلوع ہونے والے آفتاب کے افق مشرق سے نمودار ہونے یا رات کی تاریکی میں آسمان کے صاف مطلع پر ستاروں کے چمکنے کا یقین ہو سکتا ہے۔ چند روز کے سامان خورد و نوش کے ساتھ اس کشتی پر سوار ہو رہے تھے جسے نوحؑ نے اپنے تین بیٹوں اور دوسرے رفیقوں کی مدد سے تعمیر کر لیا تھا۔ حیوانات و طیور کے جوڑے کشتی کی نچلی منزلوں میں سوار کرائے جا رہے تھے۔ انسان بالائی منزل میں اپنا ڈیرا جما رہے تھے۔

آسمان کا مطلع صاف تھا۔ کشتی خشک زمین پر پڑی تھی۔ اہلِ بابل کے ٹھٹ کے ٹھٹ اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھنے کے لئے جمع ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو ایک مخبوط الحواس انسان کے کہنے پر کشتی پر سوار ہو رہے ہیں۔ اور اس اَمر پر یقین کر رہے ہیں۔ کہ رات کی آمد کے ساتھ ہی خشکی تری سے بدل جائے گی۔ اور آبادی سمندر بن جائے گی۔ دن اسی ہا و ہُو میں گذر گیا۔ کشتی کے انتظامات مکمل ہو گئے۔ اور نوحؑ نے غافل انسانوں کی بھیڑ پر ایک آخری لیکن پُر حسرت نگاہ ڈال کر کشتی کے دروازے بند کر لئے۔

کچھ لوگ بستی کی طرف سے بھاگتے ہوئے اس ہجوم کے پاس آئے جو کشتی پر نوحؑ اور اس کے رفقاء کے سوار ہونے کا تماشا دیکھ رہے تھے اور ان کی حرکت پر استہزا کر رہے تھے۔ آنے والوں نے خبر دی کہ ایک تنور سے زمین کی سوتیں پھوٹ نکلی ہیں۔ اور پانی زور سے نکلنے والے فوارے کی طرح اچھلنے لگا ہے۔ گلیوں میں سیلاب اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ گھروں کے منفذ پانی سے بھرپور ہو رہے ہیں۔ یہ خبر سُن کر اس ہجوم میں ایک ہلڑ مچ گیا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے

تاکہ اپنے اہل و عیال اور ساز و سامان کی حفاظت کا بندوبست کریں۔ تماشا کے شوقینوں نے اُس تنور کی راہ لی۔ جہاں پر قدرت کی اس فوق العادت نیرنگی کا ظہور ہو رہا تھا۔ ایک طرف سے صرصر سرد کا ایک زبردست جھونکا آیا۔ آسمان پر دیکھتے دیکھتے تیرہ و تار گھٹائیں چھا گئیں۔ موسلا دھار پانی برسنے لگا۔ بابل میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ اُدھر زمین اپنے جوف کا پانی اُگل رہی تھی۔ اُدھر آسمان سیلاب برسا رہا تھا۔ عمارتیں گرنے لگیں پانی چڑھتا چلا گیا۔ لوگ ڈوبنے لگے۔ کسی طرف جائے مفر نظر نہیں آتی تھی۔ پناہ لینے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ لوگوں نے اشجار کی ٹہنیوں پر چڑھ کر جان بچانے کی کوشش کی۔ مضبوط اور مستحکم عمارتوں کی چھتوں پر ڈیرے جمائے۔ لیکن سیلاب کی موجوں نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ چند ہی روز میں آبادیوں۔ کھیتوں۔ جنگلوں اور ٹیلوں کی جگہ پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ انسان اور اس کا تمدن تمام غرقاب ہو گیا اور خشکی ایک بحرِ ناپیدا کنار بن گئی۔ جس پر نوح ؑ کی کشتی کوہ وقار موجوں کے تھپیڑے کھاتی ہوئی اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر حرکت کر رہی تھی۔

نوحؑ نے کشتی کے جھروکے میں سے نظر کی تو اسے اپنا بڑا بیٹا کنعان ایک پہاڑ پر چڑھتا ہوا نظر آیا۔ جس کے پیچھے پانی کی سطح بھی بلند ہوتی ہوئی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ شفقت پدری نے جوش مارا اور نوحؑ نے آواز دی کہ آؤ نافرمانوں کا ساتھ چھوڑ دو اور کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ لیکن کنعان جو عصیان و طغیان کا شکار ہو چکا تھا۔ کمال نخوت سے بولا کہ مجھے آپ کی کشتی کی ضرورت نہیں۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا ـــــ اور اپنی جان بچا لوں گا۔ نوح علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ خدا کے غضب سے بچنے کی ترکیب صرف یہی ہے کہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اس خدائی ناؤ پر سوار ہو جاؤ۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اتنے میں پانی کی امواج کا ایک ریلا آیا جو کنعان کو تنکے کی طرح بہا لے گیا۔ اپنے دلبند کو یُوں غرقاب ہوتے دیکھ کر نوحؑ سے نہ رہا گیا۔ اس نے دوزانو ہو کر بارگاہِ ایزدی میں دُعا مانگی۔ کہ بارِ الٰہی! میرے فرزند کو اس ہلاکت سے بچا لے جو آخرت کے دائمی عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ بارگاہ ایزدی سے نوح علیہ السلام کو یہ جواب مِلا کہ تم کس منہ سے اس نافرمان کو اپنا بیٹا کہہ رہے ہو۔ یہ تمہارے اہل میں سے نہیں۔ تمہارے اہل تو وہی لوگ ہیں۔

جنہوں نے تمہارا ساتھ دیا۔ اور تمہارے پیغام کو ٹھیک سمجھا۔ نوح علیہ السلام اس لغزش پر جو اقتضائے فطری کے مطابق اس سے سرزد ہوگئی بہت نادم ہوا۔ اور اس نے خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنا سر نیاز جھکا دیا۔

چالیس دن اور چالیس رات کی مسلسل موسلادھار بارش کے بعد آسمان کا مطلع صاف ہوگیا۔ اس سیلِ روان کے بحرِ ذخار میں جس کے چڑھاؤ نے سرِ بفلک پہاڑوں کی پُرغرور چوٹیاں بھی ڈھانپ لی تھیں اُتار شروع ہوا زمین اپنے اگلے ہوئے پانی کو نگلنے لگی۔ سمندروں نے اس سیلاب کو اپنے آغوش میں لینے کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ کشتی ایک پہاڑ کی چوٹی پر ٹک گئی۔ کشتی نشینوں کی اس مختصر سی جماعت نے جو اس طوفان کی ہلاکت آفرینیوں سے بچ رہی تھی۔ کشتی سے باہر نکل کر از سرِ نو تمدّن انسانی کی بنا ڈالی اور اپنی اولاد کو تلقین کی کہ وہ خدا کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہیں۔ اور اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنائے رکھیں۔ تاکہ خدائے جلیل کے قہر سے محفوظ و مصئون رہ کر اپنے منشائے تخلیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی جدوجہد کر سکیں۔

طوفانِ باد

جس میں

قومِ عاد کی تباہی کی داستان بیان

کی گئی ہے،

نذرِ

حضرت ہُود علیہِ السّلامُ

طوفانِ باد

اس حادثۂ عظیم کو وقوع پذیر ہوئے ایک طویل زمانہ گزر چکا ہے جس میں انسانی ہاتھوں کا تعمیر کیا ہوا تمدن طوفانِ آبی کا شکار ہو کر کامل طور پر تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ مٹھی بھر کشتی نشینوں کی اولاد جو اس طوفان کی زد سے بچ گئے تھے اپنی تعداد کی کثرت کے طفیل سطحِ ارضی کے مختلف اقطاع میں اپنی نئی بستیاں تعمیر کر چکی ہے۔ اور نوعِ انسانی شعوب و قبائل میں منقسم ہو کر اپنی اپنی جغرافیائی حدود کے اندر اپنے معاش کے وسائل کو بہتر بنانے میں مصروف ہے۔ لیکن مرورِ زمانہ کے باعث انسان کی غفلت شعاریاں ان بصائر و عبر کو فراموش کر چکی ہیں۔ جن کا درس اس

طوفان کی عالمگیر تباہی نے آنے والی نسلوں کے لیئے چھوڑا - بالخصوص قبیلہ عاد جو عربستان کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ اور خلیج فارس کے نواحی علاقوں میں آباد ہے - اپنی جسمانی تنومندی اور قدآوری کے بل پر اس قوتِ عاملہ و مطلقہ کی جانب سے یکسر غافل ہو چکا ہے جو کسی مقصدِ خاص کی طرف کائنات ارضی و سماوی کی رہنمائی کر رہی ہے - اور مکروہات کی تعدیم اور حسنات کی تعمیر میں مصروف ہے - قومِ عاد کے افراد اپنی جسمانی اور دماغی طاقتوں کے بل پر دوسری اقوام کو مغلوب کر چکے ہیں - انسان کے فطری حقوق افراد عاد کے غرور و تبختر کے قدموں کے نیچے پامال ہو رہے ہیں - خدائے وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی جگہ پھر قاہر و جابر انسانوں اور ان کے مجسموں یا خیالی دیوتاؤں کی پرستش شروع ہو گئی ہے جن کے نام پر ہر گلی کے موڑ اور ہر راستے کی نکڑ پر عالیشان مندر تعمیر کئے جا چکے ہیں - سوسائٹی اور اس کے افراد و ارکان کی خصلتوں میں وہ تمام خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں جو علیم و خبیر اور سمیع و بصیر قادرِ مطلق کی یاد فراموش کرنے کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں - زندگی کا مقصد غافل انسانوں کے سامنے اسکے سوا اور کچھ نہیں رہا کہ لوٹ گھسوٹ کر معاش پیدا کریں اور لہو و لعب میں وقت

گذار دیں جب انسان کی غفلت شعاریوں کی یہ حالت ہو تو وہ مقصد حقیقی جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اور جسکے حصول کی خاطر اسے دل و دماغ، ہوش و خرد، فہم و ادراک اور سماعت و بصارت کی قوتیں ملی ہیں۔ کس کو یاد رہ سکتا ہے۔ چنانچہ آدم و نوح کا وہ خواب جو انہوں نے نوعِ انسانی کے لئے فراغتِ کامل و اطمینان تام کی زندگی کے متعلق دیکھا تھا اسی طرح شرمندۂ تعبیر بڑا رہا۔ جس طرح کہ نوحؑ کے زمانہ میں تھا۔ اخوت و مساوات اور صلح و سلام کے وہ مناظر جن کو دیکھنے کے لئے انسان کی گزشتہ نسلوں کے صالحین کی آنکھیں بے تاب رہتی تھیں ایک بھلائے ہوئے خیال کی مانند ہو گئے جب انسان اپنی تخلیق کا مقصد فراموش کر دیتا ہے اور خدائے قدیر کی طاقت و عظمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کرنے لگتا ہے۔ تو کائنات کی وہ مخفی قوتیں جو حصولِ حسنات کی جد و جہد میں اس کی مدد کرنے کے لئے موجود ہیں اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہیں اور منزلِ مقصود کی طرف سفرِ انسانی کی ترقی کی رفتار مدھم پڑ جاتی ہے۔ جمود و کسلان کی یہی کیفیت تھی جس میں قبیلۂ عاد کے لوگ دنیوی اقتدار اور حاکمانہ قوت رکھنے کے باوجود مبتلا ہو چکے تھے۔ اور کائنات کی مخفی قوتیں انکی غفلت شعاریو

پر لعنت بھیج رہی تھیں۔

ہود (علیہ السّلام) جو انہی میں سے تھا اپنی قوم کو اسکی غفلت شعاریوں اور سیہ کاریوں پر انتباہ کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ اے میری قوم کے لوگو! تم اس جسمانی اور دماغی تفوق کہ جو تمہیں دوسری اقوام کے افراد پر حاصل ہے۔ نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے بجائے اس کے افساد پر صرف کر رہے ہو۔ تم نے اُس وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی یاد کا دامن چھوڑ کر زندگی کی سراسر غلط راہ اختیار کر لی ہے۔ جو تمہیں کامیابیوں اور کامرانیوں کی طرف لے جانے کے بجائے ہلاکت و بربادی کے گڑھوں میں دھکیل کر رہے گی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم نے اپنی عادات و خصائل کی اصلاح نہ کی۔ اور زندگی کے صحیح مقصد کی طرف قدم نہ بڑھایا تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم برتری حاصل کرے گی جو تم سے اصلح ہو گی۔ لیکن ہُود علیہ السّلام کی تلقینات کا ان مغرور اور سرکش انسانوں پر مطلقاً کوئی اثر نہ ہوا۔ اور انہوں نے اپنے طریقوں میں اصلاح کرنے سے یکسر انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا حادثہ ہماری بنیادوں کو متزلزل۔ ہماری تعمیرات کو ویران اور ہمارے تمدّن کو برباد نہیں کر سکتا۔ ہم طاقت و قوت کے مالک ہیں ہر

قسم کی آفات ارضی و سماوی کے مقابلہ کے لئے سامان اور دماغ رکھتے ہیں۔ اگر تم اپنے دعوٰی میں سچّے ہو تو ذرا اپنے خدا سے یہ کہو کہ ہمارا امتحان لے کر دیکھ لے اور ہمیں کسی کڑی سے کڑی آزمائش میں مبتلا کر دے۔

ہودؑ مایوس ہو گیا۔ اس کی قوم کے افراد اس کے ساتھ تضحیک و استہزاء کا برتاؤ کرنے لگے۔ اس پر عرصۂ حیات "تنگ کر دیا گیا۔ اور اُس کی تلقینات کی شدّ و مدّ کے ساتھ مخالفت ہونے لگی۔

ایک روز قوم عاد کی تماشا گاہ میں ہزاروں انسان ہود علیہ السّلام کو گھیرے اس سے استہزا کر رہے تھے۔ اور ہودؑ انہیں عذاب سے بچنے کے لئے آخری تلقین کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اپنی گردنیں خدائے قدیر کی بارگاہ میں جھکا کر اس سے مغفرت کے طالب ہو جاؤ۔ تاکہ وہ عذاب جو تم پر آ رہا ہے ٹل جائے۔ غافل النالو کی اس بھیڑ سے آواز بلند ہوئی کہ یہ تو اس قسم کی باتیں ہیں جیسی زمانہ قدیم کے لوگوں نے نوحؑ اور اس کے طوفان کے متعلق وضع کر رکھی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ مادی عوامل انسان کی عقل کا مقابلہ کر سکیں۔ اور اُسے تباہ و برباد کر دیں۔ نوحؑ اور اس کے طوفان کے متعلق سُنی سنائی باتوں کی

صداقت کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے؟ اگر تم سچے ہو تو ابھی ہمارے سروں پر بھی اسی قسم کا عذاب لاکر دکھاؤ۔ جیسا تمہارے قول کے مطابق نوحؑ کی قوم پر نازل ہوا تھا۔"

ہُود علیہ السّلام نے دُکھے ہوئے دِل کے ساتھ آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دُور افق پر ایک تیرہ و تار گھٹا چڑھتی ہوئی نظر آئی۔ ہُودؑ نے کہا۔ دیکھو! دیکھو! عذاب الٰہی وہ آرہا ہے۔ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب آگیا۔ تمہیں خدائی سرزنش میں مبتلا کرنے والی ساعت آپہنچی۔ تم عذاب کے طلبگار تھے۔ وہ آگیا۔ تم قہر کے خواہاں تھے وہ تمہیں مل کر رہیگا۔

ہجوم کے افراد نے افق پر سے اٹھتی ہوئی گھنگور گھٹا کو دیکھا۔ اور کمال رعونت سے کہنے لگے۔ تم اسے عذاب کے نشان سے تعبیر کر رہے ہو یہ تو ہماری کھیتوں کو سیراب اور ہمارے باغوں کو شاداب کرنے والا بادل ہے جو موسم کو خوشگوار بنا دیگا اور ہمارے خرمنوں میں اضافہ کرنے کا موجب ہوگا۔"

یہ گھنگور گھٹا دیکھتے دیکھتے سر پر چھا گئی۔ ہوا کی رفتار میں تیزی آنے لگی۔ اور چند لمحہ کے بعد کالی آندھی نے قوم عاد کی ساری کائنات کا احاطہ کر لیا۔ انسان کپڑوں میں سر چھپا کر زمین پر لیٹ گئے۔ درخت جڑ سے

سے اکھڑ اکھڑ کر اڑنے لگے۔ عمارتوں کے سربفلک کنگرے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے شروع ہو گئے۔ کسی کو دوسرے کی خبر لینے کی ہوش تک نہ رہی۔"

آندھی کیا تھی۔ ایک جھلستی ہوئی آگ تھی۔ جانداروں کو کباب سیخ کی طرح تڑپا رہی تھی۔ انسان اور حیوان سب کے سب ریت کی اُڑتی ہوئی چنگاریوں کے نیچے دب رہے تھے۔ اور وہ جسم جن کی قدآوری اور تنومندی پر غافل انسانوں کو ناز تھا جل جل کر چُرمُر ہوتے چلے جا رہے تھے۔"

دن اور رات میں کوئی تمیز نہ رہی۔ سموم کی غضب ناکی میں کسی قسم کا فرق نہ آیا۔ بستیاں ویران ہو گئیں۔ باغات اجڑ گئے۔ لہلہاتے کھیت ریگ زار بن گئے۔ شہر ریت کے نیچے دب گئے۔ آٹھویں دن اس طوفانِ باد کا جوش تھما۔ تو نہ عاد کی قوم کا کوئی نشان باقی تھا۔ اور نہ اس کے تعمیر کئے ہوئے تمدّن کے کوئی آثار نظر آ رہے تھے۔ حضر موت کی سرسبز وادیاں جو اس قوم کے مغرور انسانوں کی غفلت شعاریوں پر کفِ افسوس ملا کرتی تھیں لق و دق صحرا میں تبدیل ہو گئیں۔ جہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آتی جہاں آج بھی بادِ سموم چلتی ہے۔ اور اس طوفانِ باد کی یاد دلا رہی ہے جو عاد کی بستیوں پر عذاب

الٰہی کی شکل میں نازل ہوا تھا۔ نخلستان جو اس ریگ زار کے اندر کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں۔ ہود اور قوم عاد کے دیگر صلحاء کی قدرتی یادگاریں ہیں۔ جو اس ہلاکت سے بچ رہے تھے۔ اگر ریت کے ان ٹیلوں کو ہٹا کر جن کا لامتنا ہی سلسلہ حضر موت اور ربع خالی میں سیکڑوں میلوں تک چلا گیا ہے دیکھا جائے تو قوم عاد کے جابر و قاہر انسانوں کی بستیاں آج بھی نوعِ انسانی کو درس عبرت دینے کے لئے کھنڈروں کی صورت میں مل سکتی ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَلْبَابِ ؕ

خدائی قہر کی بجلی

جس میں

قوم ثمود کے عبرتناک انجام کا

حال درج ہے

نذر

حضرت صالح علیہ السلام

خدائی قہر کی بجلی

وادیٔ قریٰ کی اس بستی کے قریب جو آلِ ثمود نے پتھروں کو تراش تراش کر تعمیر کر رکھی تھی پانی کا صرف ایک ہی چشمہ تھا جس پر اس بستی کے انسانوں اور حیوانوں کی زیست کا دار و مدار تھا۔ آبادی کم تھی تو چشمے کا پانی اس بستی کی تمام ضروریات آبی کا پوری طرح کفیل تھا۔ لیکن جوں جوں انسانوں اور حیوانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ پانی کی وہ مقدار جو اس چشمہ کی سوتوں سے پھوٹتی تھی غیر مکتفی ہوتی چلی گئی۔ ذخیرۂ آب کی کمی اور مانگ کی شدت کے باعث آلِ ثمود کے افراد میں طرح طرح کے جھگڑے برپا ہونے لگے۔ شب و روز چشمہ پر گالی گلوچ اور دھینگا مشتی کا دَور

عالم دیکھنے میں آتا کہ عقلیں ماتم کرتیں اور انسانیت اپنا سر پیٹ کر منہ چھپا لیتی۔ پانی کے پیاسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہونے لگے۔ بغض و فساد کی فراوانیوں نے اس بستی کا امن و امان خطرہ میں ڈال دیا جھگڑا چشمہ کے پانی سے ایک دوسرے کی بہ نسبت زیادہ مستفید ہونے کا تھا لیکن خانہ جنگی کے لئے دیوتاؤں کے نام پر جماعت بندی ہونے لگی ان تلواروں کی دھاریں جو دوسری اقوام کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کے لئے بنائی گئی تھیں۔ اپنوں ہی کا خون بہانے کی نیت سے گھروں کے اندر تیز کی جانے لگیں۔ فراغتِ قلبی اور اطمینانِ خاطر کی وہ زندگی جو آلِ ثمود کی گزشتہ پشتوں کے افراد کو حاصل تھی یکسر مفقود ہوگئی۔ ہر شخص اپنی جگہ غیر مطمئن اور زندگی سے بیزار نظر آنے لگا۔ جس کے دماغ میں ہر لحظہ دوسرے کو ذلیل کرنے اور اس کے مال و منال پر قبضہ جمانے کے وساوس چکر لگاتے اور اس کے قلب کو بیقرار اور اس کی روح کو مضطرب رکھتے تھے۔

ایک روز چشمہ پر اونٹوں اور گوسفندوں کے گلوں کو پانی پلانے کے مسئلہ پر آلِ ثمود کے دو گروہوں کے درمیان اسقدر گرم گفتاری ہوئی۔ کہ دونوں طرف سے تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔ قریب تھا۔ کہ پانی

کے اس چشمہ کی جگہ ان سے خون کی ندی بہنے لگتی لیکن رؤسائے شعوب نے آکر بیچ بچاؤ کر دیا۔ اور فیصلہ ہوا کہ قبیلہ کے احتفال عام میں ان تنازعات کا فیصلہ کیا جائے جو چشمہ کا پانی استعمال کرنے کے سلسلہ میں آئے دن وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

احتفال عام میں آل ثمود کے تمام بالغ افراد جمع ہوئے۔ رؤسا نے جو طرح طرح کی فریب کاریوں کے باعث دوسروں کی بہ نسبت زیادہ متمول ہو چکے تھے۔ اور اپنے تمول کی بنا پر حاشیہ نشینوں کی ایسی جماعتیں پیدا کر چکے تھے۔ جو ہر موقع پر اُن کی ہاں میں ہاں ملاتی اور ان کی خاطر دوسروں کے حقوق پامال کرتی تھیں متفق اللسان ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہماری تمام بدبختیوں کی علت العلل یہ ہے کہ چشمہ کا پانی کم ہو گیا ہے۔ اور اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ صالحؑ ہمارے دیوتاؤں کی توہین کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ تمام دوسری قوتوں سے رشتۂ عبودیت منقطع کر کے صرف ایک خدا کے ہو جاؤ۔ جب صالحؑ نہیں تھا تو ہماری کھیتیاں سرسبز اور ہمارے باغ شاداب رہتے تھے۔ ہمارے جانوروں کو پانی کی قلت کی شکایت پیش نہیں آتی تھی۔ خود ہمیں پیاس کی زحمت میں مبتلا ہونے کی فکر دامنگیر نہیں ہوتی تھی

یہ سب مصیبتیں اسی صالح کی لائی ہوئی نحوست کا نتیجہ ہیں۔ یہ ہر جگہ خدا، خدا، کی رٹ لگانا اور لوگوں کو دیوتاؤں کی پرستش سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صالحؑ کی پیدائش کے باعث ہماری ساری برکتیں کافور ہو گئیں ہمارے چشموں کا پانی سوکھ گیا۔ ہماری کھیتیاں اُجڑ گئیں۔ ہمارے باغ ویران ہو گئے۔ لیکن یہ شخص اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ اور اپنے کام سے ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ اگر صالحؑ دیوتاؤں کی توہین سے محترز ہو جائے تو ہمارے کاہن نذریں دے کر اور چڑھاوے چڑھا کر دیوتاؤں کو خوش کر لیں۔ پھر چشمہ میں پانی بہتات سے آنے لگے۔ اور ہماری تمام ویرانیاں آبادیوں میں تبدیل ہو جائیں ❖

آلِ ثمود کو خدائی پیغام دینے والا صالحؑ بھی اسی محفل میں موجود تھا۔ شیوخِ قبیلہ نے اسے موعظانہ طریق پر خدا کا نام لینے سے باز رہنے کی تلقین شروع کر دی اور کہا۔ صالحؑ! تو اپنے لڑکپن میں تو بڑا سعید، ہوشمند اور ہونہار لڑکا نظر آیا کرتا تھا۔ سنِ رشد و تمیز کو پہنچنے کے بعد تجھے کیا ہو گیا کہ باپ دادا کے طریق کو چھوڑ کر نئی نئی باتیں کرنے لگا اس خدا کو چھوڑ جسے کسی نے نہیں دیکھا اور ہمارے ساتھ مل کر روٹھے ہوئے

دیوتاؤں کو منانے کی کوشش کرو تاکہ دنیا کی برکتیں اور زندگی کی آسانیاں ہماری طرف عود کر آئیں اور ہم اسی فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں جس میں کہ ہمارے آباؤ اجداد گزران کیا کرتے تھے۔"

صالحؑ نے جواب دیا کہ اے میرے قبیلہ کے لوگو! مجھے اپنے خدائے ذوالجلال کی طرف سے اس امر کا کھلا ثبوت مل چکا ہے۔ کہ ہماری تمام بدبختیوں کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے قبیلہ کے لوگ معبودِ حقیقی سے منحرف ہو کر بتوں کی پرستش کرنے لگے ہیں۔ عزیزو! تمہاری ہوس پرستیوں نے طرح طرح کے بُت تراش لئے ہیں۔ جن کی پرستش میں منہمک ہو کر تم اپنی زندگیوں کے حقیقی مقصد سے بہت دُور جا پڑے ہو۔ تمہیں بھائی بھائی اور ایک دوسرے کا مددگار و غمگسار بن کر رہنا چاہیئے تھا۔ لیکن خدائے ذوالجلال کا دامن چھوڑ کر تم ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہو۔ نفرتیں اور کدورتیں تمہارے دلوں میں گھر کر گئی ہیں۔ اپنے اپنے بتوں کی پاسداری نے تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دی ہے۔ میں تو اپنے خدا کی طرف سے بُرہان پہنچنے اور یہ دیکھنے کے بعد کہ تمہاری بداعمالیوں کے باعث چشمہ کا پانی سوکھنے لگا ہے۔ تمہاری متابعت نہیں کر سکتا۔ اگر تم اپنی بھلائی کے

خواہشمند ہو تو اس خدا کی طرف رجوع کرو۔ جس نے مجھے سرفراز کیا ہے اور میرے دل کو اطمینان بخشا ہے چشمہ کا پانی کم ہو جانے میں خدائے بزرگ و توانا کو تمہارا امتحان منظور ہے وہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ آیا تم اس مصیبت کو یک جہتی، اتفاق، رواداری اور انصاف کے ساتھ برداشت کرتے ہو یا اس کے باعث مزید ضلالتوں اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ خدائے قدیر کی طیش شدید سے بچنے کی راہ تمہارے لئے فقط یہ ہے کہ بتوں کی پرستش چھوڑ کر پھر خدا کے ہو جاؤ۔ حصول آب کے لئے درندوں اور چرندوں کی طرح آپس میں نہ لڑو۔ بلکہ ذی فہم و ذی شعور انسانوں کی طرح مل ملا کر اس مصیبت کا مقابلہ کرو۔ ایک دوسرے پر جبر کرنے اور ایک دوسرے کا حق غصب کرنے کا خیال چھوڑ دو۔ دیکھو! اس اونٹنی کو خدا کے لئے کھلا رہنے دو۔ یہ تمہارے لئے اس امر کی ایک علامت کے طور پر کھلی پھرتی رہے کہ تم خدا سے ڈرتے ہو چشمہ سے ایک دن تم پانی لو۔ اور ایک دن کا پانی اس ناقۃ اللہ کے لئے چھوڑ دو۔ اگر تم میری نصیحت پر عمل کرو گے تو قلت آب کی مشکل آسان ہو جائے گی اور تمہیں ان مصیبتوں سے نجات مل جائے گی جن میں روز بروز زیادہ شدت کے ساتھ مبتلا

ہوتے چلے جا رہے ہو۔ اگر تم نے اس ناقۃ اللہ کو نقصان پہنچایا۔ تو خدا کا غضب تمہیں برباد کر دے گا اور تم نیست و نابود ہو جاؤ گے۔

اگر قبیلہ ثمود کے لوگ صالحؑ کی نصیحت پر کار بند ہوتے اور خدا کی عظمت و جلال کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تو چشمہ کو ایک دن کے لئے کھلا چھوڑنے کا نتیجہ ان کے حق میں بہت اچھا نکلتا۔ ہر تیسرے روز انہیں بقدر افراط کے ساتھ پانی مل جاتا کہ انہیں حصولِ آب کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ لیکن ہوس پرستیوں نے ان کے طبائع میں سرکشی پیدا کر دی تھی۔ اور کسی پابندی کو خواہ وہ خدائے ذوالجلال ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ برداشت کرنے کی طاقت ان سے زائل ہو چکی تھی۔ جب اُن کے طبائع پر ہر تیسرے دن چشمہ کے پانی سے محروم رہنے کی کیفیت گراں گزرنے لگی تو انہوں نے اس قانون کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا اور اس ناقۃ اللہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ جو قانون الٰہی کے احترام کی علامت کے طور پر صالحؑ نے اُن کے درمیان کھلی چھوڑ دی تھی۔ انہوں نے صالحؑ سے کہا کہ ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے ــــ تاکہ دیکھیں کہ تمہارا خدا ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

صالحؑ کو اپنے قبیلہ کے افراد کی اس حرکت پر بہت افسوس ہوا۔ اس کے دُکھے ہوئے قلب سے یہ صدا نکلی کہ یہ قوم اَب قہرِ خداوندی کا شکار ہونے سے بچ نہیں سکتی۔ اس نے کہہ دیا کہ تین دِن کے اندر اندر تمہیں اپنے کیئے کی سزا مِل کر رہے گی۔

تیسرے دِن صبح کے وقت تیرہ و تار بادلوں نے وادئ قریٰ کی فضاؤں کو گھیر لیا۔ اور ان بادلوں سے بجلی کی اِس قدر ہیبتناک کڑک نکلی۔ کہ آلِ ثمود کی تمام سنگین عمارتیں لرزہ کھا گئیں۔ نا سزاؤں پر خدائی قہر کی بجلیاں گرنے لگیں اور آلِ ثمود کے تمام نافرمان دیکھتے دیکھتے نہنگِ اجل کا لقمہ ہو گئے۔

صالحؑ اور اس کے چند رفقاء نے جو اس حادثہ کا شکار ہونے سے بچ گئے تھے اس بستی کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا جو نافرمان لوگوں کی نعشوں سے پٹی پڑی تھی۔ آلِ ثمود کے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر آج بھی ان پہاڑوں میں جو یمن سے شام کو جانے والی راہ پر واقع ہیں۔ اس قوم کی بدبختیوں کا ماتم کر رہے ہیں۔ جس نے خدائی احکام سے رُوگردانی کی تھی۔

مطر شدید

جس میں

سدوم اور عمورہ کی بستیوں کا حال

بیان کیا گیا ہے

تذکرہ

حضرت لوط علیہ السلام

مطر شدید

تاریکیٔ شب کے نزول سے پہلے جبکہ آفتاب عالمتاب اپنے سفر کی آخری منزل طے کرتا نظر آ رہا تھا۔ دو بے ریش و بروت لڑکے ایشیائے کوچک کی اس بستی میں داخل ہوئے جو سدومیوں نے پلۂ کوہ پر تعمیر کر رکھی تھی۔ بوڑھے اور جوان مردوں کے اس ہجوم میں جو اس بستی کی تفرج گاہ عمومی میں جمع ہو رہا تھا۔ کچھ لونڈے بھی نظر آ رہے تھے۔ جن کی بل کھاتی ہوئی زلفیں نہ صرف اُن کے اپنے اخلاقی تسفّل پر گواہی دے رہی تھیں بلکہ اس شہر کی عام سوسائٹی کی بے حیائی کا مظاہرہ بھی کر رہی تھیں۔ جا بجا

رقص و سرود کی محفلیں گرم تھیں۔ جن میں چست لباس پہن کر اور اپنے بالوں رخساروں، گردنوں اور کمروں کو عورتوں کی طرح آراستہ کر کے آنے والے چھوکرے کولھے مٹکا مٹکا کر بازوؤں اور ٹانگوں کو مختلف طریقوں سے حرکت میں لا کر اور بے حیائی سے بھری ہوئی چیتونوں سے اہلِ محفل پر نگاہیں جما جما کر رقص کر رہے تھے۔ ہر شخص کے پہلو میں کم از کم ایک بے ریش و بروت لڑکا موجود تھا جو اپنی باری پر رقص کر کے محفل کو گرمانے اور دادِ تحسین لینے کی کوشش کرتا تھا۔ ہر رقص اور ہر نغمہ کے بعد محفل سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوتیں اور کہا جاتا کہ فلاں صاحب کے لونڈے نے آج گانے میں کمال کر دیا۔ فلاں صاحب کا چھوکرا زلفوں کو بل دینے اور آنکھوں کو سرمگین کرنے میں سب پر بازی لے گیا۔ ممسوخ الفطرت انسانوں کے اس ہجوم میں جو صنفِ نازک کی شانِ محبوبی کی کھلم کھلا تحقیر کر رہا تھا۔ کائنات ارضی و سماوی کا وجدانِ سلیم لعنت اور پھٹکار برسا رہا تھا۔ اور حق کی ایک دھیمی سی آواز جو خدا کے ایک بندے کے منہ سے بلند ہو رہی تھی ان لوگوں کو فطرتِ انسانی کے اس انتہائی تسفل پر تنبیہ کرتی سنائی دیتی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں کیا ہو گیا جو اپنے جذبات شہوانی کی تسکین کے لئے فطرت کی مہیا

کی ہوئی صنفِ نازک کو چھوڑ کر سراسر دوسری راہیں اختیار کر رہے ہو تم عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں کے پیچھے بھاگتے ہو۔ بلکہ اس غرض کے لئے بعض دوسرے طریقے ایجاد کر کے قدرت کی قائم کی ہوئی حدّوں سے باہر نکل جاتے ہو۔ سُن لو کہ موجودات ارضی و سماوی تمہاری ان حرکات پر لعنت بھیج رہی ہیں اور قدرت کی وہ مخفی قوتیں جو خدا کے قہر و غضب کی عامل و مظہر ہیں جوش میں آ رہی ہیں۔ اگر تم نے اس بے حیائی کے کام سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ تو یاد رکھو۔ کہ خدائے قہار کی طرف سے نازل ہونے والا عذابِ شدید تمہیں ملیامیٹ کر دے گا۔

خدا کا یہ بندہ لوطؑ اس تفرج گاہ میں ایک مقام پر کھڑا تقریر کر رہا تھا۔ اور چند انسانوں کے سوا جو اُس کی باتوں کو کمالِ غور و انابت کے ساتھ سُن رہے تھے کوئی شخص اُس کی آواز پر کان نہیں دھرتا تھا۔ راہگیر تماشائی لوطؑ اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھ کر فرطِ نفور سے ناک بھوں چڑھا لیتے اور کہتے کہ یہ لوگ قدسی الصفات بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے آپ کو فرشتہ ظاہر کرتے ہیں۔ نیک اور پاک بننے کے شوقین ہیں۔ بھلا کون انسان ہے جس کو بے ریش و بروت لونڈوں کی طرف رغبت نہ ہو۔ اور کون شخص ہے

جو معشوقیت نواز چھوکروں سے تعلق پیدا کرنے پر فخر محسوس نہ کرے۔

اس شہر کے لوگوں کی فطرتیں مسخ ہو چکی تھیں۔ ان کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی آ چکی تھی۔ وہ سیاہ کاریوں اور ذلیل ترین انواع کی سیاہ کاریوں میں مبتلا ہونے کو سوسائٹی کا فرضِ لازم خیال کرنے لگے تھے۔ بلکہ اس میں فخر محسوس کرتے تھے۔ گناہ کی زیادتی میں ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کی کوشش کرتے اور گناہوں کو معیوب سمجھنے والے اور عصیان و عدوان سے نفرت کرنے والے سلیم الفطرت اشخاص کو پاکبازی اور پرہیزگاری کے طعنے دیتے تھے۔

جونہی دو بے ریش و بروت لڑکے جن کے چہروں پر سدوم کے لونڈوں کی طرح بے حیائی کی پھٹکار نہیں برس رہی تھی۔ بلکہ انکے بشروں پر دنیا جہان کی سعادتمندیاں اور تمکین مآبیاں قربان ہو رہی تھیں۔ اس ہجوم میں داخل ہوتے لوگوں میں ان کے دیکھنے کے لئے ایک تلاطم مچ گیا۔ سب نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ اکثر اشخاص سینوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر نہایت ہی مکروہ قسم کا اظہار تعشّق کرنے لگے۔ بعض نے فحش اشعار پڑھے۔ کسی نے آوازہ کسا۔ کسی نے اپنی بے تابی کا اظہار کیا۔ لیکن وہ ہجوم کو چیرتے ہوئے

اس مقام پر جا پہنچے - جہاں لوطؑ لوگوں کو ترکِ فواحش کی تلقین کر رہا تھا - اور اس سے کہنے لگے کہ ہم بہت دُور سے آپ کی ملاقات کے لئے آئے ہیں ٭

لوطؑ نے جب ان حسین و جمیل لڑکوں کو دیکھا - اور یہ بھی دیکھا - کہ اہلِ سدوم کے لفنگوں کا ہجوم ان کے پیچھے اپنی وارفتگیوں کا اظہار کر رہا ہے تو اس کا دِل بیٹھ گیا - اس نے خیال کیا کہ یہ سرکش لوگ میرے ان مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی کریں گے - اور میں اُن کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں کر سکتا - لوطؑ ان لڑکوں کو ساتھ لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا اور تماش بینوں کا ہجوم بھی ان کے پیچھے پیچھے شور و غل مچاتا اور اپنی بیہودگیوں کا مظاہرہ کرتا چلا آیا - لوطؑ نے ان لڑکوں کو گھر میں داخل کر کے کواڑ بند کر دیئے - اور بیہودگیوں کا مظاہرہ کرنے والے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ اُسے اور اُس کے مہمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر چلے جائیں ٭

ہجوم کے لوگوں نے لوطؑ سے کہا - کہ ہم ان لڑکوں کو ضرور دیکھیں گے اور اپنے ساتھ لے کر جائیں گے - تم اُن مسافروں کو اپنے گھر سے باہر نکال دو - اور پناہ دینے سے انکار کر دو - پھر ہم ان سے نپٹ لیں گے - لوط علیہ السلام جس قدر منت سماجت کرتا - ہجوم کے لوگوں کا اصرار بڑھتا جاتا - آخر انہوں

نے لوطؑ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور کہا کہ ہم زبردستی تمہارے گھر میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ان خوبصورت لڑکوں کو اٹھا کر لے جائیں گے۔

لوطؑ نے اس ہجوم کے دو سرکردہ اشخاص کو علیحدہ بلا کر ان سے بصد عجز و الحاح گزارش کی کہ وہ اس کی دونوں لڑکیوں کو اپنے عقد نکاح میں لے لیں۔ لیکن ان مہمانوں سے تعرض نہ کریں۔ جو اُس کے گھر کی چھت کے نیچے پناہ لے چکے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں تمہاری لڑکیوں سے کوئی غرض نہیں ہم تو ان لڑکوں کو لے کر رہیں گے جن کو تم نے اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے۔

رات کا نصف حصّہ اسی حیص بیص میں گزر گیا۔ آخر ہجوم کے اشخاص نے فیصلہ کیا۔ کہ صبح کے وقت رؤسائے شہر کا مشورہ لے کر لوطؑ کے گھر پر حملہ بول دیا جائے۔ اور ان لڑکوں کو اہل شہر کی گرمیٔ محفل کے لئے حاصل کیا جائے۔ کچھ لوگ صبح تک لوطؑ کے گھر کا پہرہ دیں اور باقی اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

لوطؑ اپنے مکان میں داخل ہوا تو بہت پریشان تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اسے اپنے مہمانوں کی بے حرمتی کی فکر دامنگیر

ہو رہی تھی۔ ان دونوں لڑکوں نے لوطؑ کو پریشانی کے عالم میں مبتلا دیکھ کر کہا کہ ہم آپ کو خدائے ذوالجلال والاکرام کی طرف سے یہ پیغام دینے کے لئے آئے ہیں کہ صبح کا آفتاب طلوع ہونے کے ساتھ ہی اس بستی پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ لہذا آپ اپنے اہل وعیال کو لے کر ہمارے ساتھ چلیئے اور برباد ہو جانے والی بستی سے نکل جایئے۔ لوطؑ کے دل کو ان لڑکوں کی زبان سے یہ پیغام سن کر تسلی ہوئی اور اُس نے اپنے گھر والوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔

لوطؑ کی بیوی جو اہلِ سدوم کے سردار کی لڑکی اور بتوں کی پرستار تھی۔ اپنے شوہر کے اس فرمان کا مذاق اڑانے لگی۔ وہ کہنے لگی کہ تم ہمیشہ عجیب وغریب باتیں کرنے کے عادی ہو چکے ہو۔ میں ان مجہول الکیفیت ومجہول الاحوال لڑکوں کی بات پر اعتماد نہیں کر سکتی۔ تمہیں ان کے قول کا یقین ہے تو تم چلے جاؤ۔ اپنی بیٹیوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ میں یہیں رہونگی اور صبح جب حسب معمول روزمرہ کی رونقیں لے کر طلوع ہوگی اور کسی قسم کا عذاب نازل نہ ہوگا تو میں اپنے شہر کے بڑے مندر میں بڑے بُت کے سامنے نذر پیش کرنے کے لئے جاؤں گی۔

لوطؑ اپنی بیوی کی اس گفتگو پر بہت متاسف ہوا۔ صبح کا وقت موعود قریب آ رہا تھا۔ اس لئے لوطؑ اور اس کی دونوں بیٹیاں ان نووارد مہمانوں کے ساتھ گھر سے باہر نکل گئیں۔ لوطؑ نے اپنے ان رفقاء کو بھی ساتھ لے لیا جو اپنے اہلِ شہر کی حرکتوں سے بیزار اور لوطؑ کی نصیحتوں پر عمل پیرا تھے۔ پہرے والے غفلت کی نیند سوتے رہے۔

طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے یہ لوگ سدوم کی حدود سے باہر نکل گئے۔ اور انہوں نے پیچھے کی طرف دیکھے بغیر کسی دوسرے مقام کی راہ لے لی۔

آفتاب اہلِ سدوم کی غفلتوں پر حقارت کا قہقہہ لگاتا ہوا طلوع ہوا۔ لوگ لوطؑ کے گھر کے سامنے جمع ہونے لگے۔ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ لوطؑ کی بیوی نے کواڑ کھولے اور انہیں حقیقتِ حال کی اطلاع دی۔ لوطؑ کی بیوی نے یہ بھی کہا۔ کہ میں نے بڑے بُت کے سامنے نذر گزارنے کی منت مان رکھی ہے۔ لہٰذا اس تقریب کی ادائیگی کے لئے طیاری شروع کی جائے۔

ہجوم کے لوگوں نے ایک جلوس مرتب کیا۔ پالکی پر لوطؑ کی بیوی

کو سوار کرایا۔ اور بھجن گاتے اور گھڑیال بجاتے مندر کی طرف چلے گئے تاکہ اپنے بڑے بُت سے اس عذاب کے ٹالنے کے لئے درخواست کریں جو لوطؑ کے خدا کی طرف سے نازل ہونے والا تھا۔

جلوس مندر میں پہنچا۔ لوطؑ کی بیوی نذر لے کر بُت کے سامنے حاضر ہو گئی۔ مندر کے تمام گھڑیال بجنے لگے۔ ابھی لوطؑ کی بیوی نذرانہ پیش کرنے کے لئے بُت کے سامنے جھکی ہی تھی کہ زلزلے کا ایک شدید جھٹکا محسوس ہوا۔ اور نذرانہ کی طشتری اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ کئی اشخاص اسی جھٹکے کے ساتھ منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ یکدم مکانات کے گرنے کی صدائیں آئیں۔ اور کلاہ کوہ سے آگ اور دھوئیں کا ایک ہیبتناک ستون فضائے آسمانی کی طرف بلند ہوتا ہوا دیکھا گیا جو سدوم کے اوپر پانی۔ گندھک اور پتھر کے سنگریزوں کی ایک خوفناک بارش برسانے لگا۔ فضا تیرہ و تار ہو گئی۔ ہر طرف پتھراؤ ہونے لگا۔ سدوم کی عمارتیں دھڑا دھڑ منہدم ہونے لگیں۔ اس کے بازاروں میں سیاہ پانی کا ایک سیلاب آ گیا۔ اس کے باشندے اس پتھراؤ کا شکار ہو ہو کر ہلاک ہونے لگے۔ اور آخر کار زلزلے کا ایک اور شدید جھٹکا آیا جس

کے زلزال سے سدوم کی بستی زمین کے اندر دھنس گئی۔ اور شکم ارضی کی موجودات ابھر کر اوپر آگئی۔ انسان نے ایک دفعہ پھر اس حقیقت کبریٰ کا تجربہ کر لیا۔ کہ عناصر قدرت کو انسان کی روحانی اور اخلاقی نفسیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اگر سوسائٹی کے اخلاق کا معیار بلند ہو تو قدرت کی مخفی قوتیں اس کی مدد کرتی ہیں۔ اگر انسان روحانی تسفّل میں مبتلا ہو جائیں تو یہی عناصر اس کی سرزنش کے لئے ہیجان میں آجاتے ہیں

وَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ

زلزلہ

جس میں

اہلِ مدین و اصحاب الایکہ کی نافرمانیوں

کے انجام کا قصہ بیان کیا گیا ہے

نذر

حضرت شعیب علیہ السلام

زلزلہ

مدین کے باشندوں پر جو شام سے مصر کو جانے والی راہ پر ایک بیابان میں آباد تھے۔ زندگی تلخ ہو گئی۔ انسان کی کمائی سے برکتیں جاتی رہیں۔ زر و مال کی فراہمی کی ہوس نے اس قبیلہ کے افراد کو اس قدرت کاملہ کی طرف سے غافل کر دیا۔ جو کائناتِ ارضی و سماوی پر محیط اور اُس کے ہر امر میں حکم فرما ہے۔ یہ قبیلہ بھی عاد و ثمود کی اقوام کی طرح ان وسائلِ معیشت سے جو قدرت نے اُن کے لئے بیابان میں مہیا کر دیئے تھے۔ شکر گزاری کے ساتھ متمتع اندوز ہونے کی صلاحیتیں کھو بیٹھا۔ ذاتی ہوس رانیوں نے انہیں طرح طرح کی فریب کاریوں میں مبتلا کر دیا۔ یہ لوگ ان پیمانوں اور وزنوں میں

خیانت کرنے لگے۔ جو اُن کے سلامت رَو آباؤ اجداد نے لین دین کی سہولتوں کے لئے وضع کئے تھے۔ کم تولنا، حساب میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا۔ اپنی تجوریاں پُر کرنے کے لئے ان مُسافروں اور رہگیروں پر جو اُن کی دوکانوں سے سامان خریدتے تھے۔ طرح طرح کی لُوٹیاں عاید کرنا ان کا دستور ہو گیا۔ مُسافروں نے یہ حال دیکھ کر اس بستی سے کترا کر نکل جانا شروع کر دیا۔ تجّار کے قافلے شام اور مصر ہی سے سارے راستے کے لئے زادِ سفر لے کر چلنے لگے۔ مدین کا بازار سرد پڑنے لگا۔ اہلِ مدین رہزنوں کی ناکہ بندی کر کے ہر آیند و روند سے محصُول وصُول کرنے لگے۔ تاجروں کی وساطت سے اس قوم کی خیانت پیشگی اور فریب کاری کی داستانیں دُور دراز کے ممالک میں پھیل گئیں اور ہر جگہ لوگ بُرائی کے ساتھ اُن کا ذکر کرنے لگے اور اُن پر لعنت بھیجنے لگے۔

شعیبؑ نے کہا:۔ بھائیو! اگر تم کاروبار کی گرم بازاری کو واپس لانے اور حصُولِ معاش کی راہوں کو کشادہ کرنے کے خواہاں ہو تو خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لاؤ جس کے ہاتھ میں قدر و بسط کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ اُس کے قہر سے ڈرو اور ان فریب کاریوں سے باز آ جاؤ۔ جو تم نے ماپ

تول اور لین دین کے اُمور میں اختیار کر رکھی ہیں مسافروں اور تاجروں کے لئے ہر طرح کی ممکن سہولتیں مہیا کرو۔ ان پر اپنے بن میں سے گزرنے کے لئے محصول عاید کرنا چھوڑ دو۔ اور ان کے ساتھ خوش معاملگی سے پیش آؤ۔ تاکہ زندگی اور معاش کی ان صعوبتوں سے نجات حاصل کرسکو جو تمہیں اپنے بدمعاملہ ہونے کے باعث پیش آرہی ہیں۔"

شعیبؑ کے ان نصائح پر مدین کے لوگ بڑبڑانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ پورا تول دے کر ہم بہت کم نفع حاصل کرسکیں گے۔ اگر وزنوں پیمانوں اور باٹوں میں فریب کاری سے کام نہ لیں تو کمائی نہیں کرسکیں گے۔ عبور و مرور کا محصول چھوڑ دیں تو جنگل میں بسر اوقات کیسے کریں شعیبؑ اور اس کا خدا دونوں تجارتی ہتکنڈوں سے بے خبر ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ معاش کس طرح پیدا کیا جاتا ہے اور مال میں ترقی کرنے کی کیا تدابیر ہیں؟ شعیبؑ ہمارے تجارتی ہتکنڈوں کو الم نشرح کرکے ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔ لوگ ہماری چالاکیوں سے آگاہ ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور دھوکا دے کر بے خبروں کو لوٹنے کے مواقع ہمارے لئے کم ہورہے ہیں۔ شعیبؑ اور اُن کے رفقار کو اس بستی سے نکال دو۔ یا اُن کا مُنہ

بند کرکے اُن پر پابندی عاید کر دو۔ کہ آئندہ وہ ہمارے لین دین کے طریق کے متعلق ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالیں"۔

رؤسائے قبیلہ نے شعیبؑ کو ڈانٹا۔ اسے اپنی تبلیغ سے باز رہنے کی تاکید کی اور دھمکی دی۔ کہ اگر ہمیں تمہارے خاندان کے لوگوں کا لحاظ نہ ہوتا تو تم سنگسار کر دیئے جاتے"۔

شعیبؑ نے کہا :۔ "غافل انسانو! تم میرے قبیلہ کے افراد سے تو ڈرتے ہو۔ لیکن اس خدائے ذی عظمت و ذی قوّت کی پروا نہیں کرتے جس کے صریح احکام میں تمہیں سُنا رہا ہوں۔ میں اپنے کام سے جو میرے خدا نے میرے سپرد کر دیا ہے اور جس میں تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے باز نہیں رہ سکتا۔ اور میں تم سے اس کام کے معاوضہ میں جو تمہاری فلاح و بہبود کے لئے کر رہا ہوں اجر بھی نہیں مانگتا۔ پس خدا کو مانو اور اس کے احکام پر چلو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے۔ تو زمانے کی ہوائیں تمہیں ہڑپ کر جائیں گی۔ اور تم ان کو نگل جاؤ گے"۔

شیوخ قبیلہ نے جواب دیا :۔ "ہم جانتے ہیں کہ زر اندوزی کے طریقے کیا ہیں؟ تم ہمیں اپنے حال پر نہیں چھوڑ سکتے تو یاد رکھو کہ تمہارا انجام

اچھا نہ ہوگا"۔

شعیبؑ نے کہا:۔ "خدا بہتر جانتا ہے کہ کس کا انجام بُرا ہوگا"

شعیبؑ دِل آزردہ ہوکر اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ اُدھر اُفق پر سے ایک گھٹا اُٹھی جو اس بیابان کی فضائے سماوی پر چھا گئی۔ اور دیکھتے دیکھتے نیچے اترنے لگی۔ یہ ایک قسم کا تیرہ و تار دُھواں تھا۔ جس سے گندھک کی بو آرہی تھی۔ اور یہ دھواں ایک آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ سے اُٹھ رہا تھا۔ جو مدین سے کچھ فاصلے پر قریب ہی واقع تھا۔ تین دن اور تین شب مدین کی فضاؤں پر یہ سائبان تنا رہا۔ اور اہلِ مدین اس عذاب میں مبتلا ہونے کے باوجود تائب نہ ہوئے۔

تیسری شب اہلِ مدین کے چند سرکردہ اشخاص نے اوباشوں کی ایک جماعت لے کر شعیبؑ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تاکہ اس شخص کی زندگی کا قصّہ ہی تمام کردیں۔ جس کے دِل آزردہ ہونے سے اُن پر دھوئیں کی مصیبت نازل ہورہی تھی۔ دروازہ توڑ کر اندر گھسنے کا فیصلہ ہوا اور ابھی تبر شعیب علیہ السلام کے دروازہ پر پہلی ضرب لگانے کے لئے بلند ہوا تھا کہ زمین

کے اندر سے ایک ہیبت ناک گونج اٹھتی سنائی دی۔ جس کے ساتھ ہی زلزلے کا ایک شدید جھٹکا آیا اور محاصرہ کرنے والے اشخاص اوندھے منہ زمین پر گر گئے صبح ہوئی تو دھوآں کافور ہو چکا تھا۔ آفتاب کی آنکھ نے مدین کی بستی پر حسرتوں سے بھری ہوئی نگاہیں ڈالیں جو برباد ہو چکی تھی اور جس کے اکثر ساکنیں زلزلے کے خوفناک جھٹکے کھانے کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ صرف شعیب علیہ السلام اور اس کے چند صالح رفقاء باقی رہ گئے جنہوں نے مدین کی زندگی کو از سرِ نو اس طریق پر آباد کیا جو اللہ کی طرف سے شعیب علیہ السلام کو بتایا گیا تھا۔

نوعِ انسان کی تاریخ میں اس اَمر کے ثبوت کے لئے ایک اور واقعہ کا اضافہ ہو گیا۔ کہ اگر انسان صلح و سلامتی، عدل و انصاف اور حلم و مساوات کے ساتھ زندگی بسر کریں تو عوامل قدرت اُن کے مددگار ہوتے ہیں اور اگر عصیان و عدوان سے کام لیں تو یہی عوامل اُن کی تباہی و بربادی کا موجب بن جاتے ہیں

درّۂ آبی

جس میں

آلِ فرعون کی غرقابی کے حالات

مندرج ہیں

نذر

حضرت موسیٰ و حضرت ہارون

علیہما الصلوٰۃ والسلام

آلِ فرعون کی غرقابی

غلاموں کا ایک انبوہ کثیر دن بھر کی محنت شاقہ کے بعد جو اس سے اہرام کی مضبوط و سنگین بنیادیں قائم کرنے میں لی گئی تھی - مدینۃ الفرعون کی طرف واپس آرہا ہے - کام اگرچہ ختم ہو چکا ہے لیکن افرادِ آلِ فرعون کے تازیانے جو کام کے دوران میں دن بھر ان کے برہنہ جسموں پر برستے رہے تھے ابھی تک ان کا تعاقب کر رہے ہیں تاکہ غلاموں کی اس بھیڑ کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے اپنی قیام گاہوں تک پہنچا دیں - فرعون کے کارندے مظلوم و مقہور انسانوں کی ان ٹولیوں کو مین اسی طرح ہانکتے لئے آرہے ہیں جس

طرح کہ کسان بیلوں کو اور چرواہا اپنے گلے کو ہانکتا ہے۔ یہ نظارہ اس سرزمین میں نظر آرہا ہے۔ جو اپنے دور کے تمدن میں کرۂ ارضی کے تمام دیگر ممالک سے پیش پیش ہے۔ جس کی عمارتیں رفعت و شکوہ میں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ جس کی سرسبزی و شادابی کو رشکِ فردوس ہونے سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اور جس کی ثروت و اقبالمندی عاد و ثمود کی شوکت و عظمت کے افسانوں کو شرما رہی ہے۔ اِس دور میں انسانیت کے مدنیت و عمران کا مرکز و مرجع سرزمین مصر کی قبطی قوم ہے جس کے بادشاہوں نے افرادِ نوعِ انسانی پر اپنے جاہ و جلال کا سکّہ بٹھانے کے لئے فرعون کا لقب اختیار کر رکھا ہے جن کے دربار میں ہزاروں انسانوں کی گردنیں ہر وقت جھکی رہتی ہیں اور جن کے اقتدار و جبروت کے سامنے ہر روز لاکھوں افراد سجدہ ریز ہو کر اقرارِ عبودیت کرتے ہیں۔ جس تمدن کی اساس ثروت و طاقت کے جابرانہ تمرکز پر رکھی گئی ہو اس کی معراج یہی ہوتی ہے کہ انسانوں ہی کا ایک گروہ عالم انسانیت کو اپنے قدموں کے نیچے پامال کر کے خدائی دعویٰ کرنے لگے اور اس محیط و مطلق قوت کو حقیر و لاشئے محض سمجھنے لگے جو کائنات کی موجودات میں بالارادہ عامل و نافذ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس عہد ظلمت کے

باشندگانِ مصر نے اپنے بادشاہ کو مختارِ مطلق کا درجہ دے کر اس کی عبادت شروع کر دی تھی۔ اور خود بادشاہ بھی علی الاعلان دعویٰ کیا کرتا تھا کہ آج روئے زمین پر میرے برابر طاقت و حشمت رکھنے والا کوئی سردار نہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کی قسمتوں کا مالک و مختار میں اور فقط میں ہوں دنیا بھر کے خزائن و ذخائر بلا شرکت احدے میری ملکیت ہیں۔ کسی کو ان میں میری اجازت لئے بغیر ذرّہ بھر تصرف کرنے کی مجال نہیں۔ کائنات میرے اشارۂ چشم و ابرو پر رقص کرتی ہے۔ ارض و سما کی ظاہری و مخفی قوتوں میں سے کس کو مجال ہے کہ میرے مقابلہ پر آ کر کامیاب و ظفر مند ہونے کی توقع کر سکے۔

اسی فرعون کے کارندے بنی اسرائیل کے غلامی پیشہ افراد کو ڈھوروں کے گلے کی طرح ہانکتے ہوئے مدینۃ الفرعون کی طرف لا رہے تھے۔ قبطی یعنی فرعون کے ہم قوم و ہم نسل لوگ مصر کی زمینوں اور اس میں پیدا ہونے والی نعمتوں کے مالک متصوّر ہوتے تھے۔ اور اسرائیل کی اولاد کو جو اس سرزمین میں آباد تھی ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اُن کے آباؤ اجداد کسی دوسرے ملک سے چل کر مصر میں آئے تھے۔ اور تعداد کی قلت اور طاقت و ثروت کی

کمی کے باعث قبطیوں سے مغلوب ہو چکے تھے کئی پشتیں گزرنے کے بعد جب قبطیوں نے غلام قوم کی آبادی ضرورت سے زیادہ بڑھتی دیکھی تو اپنے فرعون سے یہ اجازت حاصل کرلی۔ کہ اس قوم کے نوزائیدہ بچوں کو جس سال چاہیں قتل کردیں۔ اور ان کی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے گھروں کی زینتیں بنانے کے لئے زندہ رہنے دیں۔ آلِ فرعون کے نزدیک اولادِ اسرائیل کی وقعت و قیمت حیوانوں کے ان گلّوں سے زیادہ نہ تھی جنہیں وہ اپنی ضروریاتِ معیشت کے لئے چاہتے تھے اور جن کی تعداد وہ اپنے حسب ضرورت ایک معیّن حد کے اندر اندر رکھتے تھے تاکہ کثرتِ نفوس کے بل بوتے پر آلِ فرعون پر غالب نہ آسکیں اور ہمیشہ کے لئے اُن کے غلام بنے رہیں۔

اِس ذلت و خواری اور اِس کرب عظیم میں یوسفؑ اور اُس کے بھائیوں کی اولاد نے کئی پشتیں گزار دیں۔ لیکن انہیں آلِ فرعون کے پنجہ سے نجات حاصل کرنے کی کوئی تدبیر سجھائی نہ دے سکی۔ آبادی کی کثرت اور تعداد کے اضافہ کے بل پر آلِ فرعون کا مقابلہ کرنے کا خیال حکمران قوم کی نفاق انگیز چالوں اور فراعنۂ مصر کی المناک کش حکمت عملی

نے اُن کے دِل سے یکسر نکال دیا تھا - وہ اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے اس دائمی عذاب میں مبتلا رہنے کو اپنی مستقل بدبختی کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہو چکے تھے - کہ موسیٰ بن عمران کی پکار نے ان کی خوابیدہ روحوں کو بیدار کر دیا - اُن کے دلوں میں آزادی کی خواہش پیدا کر دی اور جس نجات کو وہ ناممکن الحصول سمجھے بیٹھے تھے وہ ممکن نظر آنے لگی - موسیٰ (علیہ السلام) جس نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی اور ہجرت کر کے خلاصی حاصل کی تھی بارہ سال کے بعد واپس آیا تھا - اور اپنی قوم کے افراد سے کہہ رہا تھا کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے اس کے بہت سے قطعات بے آباد پڑے نئے آباد کاروں کا انتظار کر رہے ہیں - اور مصر میں اس کے واپس آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو وہاں سے نکال کر لے جائے تو موسیٰ کے اس پیغام نے بنی اسرائیل کے درمیان ہیجان کی ایک عام کیفیت پیدا کر دی - اور وہ ہر طرف سے اپنے جابر و قاہر خداوندوں سے اپنے اصلی وطن یعنی کنعان و فلسطین کو واپس جانے کی اجازت مانگنے لگے - اور کہنے لگے کہ تمہارے بزرگوں کی دعوت پر ہمارے آباؤ اجداد اس سرزمین میں آکر آباد ہوئے تھے اب ہم تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ (علیہ السلام)

کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے +

مصر سے ہجرت کر جانے کا خیال روز بروز ترقی کرتا گیا حکام وقت کو یہ فکر دامنگیر ہونے لگی کہ یہ تحریک کہیں عام بغاوت و سرکشی کی صورت اختیار نہ کر جائے۔ اور مفت کے غلاموں کا یہ انبوہ کثیر کہیں ان کے ہاتھ سے نکل کر کسی اور سرزمین کی طرف نہ چلا جائے۔ فرعون کے دربار میں اس موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو طلب کیا گیا۔ جن کی تبلیغ بنی اسرائیل میں حصولِ نجات کا خیال پیدا کرنے کا موجب بنی تھی +

بھرے دربار میں موسیٰ اور ہارون سے ان کی فتنہ انگیزیوں کے متعلق باز پرس کی گئی اور فرعون نے ان سے پوچھا کہ جس قسم کی تبلیغ وہ بنی اسرائیل میں کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصدِ حقیقی کیا ہے؟

موسیٰ ؑ نے جواب دیا :—

ہمارا مقصدِ حقیقی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دے اور ہم یہ پیغام تیرے پاس اس قادر مطلق کی طرف سے لے کر آتے ہیں جو سارے عالموں کا پروردگار ہے جس کی رحمت و ربوبیت سے تمام اقوام یکساں طور پر مستفید ہو رہی ہیں

اور جس کے حضور میں نسلی امتیاز کوئی معنی رکھنے والی بات نہیں"۔

فرعون بولا:۔ "اے موسیٰ! کیا تو وہی شخص نہیں جس نے ہمارے گھروں میں پرورش پائی۔ ہمارے ہی انعامات نے تجھے پال پوس کر بڑا کیا۔ تو نے اپنی عمر کا ایک حصہ ہمارے درمیان بسر کیا۔ پھر تو نے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا موت تھی۔ لیکن تجھے اس جرم کی سزا نہیں دی گئی۔ پھر یہ کیا ناشکرگزاری ہے۔ کہ تو آج ہمارا اور ہماری قوم کا مقابلہ کرنے کی طیاریاں کر رہا ہے۔ اور ہمارے غلاموں کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتا ہے"۔

موسیٰ:۔ "میں اس جرم سنگین کا بیشک مرتکب ہوا تھا۔ لیکن اس وقت جبکہ میں ابھی رسالتِ خداوندی کی خلعت سے سرفراز نہیں کیا گیا تھا۔ اس جرم کے بعد جو میرے ہاتھ سے اتفاقیہ طور پر سرزد ہو گیا میں نے مصر کو خیرباد کہدیا اور کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ تاکہ تم لوگ مجھ سے بدلہ نہ لے سکو۔ غربت کی زندگی میں میرے پروردگار نے مجھے اپنے انعام خاص سے نوازا اور مجھے اپنا پیغمبر بنا لیا۔ تم نے میری پرورش کرنے کا احسان بھی جتایا ہے سو اس کا جواب بھی سن لو۔ کہ تم میرے قتل کے درپے تھے۔ یہ اسی

رب العلمین کو منظور تھا۔ کہ میں زندہ رہوں جس نے میری حفاظت و پرورش کا ایسا انتظام کر دیا جو اس کی قدرت حقہ و کاملہ پر دال ہے۔ تم نے میری ساری قوم کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور اس کے باوجود یہ احسان جتا رہے ہو کہ تم نے میری پرورش کی۔

فرعون: —"رب العلمین کیا شئے ہے۔ جس کا تم بار بار تذکرہ کر رہے ہو۔ کیا مجھ سے زیادہ با اقتدار ہستی کوئی اور بھی ہو سکتی ہے"

موسیٰ: —"رب العلمین وہی ہے۔ جس کی رحمت و ربوبیت کے کرشمے اس کرۂ ارضی سے لے کر اجرام سماوی تک ہر جگہ نظر آرہے ہیں نہ ماننے کی اور بات ہے لیکن اس حقیقت کبریٰ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ رب العلمین ہی ساری کائنات کا محافظ و نگہبان ہے"

فرعون: —(اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر) کیا تم سن رہے ہو کہ موسیٰ کیا کہہ رہا ہے؟

موسیٰ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا:—"رب العلمین وہی ہے جس نے تمہارے آباؤ اجداد کی پرورش کی اور جو تمہاری پرورش کا بھی کفیل ہے۔ جس کی دی ہوئی نعمتوں پر تم زندگی بسر کر رہے ہو۔

فرعون جسے اپنی قہرمانی طاقت کے مقابلہ میں دوسری طاقت کا تذکرہ سُننا بہت ناگوار گذر رہا تھا اور جس کے دِل میں موسیٰؑ کی تقریر کے ساتھ ساتھ یہ اندیشے بھی پیدا ہونے لگے تھے کہ اس کی ذات کو خدا سمجھنے والے اعیان و عمائد کے قلوب کہیں موسیٰ کی گفتار سے متاثر نہ ہو جائیں۔ جھنجھلا کر بولا:—

"لوگو! یہ شخص جو تمہارے لئے رسُول بن کر آیا ہے مجھے تو مخبوط الحواس اور مجنُون نظر آ رہا ہے۔ جو عجیب قسم کی باتیں کرتا ہے۔"

مُوسیٰ نے جواب دیا:— "ربّ العٰلمین وہی ہے جو مشرق اور مغرب اور اس کے مابین کی ساری کائنات کا پروردگار ہے۔ جس کی ہستی کا ادرک لگانے کے لئے کچھ بہت زیادہ جستجو کی ضرورت نہیں۔ صرف تھوڑی سی عقل کی ضرورت ہے جو کائنات و ما فیہا پر غور کر کے معلوم کر سکے کہ پسِ پردہ کوئی بہت بڑی قوت حکم فرما ہے۔"

فرعون میں ربّ العالمین کا تذکرہ سُننے کی تاب نہ رہی اور تڑا کر بول اُٹھا:—

"اے موسیٰ گوشِ ہوش سے سُن لے کہ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو

قادرِ مطلق گردانا اور خُدا متصوّر کیا تو میں تجھے زندان میں اسیر کردوں گا۔"

مُوسٰی : ـــــ اے فرعون! تو میرا بال تک بیکا نہیں کرسکتا۔ اگر تو چاہے تو میں اس ربّ العٰلمین کی کوئی واضح نشانی تجھے دکھا سکتا ہوں جو قادرِ مطلق ہے اور جس کی مٹھی میں تیری جان اور تیری ساری کائنات ہے۔

فرعون : ـــــ" اگر تیرے پاس اس امر کا کوئی ثبوت ہے۔ کہ تو اس ربّ العٰلمین کا بھیجا ہوا ہے تو وہ ثبوت ہمارے دربار میں پیش کر۔"

موسٰیؑ نے اس موقع پر اپنا عصا زمین پر پھینک دیا۔ جس کے سانپ کی طرح رینگنے کا تماشا وہ کوہ طور پر دیکھ چکے تھے۔ عصا زمین پر گرتے ہی جیتا جاگتا سانپ نظر آنے لگا۔ جس کو دیکھ کر فرعون اور اس کے درباری دنگ رہ گئے۔ اس کے علاوہ موسٰی نے اپنا دایاں ہاتھ اوپر اٹھا کر کھول دیا۔ جس سے آفتابِ عالمتاب کی مانند روشنی کی تیز شعاعیں نکل نکل کر فرعون اور اُس کے اہلِ دربار کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگیں۔

اس محیر العقول کرشمہ کو دیکھنے کے بعد فرعون نے دوسرا پہلو بدلا اور اپنے اہلِ دربار سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ تو کوئی بڑا ہی ماہر جادوگر ہے

جو تمہیں جادو کے زور سے اپنے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ تم اس شخص کا کیا علاج کرنا چاہتے ہو۔

اہلِ دربار نے جن کے قلوب پر اس داعیٔ حق کی گفتار اور اس سے ظاہر ہونے والے مافوق الفطرت کرشمہ نے ہیبت طاری کر دی تھی۔ اور وہ موسیٰ کے دعوے کو درست سمجھنے کا گمان کرنے لگے تھے باہمی مشورہ کے بعد فرعون سے عرض کی کہ اس شخص کا مزید امتحان لیا جائے اور جتنے ساحر جادوگر اور شعبدہ باز مملکتِ مصر میں موجود ہیں ان سب کو بلا کر اس سے مقابلہ کرایا جائے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ یومِ زینت کو جہاں کھیل اور تماشوں کے سامان عامۃ الناس کے لئے مہیا کئے جائیں گے۔ وہاں موسیٰ اور مملکتِ فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ بھی ہوگا۔

آلِ فرعون کے یومِ زینت کا آفتاب وادیٔ نیل پر پوری تابانی کے ساتھ طلوع ہوا۔ اور صبح ہی سے مندروں کے گھنٹوں اور پجاریوں کی جھانجوں نے فرعون کے جلال و جبروت کے ترانے گانے شروع کر دیئے لوگ جوق جوق اس میدان میں جمع ہونے لگے جہاں قومی عید منانے کی تیاریاں

کی گئی تھیں۔ رقص وسرود کی محفلیں گرم کی گئیں۔ ہر طرف تفریح کے سامان نظر آنے لگے۔ آلِ فرعون کے افراد فوق البرق پوشاکیں پہن پہن کر میلے میں شامل ہونے لگے۔ عورتیں بناؤ سنگار کر کے دعوتِ نظارا دینے لگیں۔ طرح طرح کے سامان کی دکانیں آراستہ کی گئیں۔ ایک وسیع اور کشادہ مقام پر فرعون کا خیمہ نصب کیا گیا۔ جس سے اس کے دنیوی جاہ وجلال کی شان ٹپکی پڑتی تھی۔ فرعون اپنے دربار میں اس تخت مرصع پر جلوہ افروز ہوا۔ جو خالص ہاتھی دانت سے طیار کیا گیا تھا۔ قارون نے تخت کے نیچے اور تخت کے سامنے طلائی اشرفیوں کا فرش بچھا دیا۔ ہامان نے اپنے ملک کی ریت کے مطابق بھجن پڑھے۔ جن کے خاتمہ پر کرناؤں کی صدا نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر فرعون کے خیمہ اور فرعون کی ذات کی طرف رُخ کر کے سربسجود ہو گئے۔ چند لمحہ کے بعد پھر کرنا کی صدا بلند ہوئی اور لوگ حسبِ معمول اپنے اپنے مشاغل میں منہمک ہو گئے۔

دربار میں مملکتِ مصر کے بڑے بڑے شعبدہ باز جو فرعون کی دعوت پر دُور دراز کے سفر طے کر کے آئے تھے موجود تھے۔ موسیٰ اور ہارون بھی عصا ٹیکتے ہوئے آ پہنچے۔ اہلِ دربار کی نگاہیں بڑے اشتیاق سے حق و باطل

کے اس معرکہ کے ظہور کا انتظار کر رہی تھیں جو اس دن کے لئے مختص کیا جا چکا تھا۔

فرعون نے جادوگروں اور ساحروں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "بنی اسرائیل کا یہ جادوگر ہمیں عجیب و غریب کرشمے دکھا چکا ہے۔ تمہیں اس مقصد کے لئے بلایا گیا ہے کہ تم اس کے مقابلہ میں اپنے جادو کے زور سے غلبہ حاصل کرو تاکہ آلِ فرعون کی عزّت برقرار رہے یہ شخص اپنے عصا کو سانپ بنا لینے کا شعبدہ دکھا کر کہتا ہے کہ وہ کسی ربّ العٰلمین کا رسول ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ دنیا کی جتنی عظمتیں ہیں وہ سب میرے لئے مختص ہو چکی ہیں۔

جادوگروں نے جواب دیا کہ "اے فرعون ہمیں تیری عزّت کی قسم ہم ضرور بنی اسرائیل کے اس جادوگر پر غالب آئیں گے۔ ہم میں بڑے بڑے صاحبانِ کمال موجود ہیں۔ لیکن ہماری گذارش ہے۔ کہ اگر ہم نے بنی اسرائیل کے اس جادوگر کو شکست دے دی تو ہمیں کیا انعام دیا جائے گا"۔

فرعون نے وعدہ کیا کہ ان سب کو مقربین بارگاہِ شاہی بنا لیا جائے گا۔ اور وہ ہر وقت فرعون کے دربارِ خاص میں حاضر رہا کریں گے۔

باشندگانِ مصر کو اس سے بڑے کسی منصب کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ فرعون کسی کو اپنا مقرب بنا لے۔ چنانچہ تمام جادوگر فرعون کے اس وعدہ پر بہت خوش ہوئے اور اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ آیئے ہمارے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے۔

موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ میرے خدا نے مجھے اپنی رسالت و نبوّت کی یہ کھلی ہوئی نشانی دے رکھی ہے کہ میرا یہ عصا زمین پر گرتے ہی رینگنے والا سانپ بن جاتا ہے۔ تم بتاؤ کہ اپنے جادو کے زور سے کیا شعبدہ دکھا سکتے ہو۔

جادوگروں نے جواب دیا کہ ہم بھی سانپ دکھا سکتے ہیں اور رسیوں کو سانپ دکھا سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اچّھا دکھاؤ تم رسیوں کو کس طرح سانپ بناتے ہو۔

جادوگروں نے متعدد رسیاں زمین پر بچھا دیں اور ان کے گرد گھوم کر بنسری بجانے لگے۔ کچھ جادوگر منتر پڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام رسّیاں لہراتے ہوئے سانپ نظر آنے لگیں یہ دیکھ کر فرعون کھلکھلا کر ہنس پڑا اور اہلِ دربار نے نعرہ ہائے تحسین بلند کئے۔

موسیٰ علیہ السّلام نے بھی دیکھا کہ رسّیاں سانپ بن گئیں - اور اسے جادوگروں کے اس شعبدہ پر سخت تعجب ہوا - اس نے بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دیا - زمین پر گرتے ہی وہ اژدہا نظر آنے لگا - اور اس اژدہا کے مُنہ سے اتنے زور کی پھنکار نکلی کہ اہلِ دربار ششدر رہ گئے - اور رسّیوں کے سانپ سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے - موسیٰ علیہ السّلام کے ثعبان مبین نے ان کا تعاقب کیا - اور جادوگروں کے دیکھتے دیکھتے ان سب کو نگل گیا +

جادوگروں کو یقین تھا کہ اُن کے ڈالے ہوئے سحر کا توڑ روئے زمین پر کوئی نہیں - جب انہوں نے اپنے کمال کو یُوں فنا ہوتے دیکھا تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ یہ مظاہرہ یقیناً کسی ایسی فوق الفطرت طاقت کی طرف سے ہے جو جادو پر بھی غالب ہے اور مُوسیٰ (علیہ السلام) ٹھیک کہہ رہا ہے - کہ یہ ربّ العٰلمین کی طرف سے اس کی رسالت کی ایک کھلی ہوئی نشانی ہے وہ تمام کے تمام ہیبت زدہ ہو کر اس خدائے قہار کے سامنے سر بسجود ہو گئے - جس کی قدرت کی نیرنگیاں سحر اور جادُو پر بھی غالب آگئیں تھیں اور انہوں نے اعلان کر دیا - کہ ہم موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کے خدا پر یعنی اس خدا پر جس کا پتا ہمیں موسیٰ اور ہارون دے رہے ہیں ایمان لے آئے +

فرعون اس نظارہ کی تاب نہ لاسکا اُس نے جادوگروں کو ڈانٹ کر کہا کہ "تم بڑے ہی بدتمیز ہو - جنہوں نے میری اجازت لئے بغیر موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار کو سجدہ کردیا اور اس پر ایمان لے آئے - میں سمجھ گیا ہوں کہ موسیٰ تمہارے گروہ کا سردار اور سب سے بڑا جادوگر ہے - اور تم نے اس کے ساتھ پہلے ہی سے یہ سازش کر رکھی تھی تاکہ ہمیں سرِ دربار ذلیل کرو۔ تمہارے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ تمہارے اعضاء کاٹ دیئے جائیں گے اور تمہیں صلیب پر لٹکایا جائے گا۔

جادوگروں نے جواب دیا۔" اے فرعون! ہم پر حقیقتِ حال منکشف ہو گئی - ہم نے سمجھ لیا کہ کائنات کا پروردگار اور مالک تو نہیں - بلکہ وہ خدائے قہار ہے جس نے موسیٰ کو اپنا رسول بنایا - تو ہمیں اذیت دے کر ہماری جانیں لے سکتا ہے - لیکن موت کے بعد کی حقیقی مغفرت اُسی خدائے قدیر کے ہاتھ میں ہے - جس نے ہم سب کو پیدا کیا - جو کچھ تیرے جی میں آئے ہمارے متعلق فیصلہ کرلے - لیکن اَب ہم اس ربّ العٰلمین کی طرف سے منہ نہیں موڑ سکتے جو کائنات ارضی و سماوی کا حقیقی بادشاہ ہے"۔

فرعون یہ تماشا دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اس کا جلال و جبروت بھر

دربار کے اندر خاک میں مل رہا تھا۔ اس کی خدائی چھنی جا رہی تھی۔ اسے اندیشہ
لگ رہا تھا کہ دوسرے لوگ بھی جادوگروں کے تتبع میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے
خدا پر ایمان نہ لے آئیں اور اس کی بادشاہت جاتی رہے۔ اس نے اہلِ دربار
سے مخاطب ہو کر کہا کہ " یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے باوجود میں موسیٰ (ع) کو
کاذب خیال کرتا ہوں۔ کائنات میں کوئی ایسی طاقت موجود نہیں جو مجھ سے
زیادہ قہرمان ہو۔ موسیٰ یہی کہہ رہا ہے کہ اس کا خدا اجرام فلکیہ پر بھی حکمرانی
کرتا ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ اور اسے غلط ثابت کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔
اے ہامان! تو آج ہی سے ایک بلند اہرام بنانے کا اہتمام شروع کر دے
جس پر چڑھ کر میں اجرام فلکی تک پہنچنے کے راستے دریافت کر سکوں اور
وہاں پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں۔ اس کی طاقت و عظمت کا اندازہ
لگا سکوں اور ان اجرام فلکیہ پر اپنی حکومت کا سکہ جما سکوں جس کی حکمرانی کو
موسیٰ اپنے رب العلمین کی طرف منسوب کر رہا ہے "

قارون اور ہامان نے فرعون کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اہلِ دربار
پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ یہ اجرام فلکی بھی انسان کی دسترس سے
باہر نہیں۔ اور فرعون چاہے تو اپنی مملکت کو وسیع تر کرنے کے لئے ستاروں

پر بھی چڑھائی کر سکتا ہے اور ہم جو اس کے بندے اور اس کے غلام ہیں۔ اس کام کے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

اہلِ دربار پر سے موسیٰؑ کی تلقین کا اثر دُور کرنے کے لئے چند اور تقریریں بھی ہوئیں۔ اور ہر تقریر میں فرعون سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ موسیٰ اور ہارون اور تمام جادوگروں کو قتل کر دیا جائے۔ اس پر آلِ فرعون ہی کے ایک فرد نے اٹھ کر سلطانِ جابر کے دربار میں کلمۂ حق کہنے کی جرأت کی اور کہا:۔

اے لوگو! تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو رہے ہو۔ جس کا قصور اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اپنا مالک و مولا اللہ کو قرار دے رہا ہے۔ اور کسی دوسری طاقت کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ حالانکہ وہ تمہیں اپنے دعوے کے ثبوت میں واضح اور بیّن دلائل سُنا چکا ہے اور ایسے کرشمے بھی دکھا چکا ہے جو انسان کی دسترس سے باہر ہیں۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اپنے اس جھوٹ سے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ جھوٹے کو کسی جگہ بھی فوز و فلاح نصیب نہیں ہوا کرتی۔ اگر وہ سچا ہے تو تمہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جس عذاب کی وہ تمہیں خبر

دے رہا ہے وہ ضرور تم پر آ کر رہے گا۔ خدائی طاقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو شخص خدا پر جھوٹ لگائے گا۔ وہ ضرور ہی اپنے کیے کی سزا پائے گا۔ لیکن اگر فی الواقعہ وہ خدا ہی کی آواز لے کر آیا ہو تو ہم اس تمام سازوسامان کے باوجود اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ آج بلاشبہ ہم ملک میں غالب ہیں۔ حکومت اور اقتدار کی باگ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ طاقت وجبروت اور جاہ وحشمت ہمارے گھروں کی لونڈیاں ہیں۔ لیکن کل اگر ہم کسی خدائی عذاب میں مبتلا ہو گئے تو ہماری مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

فرعون: اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اس شخص کا قصہ ہی پاک کر دو تاکہ کسی قسم کے فتنہ وفساد کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

شخص معلوم: لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ہم نے اس خدائی پیغمبر کی بات مان لی تو اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اور اگر ہم نے اس کے پیغام کو تسلیم نہ کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری قوم کسی سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائے گی۔ نوح۔ عاد اور ثمود کی قوموں کی تاریخ کے صفحات ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں۔ ان اقوام نے مادی اور دنیوی ترقی میں کیا کچھ حاصل نہیں کیا تھا۔ لیکن خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کو جھٹلانے

کے باعث وہ سب کی سب فنا ہو گئیں۔ آج اُن کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر ہم نے موسیٰؑ کی بات کو نہ مانا تو ہمارا انجام بھی وہی ہوگا جو عاد و ثمود اور قوم نوح کا ہوا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ اس سے قبل یوسفؑ بھی ہمیں خدا پر ایمان لانے کے لئے تبلیغ کر چکا ہے لیکن اس وقت بھی ہماری قوم کے لوگ اس کے بتائے ہوئے دین کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے رہے اور جب وہ فوت ہو گیا تو سمجھنے لگے کہ اب خدا کا کوئی پیغمبر ہمیں اپنے طریقوں پر ٹوکنے کے لئے مبعوث نہیں ہوگا۔

اے میری قوم کے لوگو! میں تمہاری بھلائی کے لئے یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں دنیوی تباہی سے قطع نظر کر کے ذرا اس انجام پر غور کرو۔ جو آخرت کی زندگی میں آنے والا ہے۔ اگر خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی بتائی ہوئی باتیں صحیح ہیں تو خدارا غور کرو کہ حشر کے روز تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس دنیا میں بھی سرفرازی اور عزت کی زندگی بسر کرو اور آخرت میں بھی جنت کے وارث بن جاؤ۔ ان مقاصد کے حصول کا طریق فقط یہی ہے کہ خدا کو مانو اور اُس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بناؤ۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلا رہا ہوں لیکن تم مجھے

ایسے مجہول معبودوں کی طرف بلا رہے ہو جن کے متعلق مجھے کسی قسم کا علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ میں نے آج حق بات تم سے کہدی ہے۔ اگر مان لو تو بہتر ورنہ یاد رکھو کہ ایک نہ ایک روز تم میری ان باتوں کو یاد کر کے پچھتاؤ گے۔ بھائیو! میں تو آج سے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں تم جس طرح چاہو کرو۔ وہی خدا جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ اپنے بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جیسے جیسے کسی کے عمل ہوں گے اسی کے مطابق اُسے اجر مل جائے گا۔"

جب فرعون نے دیکھا کہ خود اس قوم کے معتبر افراد موسیٰؑ کے پیغام سے متاثر ہو رہے ہیں تو اس نے اپنی روش میں کسی قدر نرمی پیدا کر لی اور موسیٰؑ و ہارونؑ اور خدا پر ایمان لانے والے جادوگروں کو قتل کرنے یا انہیں قید میں رکھنے کے خیال سے باز آ گیا۔ اسے اندیشہ تھا۔ کہ اس کا کوئی حریف بنی اسرائیل کے اضطراب اور موسیٰؑ کے رسوخ سے فائدہ اٹھا کر منصب فرعونیت چھیننے کی کوشش نہ کر بیٹھے۔ تاہم اُس نے موسیٰؑ سے کہدیا۔ کہ میں تجھے خدا کا بھیجا ہوا رسول تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ میں سرے ہی سے کسی خداوند کا قائل نہیں۔ لہٰذا میں اس امر کی اجازت نہیں دے سکتا۔

کہ تم بنی اسرائیل کو مصر سے باہر نکال لے جاؤ۔ اگر تم نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو کہ اس کا انجام تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے اچھا نہ ہوگا

موسیٰؑ فرعون کے یہ الفاظ سُن کر بہت آزردہ ہُوا۔ اس کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے۔ کہ اگر تم نے خدا کے پیغام کو مُسترد کر دیا۔ تو تم پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوں گے اور چند دنوں کے اندر اندر تم دیکھ لوگے کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنے کی سزا تمہیں کیا ملتی ہے۔

فرعون نے بنی اسرائیل کو موسیٰؑ کے ساتھ بھیجنے اور اپنی غلامی سے نجات دینے سے انکار کر دیا۔ آلِ فرعون نے اس فیصلہ کی تصدیق کی اس کے بعد سر زمین مصر پر خدائے جبّار و قہار کی آیات پے در پے ظاہر ہونے لگیں۔ دریائے نیل کا پانی سُرخ ہو گیا۔ مچھلیاں اور تمام دریائی جانور مَر کر سطح آب پر بہنے لگے۔ مینڈکوں کی بہتات نے جو دریاؤں اور جھیلوں سے نکل نکل کر خشکی پر پھیل گئے تھے آلِ فرعون پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا صاف پانی کی قلت کے باعث آلِ فرعون کے بدن اور گھر میلے ہو گئے۔ اور اُن کے کپڑوں میں کثرت کے ساتھ جوئیں پڑنے لگیں۔ مصیبت بالائے

مصیبت یہ کہ وسطِ افریقہ کی صحراؤں سے آنے والے ایک ٹڈی دَل نے اہلِ مصر کی فصلوں کو برباد کرنا شروع کر دیا۔ پچھم کی طرف سے چلنے والی آندھی نے اہلِ مصر کو ٹڈیوں سے نجات دلائی تو تیرہ و تار بادلوں نے آسمانِ مصر کا احاطہ کر لیا۔ رعد اپنے زور کے ساتھ گرجنے لگا۔ بجلیاں تڑپ تڑپ کر آلِ فرعون کے دلوں پر ہیبت طاری کرنے لگیں اور اولوں کی موسلا دھار بارش نے رہی سہی فصلوں پر تباہی پھیر دی۔ موسم کھُلا تو طاعون کی وَبا پھُوٹ پڑی۔ آلِ فرعون کے افراد مَرنے لگے۔ حیوانات بھی لقمۂ نہنگِ اجل ہونے لگے۔ فرعون جانتا تھا۔ کہ یہ سب بلائیں اسی کے عصیان و عدوان کا نتیجہ ہیں اور آلِ فرعون کے افراد بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ کہ یہ سب مصیبتیں موسیٰؑ اور اُس کے بھائی ہارُونؑ کی لائی ہوئی نحوستوں کا نتیجہ ہیں لیکن فرعون بنی اسرائیل کو ہجرت کی اجازت دینے سے انکار کر چکا تھا۔ اور اپنے بندوں کے سامنے یہ دعوے کر چکا تھا۔ کہ میں ہر طرح کی آفات ارضی و سماوی کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں اور کسی قوّت کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی فوق الفطرت کیوں نہ ہو سرِ تسلیم خم نہیں کر سکتا۔ اِس لئے ہر ارضی مصیبت نے اس کی شقاوتِ قلبی میں اضافہ کر دیا اور ہر آسمانی بلا نے اُسکے کفر و

عصیان کو بڑھا دیا ۔ فرعون جو خدائے ذوالجلال کے مقابلہ میں اجرام فلکی پر اپنی طاقت و سطوت کا جھنڈا گاڑنے کے دعویٰ کر چکا تھا ۔ کرۂ ارضی کی حقیر موجودات یعنی جوؤں ۔ کھٹملوں ۔ پسوؤں ۔ مچھروں ۔ مینڈکوں ۔ ٹڈیوں اور طاعون کے جرثیموں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا ۔ لیکن خدائی عظمت و جبروت کے جس انکار پر وہ قائم ہو چکا تھا ۔ اس سے دست کشی اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہوا ۔ آلِ فرعون کے افراد جو آئے دن کی ان مصیبتوں اور بلاؤں سے تنگ آ گئے تھے ۔ خود بخود بنی اسرائیل کے افراد سے کہنے لگے کہ تم چوری چھپے ہمارے ملک سے نکل جاؤ ۔ تاکہ ہمارے سروں سے تمہاری لائی ہوئی نحوستیں دُور ہوں ۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ نحوستیں خود اِنہی کے عصیان و طغیان کا نتیجہ ہیں جو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق مختلف گوشوں سے سر نکال نکال کر آ رہی ہیں ۔ یہ تمام بلائیں جو عالمِ مادی کے اندر مختلف صورتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں ۔ ان مکروہات کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ رکھتی ہیں ۔ جن سے انہوں نے اپنے عالمِ روحانیات کو بھرپور کر لیا ہے ۔

ایک رات جب کہ تیرہ و تار بادلوں نے وادی النیل کی آسمانی

فضا کو گھیر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل کے قبائل جوق جوق مدینۃ الفرعون سے باہر نکلنے لگے۔ آلِ فرعون کے افراد میں سے کسی نے ان کے ساتھ تعرض نہ کیا۔ کیونکہ وہ ان آسمانی بلاؤں سے مرعوب ہو چکے تھے جو پے در پے اُن پر نازل ہو رہی تھیں۔ کسی نے فرعون اور اس کے عمائد و اعیان کو اطلاع نہ دی کہ غلاموں کی قوم نے ہجرت پر کمر باندھ لی ہے اور اس بات کا عزم کر لیا ہے کہ آئندہ وہ غلامی اور ذلت کی زندگی بسر نہیں کریں گے۔

اگلے روز جب فرعون کو بنی اسرائیل کے کوچ کر جانے کی اطلاع ملی۔ تو اس نے آلِ فرعون کے عمائد کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ جب کثرت رائے نے یہ خیال ظاہر کیا کہ عبرانیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے تو اُس نے بھی اغماض سے کام لیا۔

بنی اسرائیل کے خانہ بدوش قبائل موسیٰؑ کی سرکردگی میں مصر کے مشرقی بیابانوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ جہاں پر نوعِ انسانی کی کوئی نسل آباد نہ تھی۔ اور سفر کی منزلیں مارتے ہوئے بحیرۂ قلزم کی اس شمالی خلیج کے ساحل پر جا پہنچے جو جزیرہ نمائے سینا کے مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس مقام پر خانہ بدوشوں کے اس گروہ نے ڈیرے ڈال دیئے۔

اُدھر مصر میں بنی اسرائیل کے ہجرت کر جانے کے بعد موسم کی نیرنگیاں موقوف ہوگئیں۔ دریائے نیل کا پانی بھی چند روز کے اندر اندر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ طاعون کی وبا دُور ہو گئی۔ جوئیں، کھٹمل، پسّو اور مینڈک ناپید ہونے لگے اور آلِ فرعون کسی قدر آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی۔

غلاموں کے وجود سے مصر کی سرزمین خالی ہو چکی تھی۔ اِس لئے آلِ فرعون کے افراد بدنی مشقتوں کا کام کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لوگ جو بیٹھے بٹھائے ہر طرح کا عیش و آرام حاصل کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ بڑی شدت کے ساتھ غلاموں کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ اور ہر طرف لوگ یہ شکایت کرتے سُنائی دینے لگے کہ ہم تو بنی اسرائیل کو ملک سے نکل جانے کی اجازت دے کر عجب مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔

فرعون نے اپنی قوم کے افراد کا ایک لشکرِ جرّار تیار کر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ تاکہ ان غلاموں کو جو قُدرت کے اتفاقی حوادث سے فائدہ اٹھا کر اُن کے پنجے سے نکل گئے تھے بزور واپس لایا جائے۔

بنی اسرائیل کو اس وقت خبر لگی۔ جب فرعون کا لشکر ان سے ایک منزل کے فاصلہ پر آن پہنچا۔ وہ سخت پریشان ہوئے ایک طرف بحیرۂ

قلزم کا موجیں مارتا ہوا پانی تھا جو دُور تک پھیلا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ دوسری جانب لشکر فرعون کے اَن گنت افراد کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو اُن پر دھاوا کر کے انہیں پھر غلام بنانے کا عزم لے کر آیا تھا۔

بنی اسرائیل کے خانہ بدوش قبائل کے پاس کشتیاں نہ تھیں۔ کہ ان پر سوار ہو کر جان بچا سکتے۔ ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے کہ اپنے سابق آقاؤں کا مقابلہ کر کے اپنی تازہ حاصل کی ہوئی آزادی کی حفاظت کر سکتے۔

موسیٰؑ اور اس کی قوم کے افراد بحیرۂ قلزم کی لہروں کو دیکھ رہے تھے اور بنی اسرائیل کے دلوں میں یہ خواہش موجزن ہو رہی تھی۔ کہ یہی لہریں انہیں سر چھپانے کے لئے جگہ دے دیں۔ تاکہ وہ آلِ فرعون کے جبّار و قہار انسانوں کے پنجہ میں گرفتار ہونے سے بچ جائیں۔

مغرب کی طرف گرد و غبار کی آندھیاں آسمان کی طرف بلند ہوتی دکھائی دینے لگیں اور بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا کہ فرعون کا لشکر ان کے سروں پر آن پہنچا۔ اور اب چند ساعتوں کے اندر انہیں پابدست دگرے دست بدست دگرے از سرِ نو غلام بن کر مصر جانا پڑے گا۔

مُوسیٰ علیہ السلام نے بحرِ مواج پر ایک نگاہ ڈالی اور اپنے عصا کی

ضرب سے پانی کی کمر پر تازیانہ لگایا۔

جس مقام پر عصا سے ضرب لگائی گئی تھی۔ اس کے دونوں طرف پانی کی موجیں ریت کے ان ٹیلوں کی طرح بلند ہونے لگیں۔ جو کسی ریگ زار میں حدِ نگاہ تک ایک دوسرے سے سر نکالتے ہوئے پھیلے ہوں۔ ساحلی زمین نے زلزلے کا ایک خفیف سا جھٹکا محسوس کیا۔ شمالی موجیں شمال کی جانب اور جنوبی موجیں جنوب کی طرف لوٹ گئیں۔ سطح بحر کی زمین کسی قدر اوپر ابھر آئی اور بنی اسرائیل کی متحیر و متعجب نگاہوں نے دیکھا کہ سمندر میں سر تا سر ایک راستہ بن گیا ہے۔ جس کے دونوں طرف پانی کی لہریں سنگین فصیلوں کی طرح کھڑی ہیں۔

بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے اس خشکی پر اترنے لگے جو سمندر کے پانیوں میں رونما ہو گئی تھی اور اس راستے پر ہو لئے جو بحیرۂ قلزم کے پانی نے شق ہو کر ان کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

بنی اسرائیل نے ابھی نصف راہ طے کی تھی کہ فرعون کا لشکر بھی ساحلِ بحر پر آن پہنچا اور قدرت کے اس کرشمہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ کہ سمندر نے ان کے غلاموں کو آگے جانے کے لئے راہ دے دی ہے۔

فرعون کے لشکری قدرت کے اس مظہر عجیب کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ کہ فرعون نے اپنا رتھ اسی راستے پر ڈال دیا۔ جس پر سے بنی اسرائیل کا گروہ گذر چکا تھا۔ فرعون کا لشکر بھی اس کے پیچھے پیچھے اس شاہراہ پر ہولیا جو سمندر نے اپنا سینہ شق کر کے حصول آزادی کا عزم کرنے والے غلاموں کے لئے تیار کی تھی۔

اِدھر بنی اسرائیل کا آخری شخص اس ساری راہ کو طے کر کے بحیرۂ قلزم کے مشرقی ساحل پر چڑھا۔ اُدھر فرعونی لشکر کے عقب کا آخری آدمی اس راستے پر اُتر آیا۔

بنی اسرائیل بحیرۂ قلزم کے دوسرے ساحل پر کھڑے لشکرِ فرعون کی یلغار کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ کہ زمین کے اندر دوسری جنبش محسوس ہوئی اور پانی کی وہ چٹانیں جو اس راستے کے دونوں طرف دیواروں کی طرح کھڑی تھیں لپک کر ایک دوسری کے ساتھ ہم آغوش ہوگئیں۔

فرعون اور اس کے لشکری۔ اُن کے گھوڑے اونٹ اور رتھیں سب کے سب بحیرۂ قلزم کی موجوں کی لپیٹ میں آگئیں اور فضائے سماوی

کی موجودات نے یک زبان ہو کر نعرہ لگایا کہ ظالموں کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔

آج اِسی فرعون کی نعش جو مِصر کے باقی ماندہ باشندوں کو ساحل بحرِ پر ملی تھی اور جسے انھوں نے اپنے ملک کے رواج کے مطابق اہرام کے اندر دفن کر دیا تھا لندن کے عجائب گھر میں عصرِ حاضر کے فراعنہ کو درسِ عبرت دے رہی ہے۔

سیلِ عرم

جس میں

قومِ سبا کی بربادی کی داستان مذکور ہے

تذکرہ

حضرت الیاس علیہ السلام

سیلِ عرم

راستہ مٹی کی اس ضخیم تہ کے نیچے دب کر نا پید ہو چکا تھا جو سیلاب کے گزرنے اور پانی کے خشک ہو جانے کے بعد سطحِ ارضی پر جم جایا کرتی ہے۔ چاروں طرف جھاڑ اور سرکنڈے کی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جن کو گیدڑوں۔ لومڑیوں۔ اور کئی قسم کے دوسرے جنگلی جانوروں نے آباد کر رکھا تھا۔ کہیں کہیں ببول اور بیری کے خودرو پودے بھی جھاڑیوں سے سر نکالتے ہوئے اور ان کانٹوں کی پرورش کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ جو اس جنگل میں سے گزرنے والے انسانوں کے تلوؤں کو درد کی

لذّت سے آشنا کر سکیں - ثمردار درخت میلہا میل تک کہیں نظر نہیں آتا تھا - اگر سیب یا انار یا کسی اور پھل کا کوئی پودا مل بھی جاتا تھا - تو اُس کا ماحصل اِس قدر کڑوا - ترش اور بدذائقہ ہوتا تھا - کہ انسان کا حلق انہیں نگلنے سے صاف انکار کر دیتا - دن کے وقت آفتاب کی تمازت اور حرور کی حدّت یہ کہتی سُنائی دیتی تھی - کہ اس سرزمین نے مدّت سے بادلوں کے سائے کا نام و نشان تک نہیں دیکھا۔

اس ماحول میں ملک شام کا ایک شتر سوار ملک یمن میں سے گزر رہا تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اس ملک کی آبادیاں جو اپنی گنجانی کے باعث شہرۂ آفاق تھیں کدھر چلی گئیں اور اس کی سرسبزیاں اور شادابیاں جن پر ملکۂ سبا کی عظمت و شوکت کے افسانے شاہد و دال تھے - کہاں مفقود ہو گئیں۔

کامل دس دن اس یکّہ و تنہا مُسافر کو اس سرزمین میں کسی انسان کی صُورت دکھائی نہ دی اور نہ اُسے کوئی ایسے آثار نظر آئے جن سے وہ اندازہ لگا سکتا - کہ وہ کسی معمُورۂ انسانی کے قریب پہنچ گیا ہے۔

دن کے وقت بدلوں کے سائے میں سستا سستا کر اور رات

کے وقت جنگلی جانوروں کے ہیبت ناک شوروغل کے درمیان بسیرا کر کے وہ شب و روز اس سمت کی طرف چلتا گیا۔ جس کی طرف رُخ کرنے سے قطب شمالی کا ستارہ اس کے سر کے پیچھے رہتا تھا اور صبح کو طلوع ہونے والا آفتاب اس کے بائیں ہاتھ کی سمت سے نکلتا تھا۔

گیارھویں دن وہ جنگل میں آباد ہونے والے خانہ بدوش انسانوں کی ایک آبادی میں پہنچا جو سرکنڈے سے بنائے ہوئے چھپروں اور اونٹ کی کھال سے بنائے ہوئے خیموں میں مقیم تھے۔

مردوں - عورتوں - بچوں اور بوڑھوں کی ایک مختصر سی جماعت اس مسافر کے گرد جمع ہوگئی۔ سب نے اس نووارد کو اہلاً و سہلاً کہا، اور وطن مالوف - منزل مقصود اور مقصدِ سفر کے متعلق معمولی استفسارات کر کے سب اپنے اپنے دھندوں میں مشغول ہو گئے۔ شیخ قبیلہ نے جو اسی سال کا ایک عمر رسیدہ بزرگ تھا مسافر کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلایا۔

شیخ اور شامی مسافر اکیلے رہ گئے۔ ان کے مابین اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ شام کی سرزمین اور وہاں کے باشندوں کے حالات کے متعلق عام استفسارات کرنے کے بعد شیخ نے ایک آہِ سرد بھر کر کہا:-

"کبھی ہمارا ملک بھی سرسبزی وشادابی میں رشکِ فردوس تھا۔
ہماری قوم بھی خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ ہماری زمین جو
اب جھاڑ اور سرکنڈے کی جھاڑیوں اور ببول کے پودوں سے پٹی پڑی ہے
سات سال پیشتر لہلہاتی ہوئی سرسبز کھیتیوں اور ثمرات سے لدے ہوئے
باغوں سے معمور تھی۔ جن میں انسان بلبلوں کی طرح چہچہاتے پھرتے تھے
مال و دولت کی فراوانی اور تجارت کی گرم بازاری نے ہمیں مغرور کر دیا۔
اور ہم اس خالقِ اکبر کی ناشکرگزاری کرنے لگے جس نے ہمیں ہر قسم کا عروج
دے رکھا تھا۔ ہم سب گنہگار ہو گئے۔ اور ہم پہ خدا کا غضب ایک ہیبتناک
سیلاب کی شکل میں نازل ہوا۔ ہم چین سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ کوہستان
پر بارشیں برسنے لگیں۔ اور پانی کا ایک سیلِ رواں غراتا ہوا پہاڑوں
پر سے اُترا جس نے ملک سبا کی ساری زمین میں تباہی پھیلا دی۔
ہمارے کھیت اجڑ گئے۔ ہمارے باغات ویران ہو گئے ہماری بستیاں
سیلاب کے آگے بہ نکلیں۔ ہزاروں انسان اور لاکھوں حیوان اس سیلاب
کی لپیٹ میں آ کر مر گئے۔ ہر طرف لاشیں بہتی ہوئی نظر آنے لگیں ہماری
قوم اس سیلِ عام کو روکنے کی کوئی تدبیر نہ کر سکی۔ جو آبادیاں پہاڑوں کے

دامن سے ذرا دُور واقع ہوئی تھیں انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے بند تعمیر کئے۔ لیکن سیلاب نے وہ بند بھی توڑ ڈالے اور آبادیاں بھی ویران کر دیں۔ بہت کم لوگ اس مصیبت سے بچ سکے اور زمین سراسر ویران اور بے آباد ہو گئی"۔

چند لمحہ توقف کرنے کے بعد شیخ قبیلہ نے شامی مسافر سے کہا کہ یہ سب کچھ ہمارے ہی بوئے ہوئے استکبار کے باعث وقوع پذیر ہوا ہماری شامت اعمال سیلاب کی صورت میں سامنے آ گئی۔ ہمارے لوگوں کی طبیعتیں خوشحالی کی زندگی سے سیر ہو گئیں تھیں۔ پروردگار عالم کی حمد و ثنا کرنے کے بجائے ہم اس کی دی ہوئی نعمتوں کا استخفاف کرنے لگے۔ اور ایسے گیت گایا کرتے تھے۔ جن میں اس تباہی و بربادی کی تمنا کی جاتی تھی۔ اگر تم ہماری قوم کی ناشکر گذاریوں کا حال معلوم کرنا چاہو تو اس کتبہ کو جا کر پڑھو جو ہماری قوم کے ایک شاعر نے مینارہ پر کندہ کرایا تھا۔ اور جو اب بھی قریب کے جنگل میں ہماری قوم کے غرور اور استکبار پر شہادت دے رہا ہے۔

شامی مسافر نے جنگل میں جا کر ایک قدِ آدم مینارہ کو دیکھا جو پتھر کی

ایک سالم چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ اس مینار پر اس زمانہ کے رسم الخط میں چند اشعار کا ایک قصیدہ کندہ کر دیا گیا تھا۔ جس کا مفہوم ذیل کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:۔

"سبا والے سفر کے لطف سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ ان کے ہاں ہر طرف باغات اور ہر طرف آبادیاں نظر آ رہی ہیں۔

عدن سے لے کر اُم القریٰ تک چلے جاؤ۔ یمین و لیسار پر لہلہاتے کھیتوں اور ثمر دار باغوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اس راہ پر قدم قدم پر منزلیں اور جابجا آبادیاں ہیں۔ گویا عدن سے لے کر مکہ تک ایک ہی بازار ہے۔ جس میں ہر قوم کے لوگ خرید و فروخت کرتے ہیں۔

مُسافر کا قدم ایک آبادی کی حد سے باہر بھی نکلنے نہیں پاتا۔ کہ نگاہیں دوسری آبادی کی دیواروں سے جا ٹکراتی ہیں۔

ہماری سواریوں کے اونٹ ایک شب و روز کی مُسلسل تشنگی کے لطف سے بھی لذت اندوز نہیں ہو سکتے۔

سفر کا لطف حضر موت یا ربعِ خالی کے صحراؤں میں ہے جہاں ریت کا

ایک بحرِ ناپیدا کنار پھیلا ہوا ہے ۔

جہاں منزلوں تک کسی نخلستان کا نام و نشان نظر نہیں آتا ۔ اور کوئی انسان یا حیوان دکھائی نہیں دیتا ۔

ہماری قوم کے راہرو اس کیفیت کے لطف سے سر بسر نا آشنا ہیں جو لق و دق صحرا کی تپتی ہوئی ریت پر اونٹ ذبح کر کے اس کی اوجھ سے پانی نکالنے اور اُسے نوشِ جان کر کے پیاس بجھانے میں حاصل ہوتا ہے

یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہم آسانی سے زندگی کے مایحتاج حاصل کر لیتے ہیں ۔ اور حصولِ معاش کے لئے کچھ بہت زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی ۔

ہماری قوم کے افراد اس قدر کیوں بڑھ گئے ہیں کہ ان کی آبادیوں کے باعث ہمارے اونٹوں کو اپنی دوڑ کا حوصلہ نکالنے کے لئے میدان نہیں مل سکتا ۔

کیا یمن اور سبا میں بھی کبھی یہ کیفیت حاصل ہو سکے گی کہ ہم اپنی سانڈنیوں پر سوار ہو کر شب و روز چلتے جائیں اور بادِ سموم ہمارے عزائم اور ہماری قوتِ برداشت کا امتحان لے رہی ہو ۔

انسان کی کوئی آبادی ہمارے مسافروں کو اہلاً و سہلاً و مرحبا کہنے والی موجود نہ ہو۔"

شامی مسافر نے یہ کتبہ پڑھا اور اُس نے سمجھ لیا کہ سبا کے لوگ قادرِ مطلق کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکرگزاری کرنے کے باعث کون سے روحانی امراض میں مبتلا ہو چکے تھے جو ان پر سیلِ عرم کی سی ہولناک تباہی لانے پر منتج ہوئے۔

یروشلیم کی بربادی

جس میں

بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی داستان

بتائی گئی ہے

نذر

انبیائے بنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام

یروشلیم کی بربادی

تیسرے پہر کے آفتاب کی دھوپ پھیکی پڑ چکی ہے اور اس سرزمین کے لہلہاتے ہوئے سرسبز کھیتوں اور باغوں پر جہاں شہد کی مکھیاں اعلیٰ ترین عسل مُصفّٰی بہتات کے ساتھ تیار کرتی ہیں۔ پھیکے زرد رنگ کا طلائی نُور نچھاور کرتی نظر آ رہی ہے۔ یرزعیل دہقان کے تین قد آور جوان بیٹے کولھو سے روغنِ زیت نکال نکال کر دوسرے برتنوں میں ڈال رہے ہیں۔ بوڑھا یرزعیل جس کے سر اور ڈاڑھی کے سفید ملائم بال سنبل کو بھی شرما رہے ہیں اپنے گلی مکان کے صحن میں ایک تختِ چوبین پر بیٹھا اپنے

تنومند بیٹوں کے کام کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ اور اُن کی گفتگو کو جو کام کے ساتھ ساتھ جاری ہے پُوری توجّہ سے سُن رہا ہے۔

اِفلال نے جس کے بشرہ پر عنفوانِ شباب کی رعنائیاں کھیل رہی ہیں اپنے بھائیوں سے کہا:۔

"بھائی! آپ نے کچھ سُنا حنینیاہ نبی نے یرمیاہ نبی کا وہ جُوا توڑ ڈالا جو اُس نے بنی اسرائیل کو دوسری اقوام کا غلام بنانے کے لئے طیار کیا تھا۔ حنینیاہ نبی نے یرمیاہ نبی کی بددُعا کا اثر زائل کر دیا۔ اب یروشلیم برباد نہ ہوگا۔ اور ہیکل کے طلائی ظروف جو سلیمانؑ ذی شان اور دوسرے بادشاہوں نے اس معبد کی نذر کئے تھے کسی غیر قوم کے قبضہ میں نہیں جائیں گے۔ نہ اُس کی فصیل ٹوٹے گی اور نہ وہ شہر اور اس کی ہیکل آگ کی نذر ہو سکے گی۔ اور ہماری قوم اس ذلّت اور مصیبت سے بچ جائے گی جس کی پیشگوئی یرمیاہ نبی نے کر رکھی تھی"۔

سب سے بڑے بھائی مسلام نے جس کی گھنی ڈاڑھی کے بال شبِ دیجور کی سیاہی کو بھی شرما رہے تھے کہا:۔

"اِفلال! تم ان نبیوں وبیوں کے قصّے زیادہ غور سے نہ سُنا کرو

کچھ عرصہ سے ہماری قوم میں اِس قدر بہتات کے ساتھ نبی پیدا ہونے لگے ہیں کہ کوئی قریہ اور کوئی بستی ان کے وجود سے خالی نہیں جس کو دیکھو خُدا کا مرسل بن کر لوگوں کو ڈراتا پھرتا ہے۔ اور اپنی نبوّت اور کرامت کا سکہ بٹھانے کے لئے بڑی بڑی ڈینگیں مارتا ہے۔

نبوّت و رسالت کا ہر مدعی اپنے آپ کو برحق دوسرے دعویٰ داران نبوّت کو مفتری قرار دے رہا ہے۔ ہم جیسے عام لوگوں کے لئے یہ مُشکل پیدا ہوگئی ہے کہ کس نبی کی بات مانیں۔ اور کس کے قول کو مُسترد کریں۔ کس کو سچا سمجھیں اور کس کو جھوٹا قرار دیں۔

اِفلال:— جو نبی کرامت دِکھائے اور جس کی پیشگوئی پُوری ہو جائے وہی سچا ہے۔

یرمُوخ (تیسرا اور منجھلا بھائی):— ہمارے گاؤں کے کاہن کی پیشگوئیاں سو میں سے پچانوے حرف بحرف پُوری ہو جاتی ہیں اور میں نے تجربہ کیا ہے کہ بعل کے اس مندر کا بڑا پجاری جو سامریہ میں ہے کامل و اکمل کاہن ہے۔

مسلام:— تم نے اس سے ملاقات کی ہے۔

یرموخ:— ہاں میں اپنے کسدی دبابلی دوستوں کے ہمراہ اس کی

زیارت کر چکا ہوں ۔

مسلام :۔ تم نے یروشلیم کی تباہی یا سلامتی کے متعلق کوئی سوال کیا

یرموخ :۔ میں نے پوچھا اس کا جواب یہ تھا کہ یروشلیم زندہ رہے گا۔ اس پر مصیبتیں نازل ہوں گی۔ لیکن اس کا نشان قائم رکھا جائے گا۔ اس کے نام کی بڑائی میں کسی قسم کا فرق نہیں آئے گا ۔

اِفلال :۔ اب حننیاہ نبی نے بھی خدا کا یہ پیغام سنا دیا ہے۔ کہ یروشلیم کی ایک اینٹ تک بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلائی جائے گی۔ اور یرمیاہ نبی کا وہ جوا جو اُس نے کاہنوں اور ربیّوں سے ناراض ہو کر بنی اسرائیل کی گردنوں کے لئے تیار کیا تھا توڑ ڈالا ہے ۔

یرموخ :۔ یرمیاہ کی نوع کے نبی پچھلے بادشاہوں کے عہد میں بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے بنی اسرائیل پر اپنا رعب بٹھانے کے لئے یہی پیشگوئیاں کی تھیں کہ یروشلیم برباد ہو جائے گا اور خدا کی برگزیدہ اور بعل دیوتا کی پیاری قوم بنی اسرائیل دنیا میں ذلیل و خوار ہو جائے گی۔ پچھلے بادشاہوں نے ایسے بد زبان نبیوں کو قتل کروا دیا۔ صدقیاہ بادشاہ کو بھی چاہیئے کہ یرمیاہ کو سولی پر چڑھا دے تاکہ پھر کسی کو ایسی بُری پیشگوئیاں کرنے کی جرأت نہ ہو ۔

مسلام :۔ اگر بد دعائیں دینے والے نبی سچے ہوتے تو یروشلیم کی جگہ آج بیابان نظر آتا اور ہم لوگ یا تو مر چکے ہوتے یا اپنے کھیتوں کے بجائے کسی دوسری قوم کے باغوں میں غلامی کی زندگی بسر کرتے نظر آتے لیکن خدا ہمارے بادشاہ صدقیاہ کو سلامت رکھے۔ یروشلیم کی رونق آج بھی اس طرح برقرار ہے جس طرح سلیمان ذی شان کے عہد میں تھی۔ کسدی عورتیں آج بھی بنی اسرائیل کے نوجوانوں پر اسی طرح عاشق ہیں جس طرح منسی کے زمانہ میں عاشق تھیں۔ اور بنی اسرائیل کی دولت میں آج بھی کسی قسم کا فرق نہیں آیا ہیکل کے طلائی ظروف جو بابل کا بادشاہ بنوکد نصر ہمارے سابق بادشاہ یہویقیم سے خراج کے طور پر لے گیا تھا وہ واپس مل جائیں گے۔ حننیاہ نبی کی پیشگوئی پوری ہو کر رہے گی۔ یرمیاہ جیسے بدگو قتل کر دیئے جائیں گے۔"

اس موقع پر پیر مرد یزرعیل نے اپنی برف کی مانند سفید پلکیں اور سفید بھوئیں اوپر اٹھا کر اپنے بیٹوں کی طرف نگاہ کی۔ اور ہاتھ کے اشارہ سے ان سب کو اپنے پاس بلا لیا۔

مسلام، یرموخ، اور افلال بوڑھے باپ کے تخت چوبین کے اردگرد مؤدبانہ طریق سے بیٹھ گئے اور یزرعیل نے کامل آہستگی کے ساتھ لب کھولتے

ہوئے کہا:۔

"بیٹو! میں نے تمہاری باتیں غور سے سُنی ہیں۔ یروشلیم کی تباہی کے متعلق کئی نبیوں نے پیشگوئیاں کی ہیں لیکن ابھی تک یروشلیم تباہ نہیں ہوا جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ابھی ہماری قوم میں خدا کے کچھ نیک بندے موجود ہیں۔ جن کی روحانی طاقت نے ان بلاؤں کو یروشلیم پر گرنے سے روک رکھا ہے جو اس کے لئے فرشتوں کے دفاتر میں مقدر ہو چکی ہیں۔ یروشلیم کی تباہی کے متعلق پیشگوئی کرنے والے نبی جھوٹے نہ تھے۔ ہماری قوم کے اکثر افراد جن غفلتوں اور سیہ کاریوں کا شکار ہو چکے ہیں وہ یقیناً ہماری قوم کے سر پر بہت بڑی مصیبت لانے کا سبب بن کر رہیں گی۔ زمانے کی حالت مجھے دگرگوں نظر آتی ہے۔ بنی اسرائیل کے گھروں کی چھتوں پر آج کسدیوں کے بعل دیوتا اور غیر قوموں کے جھوٹے معبودوں کے بُت نصب ہو رہے ہیں۔ بداخلاقی کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگ کھلم کھلا زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لواطت کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ پڑوسی پڑوسی کے حقوق کو نہیں پہچانتا۔ بھائی بھائی کے حقوق کو نہیں جانتا۔ بیٹا باپ

کا نافرمان ہے اور باپ بیٹے پر قہرمان۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ آثار بنی اسرائیل کے عروج کی تباہی کی نشانیاں ہیں۔ جو زمانہ گذشتہ کے جیّد اور مصدقہ رسُول بھی بتا گئے ہیں۔ ہمارے رَبّی اور ہمارے کاہن ہم سے حق بات کو چھپاتے ہیں۔ اور مال لے کر جس طرح کا چاہیں فتوے لکھ دیتے ہیں۔ مُوسٰی کی شریعت کو توڑ مروڑ کر اپنے حسب مطلب بنا لیتے ہیں۔ خدا کے کلام کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلنے سے بھی نہیں چوکتے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بنی اسرائیل میں جھوٹے نبی کثرت سے پیدا ہونے لگے ہیں۔ اور ان میں سچے اور جھوٹے کی تمیز کرنا ذرا مشکل کام ہو گیا ہے۔ ہمارے بادشاہوں کی حالت اور بھی ردّی ہو چکی ہے وہ اپنے عیش و عشرت میں مست رہتے ہیں۔ ربّی اور کاہن اور مفتی سب ان کی خواہشات پوری کرنے کے لئے خدائی احکام میں ردّ و بدل کرتے رہتے ہیں۔ اور بدبختی یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ سچے نبیوں کے دشمن بن جاتے ہیں اور جھوٹوں کی پیروی کرتے ہیں۔ عوام النّاس بھی ان کی تقلید میں خدا کے مرسلوں کو ہنسی میں اڑانے اور ان سے استہزا کرنے سے باز نہیں رہتے۔ میں نے یرمیاہ نبی کی زیارت نہیں کی اور نہ حننیاہ نبی کو دیکھا ہے

لیکن میرا دل زمانہ کی حالت کو دیکھ کر گواہی دینے لگتا ہے کہ یرمیاہ سچّا ہے اگر ہماری قوم نے اپنی بدکرداریوں سے توبہ نہ کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یروشلیم تباہ نہ ہو جائے اور بنی اسرائیل پھر کسی فرعون کے غلام نہ بن جائیں۔ بیٹو! تم کسی نبی سے خواہ وہ سچّا ہو یا جھوٹا استہزا نہ کیا کرو۔ اور ہر وقت خدا کے قہر سے ڈرتے رہو۔ کہ کہیں ہماری قوم بربادی کا شکار نہ ہو جائے۔ موسیٰؑ کے خدا کی عبادت کرتے رہو۔ بنی اسرائیل کے خدا کے لئے نذریں گزرانو۔ اور عام لوگوں کی دیکھا دیکھی کسدیوں کے بعل کی پرستش میں گرفتار نہ ہوجیو۔ کسدی عورتیں تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈالتی ہیں۔ وہ اسرائیل کے نوجوانوں کو پھسلا پھسلا کر گمراہ کر دیتی ہیں۔ تم ان کے ہتھکنڈوں سے بچو۔ اگر تمہاری زندگی میں بنی اسرائیل پر عذاب نازل ہو تو موسیٰ اور ہارون کے خدا کے آگے عاجزی کرنا اور گڑگڑانا اور وقت کے سچے نبی کو پہچاننے کی کوشش کرنا میں چند دن کا مہمان ہوں اس لئے تمہیں نیک و بد میں تمیز کرانے کے لئے موجود نہیں رہوں گا۔ تم خود اپنی زندگیوں کو نیک بناؤ۔ اور خدا کے نیک بندوں کی اطاعت کرو"۔

رافلال نے کہا " ابّا! ہمیں اپنے پرانے آباؤ اجداد کے قصّے سناؤ

تاکہ ہمارے مضطرب دلوں کو اطمینان حاصل ہو۔

بزرعیل بولا۔ فرزندو! ہماری قوم پر خدائے رحیم وکریم کے بہت سے انعام ہیں۔ لیکن بنی اسرائیل کی بدبختی کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے قصوں کو یکسر فراموش کر چکے ہیں۔ اور اگر سنتے بھی ہیں۔ تو ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ یوسفؑ کا قصہ تو تمہیں اچھی طرح یاد ہوگا۔ سُنو۔ جب یوسفؑ نے فرعونِ مصر کا وزیر مختار بن کر اپنے بھائیوں کو مصر میں آباد کر لیا۔ اور ان کی اولاد ترقی کر گئی تو مصریوں نے انہیں اپنا غلام بنا کر رکھا۔ ان پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگے۔ اور اُن پر ذلتیں برسانے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھا کر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالا۔ فرعون کا لشکر دریائے قلزم میں غرق ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا کے ریگستانوں میں خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ وہاں خدا کی طرف سے انہیں ہر صبح کھانے کے لئے مَن ملا کرتا تھا۔ جو راتوں رات خدا کی بخشش سے آسمان کی بلندیوں سے نازل ہوتا اور جنگل کی بوٹیوں پر برف کے گالوں کی مانند جم جایا کرتا تھا۔ ان ہی جھاڑیوں میں قدرت کے بھیجے ہوئے پرندے جن کو سلوےٰ یعنی بٹیریں کہتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں آ جاتے تھے۔ جن کا شکار

کر کے بنی اسرائیل انہیں بھون کر کھاتے۔ اگر ہمارے وہ بزرگ صبر سے کام لیتے تو یہ زندگی ان کے لیے بری نہ تھی۔ لیکن انہوں نے طمع کر کے زیادہ سے زیادہ منّ جمع کرنا اور زیادہ سے زیادہ بٹیروں کا شکار کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ خدا کا حکم جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اترا تھا یہ تھا کہ ہر شخص اپنے اور اپنے اہل و عیال کی روزانہ ضرورت کے مطابق جنگل سے منّ لیا کرے اور حسب حاجت بٹیروں کا شکار کیا کرے۔ اس پر خدا ناراض ہو گیا اور منّ و سلویٰ کی مقداروں میں کمی واقع ہونے لگی۔ قوم کے اکثر لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اور جنگل کی زندگی ان پر تلخ ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی تو ہمارے بزرگ آگے بڑھ کر ایک سیر حاصل زمین پر قابض ہو گئے۔ جہاں پر انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے گاؤں بسا لیے۔ اب انہیں حصول معاش کے لیے کھیتی باڑی بھی کرنی پڑی۔ اور وہ زمین پر محنت کر کے اپنے لیے غلّہ اور سبزیاں وغیرہ پیدا کرنے لگے۔ کچھ لوگ پاس کے سمندر سے مچھلیاں پکڑتے۔ لیکن یہاں پھر انہوں نے خدائی احکام کی نافرمانی کی سبت کے دن کا احترام توڑ دیا۔ اس دن بھی کام کرنے لگے۔ خدا کا غضب پھر ان پر نازل ہوا اور ان پر دبائیں پھیل گئیں۔ ان کی محنتوں میں سے

برکت اُڑ گئی - قحط سالی نے اُن کا قافیہ تنگ کر دیا۔ کئی افراد جو خدا کے حضور میں سخت گنہ گار تھے بندر بن گئے۔ انہوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی۔ کہ وہ خدائے قدیر سے ان کے گناہوں کی معافی مانگے - وہاں سے موسیٰؑ انہیں اور آگے لے آیا اور انہوں نے کوہ طور کے دامن میں ایک شہر آباد کر لیا۔ اس جگہ پر پانی کی بہت قلت تھی۔ قدرتی نالابوں کا پانی ان کے اور ان کے جانوروں کے گزارے کے لئے بمشکل کفایت کرتا تھا۔ موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی اور اس کی قدرت سے پہاڑ کے دامن میں پانی کے بارہ چشمے اُبل پڑے جن کو ہماری قوم کے بارہ قبیلوں نے آپس میں بانٹ لیا۔

موسیٰؑ نے سب سے پہلے اپنی مسافری کے زمانہ میں کوہ طور پر خدا سے ملاقات کی تھی۔ اب پھر وہ خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہ طور پر گیا اور چالیس دن اور چالیس رات وہاں رہا - ہمارے بزرگوں نے اس کی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر خدا کی عبادت چھوڑ دی اور وہ سامری قبطی کے بچھڑے کی پرستش کرنے لگے جو سونے سے بنایا گیا تھا۔ مال و زر فراہم کرنے کی ہوس نے انہیں اندھا کر دیا اور وہ اپنی ہی قوم کے لوگوں کا حق مارنے لگے۔ موسیٰؑ چلہ کشی کے بعد واپس آیا۔ تو اس نے اپنی قوم کو پھر گمراہی

میں مبتلا پایا۔ اب ان پر خدائے قہار کی طرف سے طرح طرح کی بلائیں نازل ہونے لگیں۔ وبائیں ہر طرف سے اُن پر ٹوٹ پڑیں وہ پھر موسیٰؑ کے آگے جا کر گڑگڑائے۔ موسیٰؑ نے حکم دیا کہ جو لوگ گوسالۂ سامری کی پرستش کے ذمہ دار ہیں وہ خود کشی کر لیں یا ایک دوسرے کو قتل کر دیں تو خدا کا قہران پر سے ٹل سکتا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا کا قہران کے سروں پر سے دُور ہو گیا:۔

موسیٰؑ کی وفات کے بعد اس کا جانشین یوشع اپنی قوم کو لے کر چلا تا کہ انہیں اس موعودہ سرزمین کی طرف لائے جو ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا گھرانا تھی۔ خدا نے ہماری قوم پر انعام کیا اور ہمیں ان قوموں کے مقابلہ میں فتح و نصرت عطا فرمائی جو اس سرزمین میں ہمارے آنے سے پہلے آباد تھیں۔ ہمارے بزرگ اس برکت والی زمین میں رہنے سہنے لگے جو ہمارا وطن ہے۔ اور خدا کے نبی اور ان کے فرمانبردار قاضی ہمارے باہمی جھگڑے چکایا کرتے اور ہمیں خدا کی عبادت میں مصروف رکھا کرتے تھے:۔

پھر ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں نے خدائی احکام کی متابعت

چھوڑ دی - اور ذرا ذرا سی بات پر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے - قاضیوں کے فتاویٰ سے سرتابی کرنے لگے - جس کی سزا انہیں یہ ملی کہ یہودیہ اور اسرائیل کے گرد و نواح میں بسنے والی اقوام کے بادشاہوں نے ان کی بہت سی بستیوں پر قبضہ جما لیا - انہیں اپنے گھر بار سے نکال دیا - ان کے اموال کو لوٹ لیا - اور انہیں اپنی تاخت و تاراج کی آماجگاہ بنا لیا پہلے کوئی دشمن حملہ آور ہوتا تھا تو بنی اسرائیل کے تمام قبائل کے سلحشور جوان خود بخود شوق سے مقابلہ کرنے کے لئے نکل پڑتے تھے - لیکن اب وہ جنگ و جدال سے جی چرانے لگے - جب ہمسایہ اقوام کی تاخت و تاراج نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو وہ پھر اپنے وقت کے نبی کے پاس گئے - اور اس سے کہنے لگے - کہ دوسری اقوام کی طرح ہمارے درمیان بھی کوئی بادشاہ مقرر کر دیا جائے جو غیر اقوام کے مقابلہ میں ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کی حفاظت کیا کرے - پھر جب اللہ کے نبی نے طالوت کو بادشاہ بنا دیا تو بہت سے لوگ اس پر معترض ہونے لگے اور اس سے حسد کرنے لگے ؂

طالوت نے حملہ آور قوم کے مقابلہ کے لئے بنی اسرائیل کا ایک

لشکر تیار کیا اور خدا کے نبی نے اس لشکر کو برکت دی اور کہا کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ لشکر مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں پانی کی ایک نہر پڑی اور خدا کے نبی نے طالوت بادشاہ کی معرفت لشکر کو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص اس نہر سے پانی نہ پیئے۔ اس حکم کا مقصد یہ تھا۔ کہ ان لوگوں کے شوقِ جہاد کا امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا وہ میدان جنگ میں اپنے سردار اور سالار کا حکم مانیں گے یا نہیں۔ لشکر کے اکثر اشخاص نے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور صرف چند سو آدمیوں کی ایک مختصر سی جماعت ایسی نکلی جو اپنے وعدے پر قائم رہی۔ طالوت نے نافرمان لوگوں کو واپس کر دیا۔ کیونکہ وہ خدا کی راہ میں لڑائی کرنے سے جی چراتے تھے۔ اور مجاہدین کی مختصر سی ٹولی لے کر دشمن کے مقابلہ میں جھنڈے گاڑ دیئے۔

غنیم کے لشکر کے سردار جالوت نے اسرائیلیوں کو مبارزت کے لئے للکارا تو کسی شخص کو اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی جن بہادروں نے اس سے جنگ کی وہ اس کے ہاتھ سے مارے گئے آخر داؤد نے جو ایک نوجوان لڑکا تھا جالوت کو سنگ فلاخن سے زیر کر کے قتل کر دیا اور

اسرائیلیوں کے لشکر کے حوصلے بڑھ گئے اور قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود لڑائی کا میدان ان کے ہاتھ رہا۔ خدائے ذوالجلال نے ان مجاہدوں کی طفیل بنی اسرائیل کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ کر دیا اور یروشلیم میں بادشاہی کی بنیاد رکھ دی گئی۔

طالوت کے بعد داؤد بادشاہ بنا جس نے گرد و نواح کی تمام دشمن اقوام سے جنگ کر کے ان کا زور توڑ ڈالا ان کے کئی قلعے فتح کرئے اور ان کی بہت سی زمین چھین لی۔ داؤد کے بعد سلیمانؑ ذی شان بادشاہ ہوا جس کے عہد میں دولت بنی اسرائیل کے گھروں کی کنیز بن گئی۔ ہر طرف سے خراج آنے لگے سبا کی ملکہ نے اطاعت قبول کی اور لبنان کے بادشاہوں نے خدمت گزاری پر کمر باندھی۔ اسی بادشاہ کے عہد میں خدا کی ہیکل تعمیر کی گئی۔ اور تمام وہ طلائی ظروف اس میں رکھے گئے جن میں سے کچھ بابل کے بادشاہ نبوکد نضر کے ملازمین ہمارے بادشاہوں سے جبراً وصول کر کے لے گئے ہیں۔

سلیمانؑ کے بعد دولت کی فراوانی نے پھر بنی اسرائیل کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ بادشاہ اور امرا کسدی عورتوں سے شادی کر کے انکے طریقوں

پر چلنے لگے ۔ گھر گھر میں بابلیوں کے بعل دیوتا کی پوجا ہونے لگی۔ عیش و عشرت نے بنی اسرائیل کو گناہ کی لذّت سے آشنا کر دیا۔ اور اکثر لوگوں نے خدائے ذوالجلال کی قدرتوں اور نعمتوں کو فراموش کر دیا۔

خدا کے نبیوں نے انہیں اُن کی گمراہیوں پر ٹوکا۔ ان کے عیوب سے انہیں آگاہ کیا اور اس مصیبت سے جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوگی انہیں ڈرایا۔ لیکن بنی اسرائیل اب عیش و عشرت میں اسقدر بدمست ہو چکے تھے کہ انہوں نے خدا کے نبیوں کو قتل کرنا۔ اُن سے استہزاء کرنا۔ ان کو اذیت دینا اور انہیں ملک سے نکالنا شروع کر دیا۔ کاہنوں اور فریسیوں نے موسیٰؑ کے دین کو اپنی ہوس پروری کا ذریعہ بنا لیا۔ حق بات کو چھپانا اور باطل کو فروغ دینا شروع کر دیا۔ عوام الناس میں ہزاروں اقسام کی سیہ کاریوں کے ساتھ ساتھ بُت پرستی بھی عود کر آئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا پھر ہم سے ناراض ہوگیا۔ اور ہماری زمین بابل اور مصر کے بادشاہوں کے لشکر کی یلغاروں کے نیچے پامال ہونے لگی۔ اور ہمارے بادشاہ باجگذار رجواڑوں کی حیثیت میں تبدیل ہو کر رہ گئے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ بنی اسرائیل سمجھتے اور اپنی خرابیوں کی اصلاح کے

در پے ہوتے۔ لیکن شکم کے بندے جھوٹے نبی جو ہم میں کثرت کے ساتھ پیدا ہونے لگے ہیں اُنہیں گمراہ کرتے چلے جا رہے ہیں حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مجھ جیسے بوڑھے جو اِن باتوں کو سمجھتے ہیں دُنیا سے ناپید ہو رہے ہیں۔ اور تم ایسے نوجوانوں کی حالت بہت خراب نظر آتی ہے۔ تم میں اور غیر معبودوں کی پرستش کرنے والے بابلیوں اور قبطیوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ تمہارے اعمال بھی وہی ہیں جو اُن کے ہیں۔ اور تمہارے خیالات و جذبات بھی غیر معبودوں کے پجاریوں کی طرح دنیوی جاہ و جلال کے پیچھے چلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یرشلیم کی بربادی کے دِن نزدیک آ رہے ہیں۔ اور بنی اسرائیل کی ذلّت و خواری کی ساعت سر پر آ پہنچی۔ تم نئی نسل کے جوان شاید بوڑھے کی باتوں پر یقین نہ کرسکو۔ لیکن میں ان نبیوں کی پیشگوئیوں کو بہت سمجھتا ہوں۔ جو تباہی و بربادی کی ساعت کے قریب آنے کے متعلق حکم لگا رہے ہیں۔ اور جو پیشگوئیاں تمہیں اور تمہارے کاہنوں فریسیوں امیروں اور بادشاہوں کو بُری لگتی ہیں*

مسلام :۔ جس خدا نے ہمیشہ بنی اسرائیل کی ہمیشہ ناز برداری کی اور

اور ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود انہیں مدد دی کیا اب ان کی مدد نہ کرے گا۔ اور اس برگزیدہ قوم کو ذلیل ہونے دے گا۔

یرزعیل:۔ برخوردار! خدا کی مدد کی اوّلین شرط یہی ہے کہ ہم اسی کے ہو جائیں اور اس کے فرامین کی اطاعت کریں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے گھروں سے خدا کو نکال کر اس کی جگہ بعل کو کرسی نشین کر دیں۔ اس کے نبیوں کی توہین کریں۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں اور وہ ہمیں ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مدد دیتا رہے۔ اور ہماری ناز برداری کرے۔

مسلام۔ لیکن جن قوموں کے ہاتھوں وہ ہمیں سزا دے رہا ہے یا سزا دینے کا ارادہ رکھتا ہے وہ بھی تو اُسے ماننے والی نہیں۔

یرزعیل:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا ہماری بداعمالیوں کی سزا ہمیں کافروں اور مشرکوں کے ہاتھ سے دلائے اور ہمیں پھر اسی طرح دوسروں کا غلام بنا دے۔ جس طرح کہ ہمارے آباؤ اجداد آلِ فرعون کے غلام بنے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ارضی اور سماوی آفتیں بھیج کر ہمیں نیست و نابود کر دے۔

مسلام :- ابّا جان! آپ کے خیالات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن میں آپ سے کہے دیتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے نوجوانوں میں اب اپنی آزادی برقرار رکھنے کا کافی جوش پیدا ہو چکا ہے۔ اب ہم خدا کی مدد کے بغیر کسدیوں کا مقابلہ کریں گے۔ اور یہ نوجوان جن کو آپ بدکاریوں کے طعنے دے رہے ہیں دکھا دیں گے کہ ان کے بازوؤں میں کس قدر قوت ہے اور وہ اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہیں۔ ہمارے بادشاہ صدقیاہ نے عزم صمیم کر لیا ہے کہ وہ بنوکدنضر کو شکست دے کر ان طلائی ظروف کو حاصل کر کے رہے گا۔ جو اس کے عمال نے خراج اور نذرانوں کی شکل میں یہوقیم سے وصول کئے تھے۔ بنوکدنضر کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج کی بھرتی شروع ہو چکی ہے۔ اور چند ماہ کے اندر اندر دشمن پر چڑھائی بول دی جائے گی۔ ہمارے نوجوان برمیاہ نبی اور آپ جیسے بوڑھوں کی حوصلہ شکن باتیں سننے کے لئے تیار نہیں۔ ہم خدا کے نام پر نہ سہی اپنے بادشاہ اور اپنے وطن کے نام پر بنوکدنضر کا مقابلہ کریں گے اور اسے اس کے غرور کا مزہ چکھا کر رہیں گے۔

برزخیل :- عزیزو! اب تمہارا دور ہے جس طرح تمہاری سمجھ

میں آسے کرو۔ لیکن بوڑھے کی یہ بات یاد رکھنا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خدا کو ناراض کرکے تم کسی مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

بنوکدنضر کی فوجیں چھ ماہ سے یروشلم کا محاصرہ کئے پڑے ہیں۔ شہر میں سامان خورد و نوش کی کمی کے باعث بنی اسرائیل کو انتہائی تکلیف اور پریشانی کا سامنا ہو رہا ہے۔ بھوک کی شدت سے بچے تلملا رہے ہیں۔ عورتوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ مرد جن کو شبانہ روز فصیل پر بیٹھ کر پہرہ دینا پڑتا ہے۔ بہت افسردہ خاطر نظر آتے ہیں چھ ماہ کے دوران میں اسرائیلی نوجوان بنوکدنضر کی فوج کے ساتھ شہر پناہ سے باہر نکلکر متعدد لڑائیاں لڑ چکے ہیں۔ لیکن انہیں محاصرہ توڑنے میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ ہزارہا جنگجو دلاور ان لڑائیوں میں بابلی لشکر کے تیروں، تلواروں اور نیزوں کا ہدف بن کر کام آ چکے ہیں۔ اور یروشلیم کے اندر تقریباً ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ بادشاہ نے یرمیاہ نبی کو قید خانے میں ڈال رکھا ہے۔ کیونکہ اسرائیلی امرا کا خیال ہے کہ بنوکدنضر کی چڑھائی کی ذمہ داری اسی کی ہلاکت خیز پیشگوئیوں پر عائد ہوتی ہے۔ اہل شہر

موت اور ہلاکت کے فرشتوں کو چاروں طرف سے گھیرا ڈالے دیکھ رہے ہیں اور یرمیاہ نبی کی پیشگوئی کے باور نہ کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ ان کے پاس باقی نہیں رہی۔ لیکن اس کے باوجود یرمیاہ پر بنوکدنضر کا جاسوس اور بنی اسرائیل کا قومی غدّار ہونے کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں اور بادشاہ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ کاہنوں اور فریسیوں کی انانیت اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ یرمیاہ کو خدا کا سچّا پیغمبر مان کر اپنی بدکرداریوں سے توبہ کر لیں۔ اور اپنی قوم کو اسی خدائے قدیر کی بارگاہ میں جھکنے کے لئے کہیں جس نے ان کے آباؤاجداد کو آلِ فرعون کے پنجہ سے نجات دلائی تھی۔ اور دوسرے ہزارہا مواقع پر ان کی مدد کی تھی۔ بادشاہ امرا۔ فریسی کاہن اور لشکری سب کے سب بابلیوں کے دیوتا بعل کے حضور میں نذریں پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے پجاریوں کی قوم کے دل میں محاصرہ اٹھانے کا خیال ڈال دے۔ لڑکے لکڑیاں جمع کرتے ہیں۔ مرد آگ لگا کر تہادن تپاتے ہیں۔ عورتیں تھوڑا تھوڑا آٹا جمع کر کے لاتی ہیں تاکہ روٹی پکا کر آسمان کی ملکہ کے نام پر چلائی جائے شائد وہ ملکہ ہی اپنے پجاریوں یعنے

اہلِ مصر کو ان کی مدد کے لئے بھیج دے۔

مسلام۔ یرموخ اور اِفلال ایک پھاٹک پر کے برج پر بیٹھے اس صورتِ حال کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ تینوں اسلحہ بند ہیں۔ ان کا بوڑھا باپ یزرعیل فوت ہو چکا ہے۔ اور یہ تینوں راہ گم کردہ اسرائیلی نوجوانوں میں شامل ہو کر یرمیاہ نبی کی پیشگوئی کو جھٹلانے کیلئے بنوکدنضر کی افواج کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

اِفلال نے کہا:۔ آپ کو مرحوم و مغفور اباجان کی وہ باتیں یاد ہیں جو انہوں نے موت سے چند روز قبل اسرائیلیوں کی اور یروشلیم کی تباہی کے متعلق کی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خیال صحیح تھا۔ اور ہم سب ایک لاحاصل کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

مسلام:۔ اگر گزشتہ چھ ماہ میں ہم بنوکدنضر کے کسدیوں کو شکست نہیں دے سکے یا انہیں ٹھکا کر پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ یرمیاہ نبی کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ یروشلیم کی فصلیں ناقابلِ تسخیر ہیں اور اسرائیل کے نوجوانوں کا جوشِ فداکاری ابھی سرد نہیں پڑا۔ ہمارا بادشاہ پہاڑ کی طرح اپنے عزم پر قائم ہے تمام

کاہن اور فریسی اُمرا اور اعیان یرمیاہ نبی کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی اسے قتل نہیں کیا گیا۔ بنوکد نضر کی فوجیں شکست کھا کر پامال ہو چکیں گی تو اس جھوٹے اور ذلیل نبی سے اس کی نبوّت کے متعلق بازپرس کی جائے گی۔ اور اسے دکھا دیا جائے گا کہ اسرائیلیوں نے اس کے خدا کی مدد کے بغیر دشمن کا مقابلہ کر کے اس پر فتح حاصل کی۔

افلال:۔ اور اگر اس جنگ میں بنوکد نضر کو فتح حاصل ہوئی تو...؟

مسلام:۔ اگر بفرضِ محال اسرائیلیوں نے بنوکد نضر کے مقابلہ میں شکست کھائی تو ہم مصر کو چلے جائیں گے۔ اور فرعون مصر سے جو بنوکد نضر کا دشمن ہے مدد مانگیں گے۔ بعل کے مقابلہ میں آسمان کی ملکہ کو لا کھڑا کریں گے۔ لیکن یرمیاہ نبی کے خدا کے آگے سر نہیں جھکائیں گے۔ جس نے بنوکد نضر کے مقابلہ میں ہماری مدد نہیں کی۔

پھاٹک سے جس کے برج پر یہ تینوں بھائی کھڑے مصروف گفتگو تھے کچھ فاصلہ پر بنوکد نضر کے عسکری بھاری بھرکم برموں سے فصیل میں چھید پیدا کر رہے تھے۔ اُفقِ مشرق پر سپیدۂ صبح نمودار ہو رہا تھا۔ ستارے جھلملا جھلملا کر آپس میں چشمک زنی کر رہے تھے۔ کہ محاصرین کے انبوہ

ہیں مسرت و شادمانی کے فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے۔ بعل دیوتا کی جے کے جیکاروں نے یروشلیم کے در و دیوار میں لرزش پیدا کر دی اور بنوکدنضر کے لشکریوں کا جم غفیر اس شگاف کی طرف لوٹ پڑا جو انہوں نے فصیل میں پیدا کر دیا تھا اور تمام غلغلہ ہائے مسرت اسی کامیابی کی بنا پر بلند ہو رہے تھے۔

بنوکدنضر کے لشکری دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہونے لگے جو سامنے آتا اُسے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیتے۔ یا نیزوں سے چھید ڈالتے۔ کوچوں اور بازاروں میں خون کی ندیاں بہ گئیں شہر پناہ کے پھاٹک یکے بعد دیگرے کھلنے لگے۔ اسرائیلی سراسیمہ ہو کر اِدھر اُدھر بھاگے اور گھروں میں روپوش ہونے لگے۔ کسدیوں نے گھروں کے دروازے توڑ توڑ کر انہیں باہر نکالا۔ اور جس کو جنگی لباس میں ملبس پایا تہ تیغ کر ڈالا۔ اسرائیلیوں کا بادشاہ چور دروازے سے باہر نکل گیا۔ لیکن محاصرین کے انبوہ کثیر نے جو ٹڈی دل کی طرح اَرضِ فلسطین میں پھیلا ہوا تھا اسے گرفتار کر لیا۔ بنوکدنضر نے اس کے بیٹوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کروا دیا۔ اور پھر اُسکی آنکھیں

نکلوا دیں۔ بقیۃ السیف اسرائیلیوں نے اطاعت قبول کر لی۔ یا جس طرف سینگ سمائے نکل گئے۔ خداوند کی ہیکل تاخت و تاراج کر دی گئی۔ تمام طلائی ظروف۔ ریشمیں قناتیں اور پردے۔ پیتل کے حوض اور دیگیں اور دوسرا ساز و سامان جو اس ہیکل میں اندوختہ ہو کر بنی اسرائیل کے جاہ و حشمت کی گواہی دے رہا تھا۔ بنوکدنضر اور اس کے اعیان و عمائد کے کام آیا۔ کسدیوں نے شہر کو جی بھر کر لوٹا۔ اسرائیلی عورتوں کو ذلیل کیا۔ اُن کے کاریگروں کو قید کر کے بابل لے گئے۔ اور آخر کار اس یروشلیم کو نذر آتش کر دیا گیا جو اسرائیلیوں کے پشتہا پشت کے تمدن کا سرمایہ تھا ؛؛

بنی اسرائیل کے جو گروہ مصر میں پناہ گزین ہوئے اور آسمان کی ملکہ کی پرستش کر کے اسے اپنی مدد پر ابھارنے لگے۔ طرح طرح کی وباؤں کا شکار ہو گئے۔ بنوکدنضر کی افواج نے مصر تک ان کا پیچھا کیا۔ اور اُنہیں وہاں سے بھی نکال دیا۔ اور بنی اسرائیل کرۂ ارضی پر تتر بتر ہو کر ذلت و مسکنت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آج تک اُن کو یہ توفیق حاصل نہیں ہو سکی کہ وہ کسی خدائی مثلو کو پہچان کر اس کے کہے پر چلنے اور خدا کے اس غضب کو دُور کرنے کے لئے جو اُن پر ان ہی کی

بدکرداریوں کے باعث نازل ہوا اس کی بارگاہ میں تائب ہوتے۔ چنانچہ آج تک اسرائیلیوں کی زندگی بے نظیر تمول کے باوجود آیۂ قرآنی وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ باور نہ ہو تو اس قوم کی پراگندگی، پریشان حالی، ذلت اور تشتّت کو ایک نظر دیکھ لیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ قہرِ الٰہی نافرمان بردار قوموں کو کس طرح سزا دیا کرتا ہے۔

ابابیل کا ہجومِ عام

جس میں

اصحابِ فیل کے عبرتناک انجام کی

داستان مذکور ہے

تذکرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ابابیل کا ہجوم عام

یمن کے والی ابرہہ کی فوجیں اُمّ القُریٰ کے جنوب میں ڈیرے ڈالی پڑی تھیں۔ جس نے ہاتھیوں کے ایک لشکر جرّار کو ساتھ لے کر مکّہ پر اس مقصد کے لئے چڑھائی کی تھی کہ معبد ابراہیمی کو جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے سر نیاز جھکانے کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور بتخانہ بن جانے کے باوجود اقوام و قبائل عرب کے خلوص و صمیمیت کا مرجع سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح مسمار کر دے کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے۔

ابرہہ یمن کے دارالسلطنت صنعا میں بیٹھ کر جب یہ سنا کرتا تھا کہ بنو اسمٰعیل کے تمام قبائل کی گردنیں اس معبد کے سامنے جھک جاتی ہیں اور

ان کی مانی ہوئی منتیں وہیں جا کر ادا کی جاتی ہیں - تو اُس کی چھاتی پر حسد کے سانپ لوٹ لوٹ جاتے تھے - وہ سوچتا تھا - کہ ملکی اقتدار اور دنیوی جاہ و جلال آج میرے ہاتھ میں ہے - اقوامِ عرب کا کوئی شیخ مجھ جیسا طاقتور اور صاحبِ شوکت نہیں - پھر کیا وجہ ہے - کہ لوگ میرے آستانۂ جلال کی طرف رجوع نہیں کرتے - اور اپنی دلی صمیمیت اور روحانی اخلاص کی نذریں لے کر خانۂ کعبہ کی طرف بھاگتے ہیں جس کی حیثیت تراشیدہ اور ناتراشیدہ پتھروں سے بنے ہوئے ایک گھر سے زیادہ نہیں -

ابرہہ نے اپنے ہاں بھی ایک کعبہ بنا کر کوشش کی تھی - کہ لوگ عبادت کے اس مرکز کی طرف رجوع کریں اور بیت اللہ شریف سے منہ موڑ لیں - لیکن عرب جو خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر بتوں کے پجاری بن چکے تھے - اس دَر و دیوار سے اپنا رشتۂ اخلاص توڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے جن کے ساتھ اُن کے ابو الآباء حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے گھرانے کی روایات وابستہ تھیں - اسمٰعیلؑ کی آل کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اس گھر کو چھوڑ دیں جس کی بنیادیں اُن کے جدِ امجد نے اپنے ہاتھوں سے استوار کی تھیں - اور جس کی برکت و حرمت کے باعث انہیں جدال و قتال کے لا متناہی سلسلہ میں

اَمن و امان کی جگہ بن جاتی تھی۔

ابرہہ کا بنایا ہوا معبد نذرِ آتش ہو گیا اور اُس نے تہیّہ کر لیا کہ وہ ابراہیم کے بنائے ہوئے معبد کو مسمار کر کے رہے گا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ پتھروں سے بنا ہوا یہ گھر بہت جلد صرف عرب کا نہیں بلکہ نوعِ انسانی کے تمام مومنین قانتین کے خلوصِ دل کا مرکز و مرجع بننے والا ہے۔

قریش جو مکّہ کے باشندے اور کعبہ کے متولّی تھے۔ باہمی خانہ جنگیوں کے باعث اس قابل نہیں رہے تھے۔ کہ اپنے شہر اور اپنے معبد کی حفاظت کے لئے ابرہہ کی فوجوں کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ابرہہ کی چڑھائی کا مقصد وحید کیا ہے؟ لیکن ان میں اتنی سکت نہ تھی کہ اس کے ہاتھیوں والے لشکر کے مقابلہ میں اس گھر کی مدافعت کیلئے اسلحہ اٹھا سکیں۔ جو اقوامِ عرب میں اُن کی عزّت و توقیر کا کفیل تھا۔

ابرہہ کے سپاہیوں نے اپنے ڈیرے سے آگے بڑھ کر قریش کے وہ اونٹ پکڑ لئے۔ جنہیں ان کے چرواہے نواحِ مکّہ کی پہاڑیوں میں لئے پھر رہے تھے۔ اور قریش نے محسوس کر لیا کہ ابرہہ حملہ کر کے شہر کو برباد کر دے گا اور اُن کے مال و دولت کو لوٹ کر لے جائے گا۔

سردارانِ قریش نے باہمی مشورہ کر کے اپنے شیخ کبیر عبدالمطلب بن ہاشم کو ابرہہ کے ساتھ صلح کی گفت و شُنید کرنے کے لئے بھیجا تاکہ حملہ آور کا عندیہ معلوم کرے اور اگر یہ مصیبت جنگ کے بغیر ٹالی جا سکے تو ٹال دی جائے۔

عبدالمطلب نے ابرہہ کے معسکر میں جا کر گفتگو کی اور محض دُنیوی امُور کے متعلق چند شرائط کر کے فیصلہ کر لیا کہ قریش ابرہہ کے لشکر سے مُتصادم نہ ہوں گے اور ابرہہ اُن کے جان و مال سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے گا۔

ابرہہ نے کہا:۔ "تعجب ہے کہ تم نے اپنے دادا ابرٰہیمؑ کے معبد کو میرے ہاتھوں سے بچانے کے لئے کوئی شرط پیش نہیں کی۔ حالانکہ تمہاری عزّت و توقیر بلکہ تمہاری ہستی اس کی موجودگی پر موقوف ہے"۔

عبدالمطلب نے جواب دیا:۔ "قریش میں تمہارے ساتھ جنگ کرنے کی ہمّت نہیں اور نہ اُن کے پاس اس قدر سامان ہے کہ وہ لڑائی کر سکیں۔ ہمارے دادا ابرٰہیمؑ کا معبد اس اللہ کا گھر ہے۔ جس کا مخفی ہاتھ کائنات ارضی و سماوی کا انتظام کر رہا ہے۔ کرّۂ ارضی کے تمام دیوتا اس کے تابع فرمان ہیں۔ ضرورت ہوگی تو وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کر لے گا"۔

ابرہہ بولا :- "پس میں اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں اور اُس کا ملبہ اٹھا کر یمن لے جاؤں تو قریش کو کوئی اعتراض نہ ہوگا"۔

عبدالمطلب نے کہا :- "ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہم صرف اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی امان چاہتے ہیں"۔

عبدالمطلب شرائط طے کر کے واپس آ گیا۔ قریش نے یہ شرائط قبول کر لئے اور رُوئے زمین پر ایک فردِ واحد ایسا باقی نہ رہ گیا جو معبدِ ابراہیمی خانہ کعبہ۔ بیت اللہ الشریف اور اس بیت عتیق کی حفاظت کرنے کے لئے سینہ سپر ہوتا جو بہت جلد مشرق و مغرب کا قبلہ بننے والا تھا۔

اگلے روز ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی پُوری تیاریاں کر لیں۔ اُدھر مشرق سے سفید روشنی کی شعاعیں رات کے دُھندلکے کو چیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگیں۔ اُدھر ابرہہ کے مست ہاتھیوں کی فوج گھنگھور گھٹاؤں کی طرح منڈلاتی ہوئی آگے بڑھی ۔ جس کے پیچھے ہزاروں یمنی جوان تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر حرکت کر رہے تھے۔

مغرب کی طرف سے طیور کا ایک جھنڈ بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ چشم زدن میں ابابیلوں کے لشکر نے اس آسمان کو ڈھانپ لیا۔ جس کے نیچے خانہ کعبہ کو

مسمار کرنے کے ارادہ سے ہاتھیوں اور انسانوں کا ایک جمِ غفیر حرکت کر رہا تھا۔

ابابیلیں اپنے لمبے لمبے پر پھیلائے ہوئے پوری سرعت کے ساتھ اُڑانیں لے رہی تھیں۔ ان کی چونچوں میں ایسی مٹی کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں جو جم کر پتھر کی طرح سخت ہو گئی ہو۔

دیکھتے دیکھتے ابابیلوں کی چونچوں سے کنکریاں گرنے لگیں۔ اور ابرہہ کے لشکر پر سجیل کی ایک بے پناہ بارش برسنے لگی۔ جس کی نظیر اس سے قبل علمِ انسانی میں نہیں آئی تھی۔

ہاتھی اس بارش سے خوف زدہ ہو گئے۔ وہ سراسیمہ ہو کر چاروں طرف بھاگے اور خود اپنی ہی فوجوں کو اپنے بھاری بھرکم قدموں کے نیچے روندنے لگے۔

لشکر میں ہلڑ مچ گیا۔ ہاتھی مہاوتوں کے نافرمان ہو گئے۔ اور چند ساعت کے اندر اندر ابرہہ کا لشکرِ جرار روندے ہوئے بھوسے کی مانند ہو کر رہ گیا جس کو ان کے خون اور اُن کے پیٹ سے نکلنے والی آلائشوں نے تر کر دیا تھا۔

راہِ نجات

جس میں

خیر الامم ملّتِ بیضائے اسلامیّہ

کے قیام کا قصّہ درج کیا گیا ہے،

نذر

حضرت ختمی مرتبت سرورِ کونین

محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(فداہ ابی و امی)

راہِ نجات

اس معبدِ ابراھیمیؑ کی چھت پر جو صدہا سال پیشتر کائناتِ ارضی و سماوی کے حقیقی مالک و مختار کے سامنے سرِ نیاز جھکانے کے لئے تعمیر کیا گیا تھا - ہُبل کا دیو پیکر مجسمۂ سنگی نصب ہو چکا ہے - جو غرور و تنجّر کی سان وصامت تصویر بنا اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہزارہا انسانوں کے ایک بے مقصد ہجوم کو حقارت آمیز انداز کے ساتھ گھور رہا ہے - اُمّ القریٰ کے میدانوں، اس کی وادیوں گھاٹیوں اور پہاڑیوں پر رنگا رنگ کے چھوٹے بڑے خیموں کی قطاریں نظر آرہی ہیں - اور متحرک و ناطق حیوانوں

کا جمِ غفیر ہر طرف مختلف انواع کے لہو و لعب کی رنگ رلیوں میں مصروف ہے۔ الکحل کی سر چکرا دینے والی بُو نے بے شمار انسانوں اور حیوانوں کے تنفس کی ہَوا کے ساتھ مِل کر مکّہ اور مضافات کی عام فضا کو مسموم کر رکھا ہے۔ جابجا رقص و سرود کی محفلیں گرم ہیں۔ شراب کے دَور چل رہے ہیں۔ بکروں بھیڑوں اور اونٹوں کے گوشت کے کباب تیار کیئے جا رہے ہیں۔ نوجوانوں کی ٹولیاں مست ہاتھیوں کے غول کی طرح اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر منڈلاتی پھر رہی ہیں اور مختلف اقسام کے سازوں کے آہنگ کے ساتھ آہنگ مِلا کر انتہا درجہ کے عریان اور فحش گیت گاتی سنائی دیتی ہیں۔ اِنسانی حلقوم سے نکلنے والے شور وغوغا میں اونٹوں کے بلبلانے اور بڑآنے کی مسلسل و غیر منقطع آوازوں نے مِل کر بے معنی غلغلہ کی ایک عجیب کیفیت پیدا کر رکھی ہے جس میں کان پڑی آواز مشکل سے سمجھی جاتی ہے۔ مَردوں کے جذبات شہوانی کو برانگیختہ کرنے والے لباس پہن کر اور عروسہائے نو کی طرح بناؤ سنگار کر کے آنے والی عورتیں انتہائی بے باکی کے ساتھ اپنے عہد کی معراجِ بے حیائی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ جابجا شراب کے نشہ سے بدمست ہونیوالے

جوانوں کے گستاخ ہاتھ ان اذن عام دینے والی عورتوں کے گلشن حسن و شباب سے گل چینی کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کہیں مردوں کے ہجوم میں کسی لعبت طناز کی ازار خود بخود کھل کر زمین پر گر پڑتی ہے۔ کہیں عورتوں کے ہجوم میں کسی نوجوان کا تہ بند عمداً کھول دیا جاتا ہے اور یعنی شور و غل کا وہ طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے کہ انسانوں کے گروہ پر شغالوں کے ہجوم کا دھوکا ہونے لگتا ہے۔ سیکڑوں عورتوں اور صدہا مردوں کی ایک مخلوط جمعیت مادرزاد برہنگی کے عالم میں تالیاں اور سیٹیاں بجاتی ہوئی خانہ کعبہ کا طواف کر رہی ہے۔ جس کے اندر اس عہد کے انسانوں کے اوہام باطلہ کی تمثیلیں تین سو ساٹھ بتوں کی مختلف صورتوں میں جلوہ افروز ہیں۔ غرض میلہ کیا ہے۔ دورِ جاہلیت کے ان عربوں کے روحانی اور اخلاقی تسفل کا ایک مکمل و اکمل مظاہرہ ہے جو اس شخص کی آل ہونے پر فخر کرنے کے عادی تھے۔ جس نے اپنے باپ کی رؤیائے صادقہ کے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی گردن خدائے واحد کی راہ میں کٹوانے کے لئے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش کر دی تھی۔

قریش کے چند نوجوان ماوراء النہر کی کسی بعید مملکت کے تاجروں

کی ایک جماعت کو اپنے عکاظ کی رونق دکھانے اور میلہ کی سیر کرانے میں مصروف ہیں۔ پردیسی تاجر عربوں کے اس کامیاب مظاہرۂ شوکت وعشرت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ "مئے دوسالہ و معشوقِ چاردہ سالہ" کی جو ارزانیاں امّ القریٰ کے عکاظ میں دیکھی جارہی ہیں۔ وہ کسی دوسری قوم کے میلوں میں بہت کم میسّر آسکتی ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے اختلاط کی جو آزادی عربوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی نظیر ہندوستان کے برہمن اور ایران کے مجوسی بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ فصاحت وبلاغت کے موتی رولنے اور ارتجالاً شعر پڑھنے میں تو دنیا کی کوئی قوم عربوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور نہ شجاعت وہیبت بھی آپ لوگوں کی ضرب المثل ہے۔ جس کی نظیر روئے زمین پر کہیں نہیں مل سکتی"۔

خون کو گرما دینے والے تعریفی الفاظ سُن کر ایک قریشی نوجوان جو شراب کے نشے میں بدمست ہورہا تھا۔ جھوم جھوم کے شعر پڑھنے لگا جن کا مفہوم تقریباً تقریباً حسب ذیل تھا۔

"تلوار نیزے اور تیر سے جنگ کرنا عرب کی خصوصیت ہے جسے

وہ حرمت والے مہینوں کے سوا کسی وقت بھی خیرباد نہیں کہہ سکتا۔"

"ضرورت پیش آجائے تو ہم جنگ و جدال کے لئے حرمت والے مہینوں کو بھی حلال کر لیتے ہیں۔"

"عرب کے دو قبیلوں کے درمیان خون اور قصاص کی کشمکش شروع ہو جائے تو صدیوں تک ختم نہیں ہو سکتی۔ خواہ قبیلوں کے جوانمرد عنفوانِ شباب ہی میں تلوار کے گھاٹ پار اترتے رہیں۔"

"ہم اپنے دشمنوں کو پکڑ کر آگ کی نذر کر دیتے ہیں ان کی حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے ہیں۔ بچوں کو تیروں کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ ہم اُن کے بوڑھوں پر بھی رحم نہیں کرتے۔ تاکہ دشمنوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہ جائے۔"

"ہمارے دشمنوں کی روحیں ہمیشہ بے قصاص رہتی ہیں۔ ان کی قبروں میں اندھیرا رہتا ہے۔ کیونکہ ان میں ہمارے قبیلہ کے افراد سے اپنے مقتولین کا قصاص لینے کی جرأت نہیں ہوتی۔"

"اگر ہمارا کوئی عزیز کسی دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے تو اس کی روح کو زیادہ دیر تک ہامہ بن کو نوحہ نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ ہم بہت جلد قصاص

لیتے بلکہ بدلے کو المضاعف کرنے کی طاقت رکھتے ہیں"۔

ہم ایک جان کے بدلے اپنے دشمن سے دس دس اور بیس بیس جانیں سُود کے طور پر وصول کرتے ہیں"۔

قبیلۂ قریش کے نوجوانوں اور پردیسی تاجروں کی یہ ٹولی عکاظ کے بازاروں کی سیر کرتی اور رنگا رنگ کے تماشے دیکھتی ایک خیمہ کے قریب جا پہنچی۔ جس کے سامنے ایک بڑا سائبان تنا ہوا تھا۔ سائبان کے نیچے قبیلہ کے معززین کی ایک جماعت اونٹ کی کھالوں سے بنے ہوئے فرش پر دستر خوان بچھائے بیٹھی ان بکروں اور گوسفندوں کے گوشت سے اپنے کام و دہان کی تواضع کر رہی تھی۔ جنہیں آنتوں اور فضلوں سے صاف کرنے کے بعد مسلّم کباب کی طرح بریاں کیا گیا تھا۔ حاضرین مجلس نے واردین کو اہلاً وسہلاً کہا اور یہ لوگ بھی اسی دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ جس پر بھونی ہوئی مُسلّم گوسفندوں کے علاوہ چمڑے کی چھوٹی بڑی کپیوں میں شراب بھی دھری ہوئی تھی۔ اور شراب پینے کیلئے لکڑی سے تراشے ہوئے پیالے بھی موجود تھے۔

یہ اہلِ مکّہ کے ایک متوسط الحال گھرانے کا خیمہ تھا۔ جو انہوں نے عکاظ کی رنگ رلیوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے کوہِ صفا کے دامن میں

نصب کر رکھا تھا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دستر خوان بڑھا دیا گیا اور لوگ مختلف قسم کے گاؤ تکیوں سے ٹیک لگا کر استراحت کرنے لگے۔ تو عورتوں کی ایک جماعت بلائی گئی۔ جو شہوانی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے گیت گا گا کر حاضرین کا دل بہلانے لگی۔ ہر عورت کے ہاتھ میں ایک ایک دف تھی جسے وہ گانے کے ساتھ ساتھ بجا رہی تھی۔ اور بعض عشوہ طراز عورتیں سرود و شراب کے نشے میں بدمست ہو ہو کر رقص بھی کر رہی تھیں۔

حاضرین مجلس جنّتِ نگاہ اور فردوسِ گوش کی ان کیفیتوں سے سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے اور رقص کرنے والی اور گانے والی عورتوں کو دادِ تحسین بھی دیتے جا رہے تھے۔

حاضرین مجلس میں سے ایک نے پردیسی تاجروں سے مخاطب ہو کر کہا "آج ہمارے دیوتا ہبل کی سر بلندی کا دن ہے۔ آج روئے زمین کے تمام دیوتا ہبل کے سامنے نذریں گزار رہے ہیں۔ اور اس کی عظمت کا اعتراف کر رہے ہیں۔"

ایک پردیسی تاجر:۔ "بلاشبہ آج ہبل کا دن ہے اور روئے زمین

کے کسی دیوتا کی شان اتنی بلند نہیں جتنی ہبُل کی ہے۔"

ایک قریشی شیخ:۔ "جس طرح مکّہ ہفت اقلیم کی ناف ہے اسی طرح ہبل بھی دیوتاؤں کا سرتاج ہے۔"

پردیسی تاجر:۔ "میں نے روئے زمین کے اکثر ملکوں کی سیر کی ہے اور مختلف قوموں کے دیوتاؤں کے میلے دیکھے ہیں۔ لیکن جو شان ہبل اور عکاظ کی ہے وہ کسرے کے درباروں اور قیصر کے جلوسوں میں بھی نظر نہیں آئی۔"

قریشی شیخ:۔ "یوں تو ہر قبیلہ اور ہر قوم اپنے اپنے دیوتا رکھتی ہے۔ جس کے وسیلے سے وہ اللہ یعنی زمین و آسمان کا انتظام کرنے والی مخفی قوت سے مدد مانگتے ہیں۔ لیکن یہ مخفی قوت بھی ہبل کی تابع فرمان ہے۔ اور اسی کے کہنے پر چلتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مکّہ میں مختلف خیالات رکھنے والے لوگوں کے باوجود ہبل سب سے زیادہ عزیز اور سب سے زیادہ ممتاز رہتا ہے۔"

پردیسی تاجر:۔ "کیا مکّہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو ہبل کو چھوڑ کر کسی دوسری طاقت کی پوجا کرتے ہیں۔"

قریشی شیخ: مکہ میں آپ کو ہر خیال اور ہر عقیدہ کے لوگ مل سکتے ہیں۔ یہاں سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرنے والے مجوسی بھی ہیں۔ پارسیوں کی طرح آگ کو مظہرِ خداوندی سمجھنے والے لوگ بھی موجود ہیں لات، منات، عزّیٰ، ودّ۔ سواع، یعوق اور نسر کو ماننے والے بھی پائے جاتے ہیں۔ یونانیوں کی طرح مختلف ارباب النوع کے پجاری بھی ہیں۔ یہودی اور نصرانی بھی ہیں۔ جو کسی دیوتا کے وسیلے کے بغیر اللہ تک پہنچانے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ لیکن انہوں نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں کے بت بنا رکھے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو دیوتاؤں کو نہیں مانتے لیکن یہ نہیں بتا سکتے کہ انسان دنیا کی مصیبتوں اور مشکلوں میں کس سے مدد مانگے۔ بعض لوگ آپ کو اس قسم کے بھی ملیں گے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ زمانہ ہی سب کچھ ہے اور ہر بات خود بخود وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اور کائنات کسی مقصد کے بغیر خود بخود ایک طریقہ پر چل رہی ہے۔ حال ہی میں بنو ہاشم کے ایک شخص محمدؐ نامی نے ایک نیا طریقہ نکالا ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ عبادت صرف اسی خدائے جلیل و قدیر کا حق ہے۔ جس کے ہاتھ میں کائنات ارضی و سماوی کی کلیدیں ہیں۔ جو کسی کی مدد کے بغیر ارض و

سنا میں فرماں فرمائی کر رہا ہے۔ جو کسی کی سفارش قبول نہیں کرتا۔ اور اپنے کام میں کسی دوسرے کو شریک ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ چند آدمی اُس کے ہم خیال بھی بن چکے ہیں۔ جو اپنے آپ کو دینِ ابراہیمؑ کا پیرو ظاہر کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ قریش اور عرب ہبل اور دوسرے دیوتاؤں کا دامن چھوڑ دیں۔ لیکن ہبل کی شان بلند ہے۔ اس کے وسیلے کے بغیر انسان خدا کو نہیں پا سکتا۔ اس کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔"

پردیسی تاجر:- "بھلا دیوتاؤں کی مدد اور ان کے وسیلے کے بغیر بھی انسان کسی کام کا رہ سکتا ہے۔ یہ دیوتا ہی تو تھے۔ جنہوں نے کائنات کی مخفی قوتوں کو قابو کیا۔ اگر عبادت کے لئے ان کے مجسموں کو سامنے نہ رکھا جائے تو وہ مخفی قوتیں انسان کے قابو میں نہیں آ سکتیں۔ اور نہ اس کی مدد کے لئے کمر بستہ ہو سکتی ہیں۔ چین و ماچین، ہند و فارس اور روم و مصر غرض ہر جگہ دیوتاؤں کے مجسمے موجود ہیں۔ ہر ملک کے لوگ ان ہی سے استمداد کرتے ہیں۔ انہی کو اپنی مدد کیلئے پکارتے ہیں۔ اگر ان کو ناراض کرلیں تو دنیا تباہ ہو جائے۔ اور انسان کی زندگی اس زمین پر محال ہو جائے۔ نہ آسمان سے بارشیں برسیں۔ نہ

زمین سے اناج اُگیں۔ نہ دولت پیدا ہو۔ اور نہ انسان عیش و عشرت کے قابل ہوسکے۔ مشرق و مغرب میں ہر جگہ دیوتاؤں کی حکومت ہے ۔۔۔ اور دیوتاؤں کی طاقت ماننے سے انکار کرنا مہاں پاپ ہے۔"

قریشی شیخ:۔۔۔ "ابھی ہمارے لوگوں نے اس محمد اور اس کے دیگر بتوں سے منہ موڑنے والے رفقاء کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہیں کیا تاکہ ہمارے درمیان پھر ایک جنگ شروع نہ ہو جائے۔ ہم انتظار کر رہے ہیں کہ روئے زمین کے دیوتاؤں کا غضب ان پر نازل ہو۔ اور وہ ہبل اور لات و منات کی توہین کرنے سے باز آجائیں۔ اگر انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو ہبل کی عزت کی قسم ہم اُن پر جینا محال کر دیں گے۔"

عورتیں گاتی بجاتی اور رقص کرتی ہوئی مردوں کے قریب آ آ کر تنلیوں کی طرح ان کی گودوں میں گرنے لگیں۔ مرد انہیں اپنے اپنے آغوش میں لے کر چومنے لگے۔ وہ تیتریاں اس شیخ اور پردیسی تاجر کے سامنے بھی آبیٹھیں جو اپنے عہد کے معتقدات مذہبی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

عکاظ کے میلہ میں جا بجا اسی قسم کے بلکہ اس سے بدتر تماشے چشم

فلک کو دکھائے جا رہے تھے۔ اور صاف نظر آ رہا تھا کہ نوع انسان ہر قسم کے روحانی اور اخلاقی تسفل کا شکار ہو کر حیوانوں سے بھی بدتر ہو چکی ہے اور کسی کو شرفِ انسانیت کے تحفظ کا خیال تک نہیں۔ تا کہ اپنی نوع کو بھیڑیوں کتوں اور جنگلی جانوروں سے ممتاز ثابت کرے۔

کامل بیس سال گزر گئے۔ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں۔ منیٰ۔ عرفات اور مزدلفہ کے میدانوں، حرم کعبہ کی دیواروں اور مکہ کی عمارتوں نے اس دور میں سیکڑوں واقعات اور ہزاروں انقلابات دیکھ ڈالے۔ اب معبدِ ابراہیمی کی چھت پر سے ہبل کا مجسمہ غائب ہو چکا ہے۔ خانہ کعبہ کی چار دیواری تین سو ساٹھ بتوں کے خس و خاشاک سے پاک نظر آ رہی ہے معبدِ ابراہیمی کا طواف کرنے والے لوگ گو اب بھی ہزارہا کی تعداد میں نظر آ رہے ہیں۔ لیکن اب اُن کے جسم عکاظ کے میلہ کے ایام کی طرح عریاں نہیں۔ بلکہ سب کے سب احرام کی چادریں زیب تن کئے ہوئے شرف انسانیت کا اعلان کر رہے ہیں۔ عورتیں اَب بھی اس گروہ میں موجود ہیں لیکن اب ان میں بیس سال پہلے کی سی بے حیائی اور بے باکی

سراسر مفقود نظر آرہی ہے۔ لاکھوں انسانوں کا ہجوم منٰی اور عرفات کے میدانوں مُزدلفہ کی گھاٹیوں اور صفا اور مَروہ کی پہاڑیوں پر اب بھی نظر آرہا ہے لیکن لہو ولعب کی بدمستیوں میں مشغول ہونے والے انسانی حیوانوں کے بے معنی شور و شغب کی بجائے اب خدائے قدّوس کی تکبیر و تہلیل کرنیوالے بندوں کی زبانوں سے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ کی صدائیں بلند ہوتی سنائی دے رہی ہیں۔ مست ہاتھیوں کے غول کی طرح گشت لگانے والے بے فکرے نوجوانوں کی ٹولیوں کی بجائے اب شریف انسانوں کی جماعتیں ایک دوسرے کو صلح وسلام کا پیغام دیتی ہوئی اخوتِ نوعِ انسانی کا مظاہرہ کرتی نظر آرہی ہیں۔ ہوائی فضا الکحل کی سرچکرا دینے والی بو سے یکسر خالی ہے۔ بلکہ حاجیوں کے احراموں میں لگے ہوئے عطر ہوائی تموّج میں مل کر خوشبو کی ایک لطیف سی کیفیت پیدا کر رہے ہیں۔ جو ہر سانس لینے والے ذی رُوح کیلئے طبعی بشاشت کا ایک خوش آئند پیغام ہے۔ بیسؔ سال پہلے کے بھیڑ بھڑکے کا مقصد رنگ رلیاں منانے اور انسان کے بہیمانہ خصائص کا مظاہرہ کرنے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ بیسؔ سال بعد کا

اجتماع ہر طرح کی پاکیزگیوں کو ساتھ لے کر ربّ کعبہ کے سامنے سرِ نیاز جھکانے اور اپنی عبدیت کا اعتراف کرنے کے لئے جمع ہو رہا ہے۔ عکاظ کے میلہ میں جمع ہونے والے عربوں کا ہجوم شتر بے مہار کی طرح انسان کے سفلی خصائل کا عام اشتہار دیتا نظر آرہا تھا۔ لیکن عرفات کے میدان میں حج کے لئے آنے والے زائرین کا مجمع ضبطِ نفس اور تحمل وصبر سے کام لیتا ہوا اپنے شرف وحجر کا اعلان کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ بیس سال پہلے کے اژدہام میں انسان کے چھچھورے پن کی بدمستیاں اپنے عروجِ کمال کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ اب یہ جمعیت وقار وتمکنت کی ایک زندہ تصویر نظر آرہی ہے۔ جس میں کسی لغویات کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ اگر عام اجتماعوں اور میلوں سے کسی قوم کے خصائص وخصائل اور اُن کے امیال وعواطف پر نہایت آسانی سے اور کسی قسم کی غلطی کے احتمال کے بغیر شہادت لی جاسکتی ہے تو صاف نظر آجائے گا۔ کہ بیس سال پہلے کے عرب کے سامنے اپنے حیوانی جذبات کی تکمیل اور شہوانی خواہشات کی تسکین کے سوا زندگی کا کوئی دوسرا مقصد ہرگز نہیں تھا۔ لیکن بیس سال بعد کا عرب جو بھی

مقام پر حج کے لئے جمع ہو رہا ہے۔ اپنی زندگی کو کسی مقصدِ بلند کے حصول کے لئے تیار کر چکا ہے۔ کیونکہ وہ لغویات سے محترز۔ فواحش سے پاک اور لہو و لعب سے دُور رہنے کا متمنی اور کوشاں ہے۔

اس مجمع میں وہ بوڑھا عجمی بھی ہے۔ جس نے بیس سال پیشتر اسی مقام پر عکاظ کے میلہ میں عربوں کے دَورِ جاہلیت کی رونقیں دیکھی تھیں جسے بیس سال کے بعد اپنی زندگی میں عرب کی بستی امّ القریٰ میں آنے کا دوسرا موقع ملا ہے۔

اس عجمی کی نگاہیں مجمع کی حالت اور اس کے افراد کی محویت کو دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت و استعجاب میں غرق ہوئی جاتی ہیں۔ اُس کا دماغ بیس سال پہلے کے ہجوم اور اس کی کیفیات پر غور کر رہا ہے۔ اس کی آنکھیں شراب زدہ لوگوں کی رنگت اور حسنِ بے حجاب کی فراوانی دیکھنے کی آرزومند ہیں۔ اس کے کان بدمست نوجوانوں کے فحش اور عریاں گیت سننے کے لئے بے تاب ہیں۔ لیکن اب اسے ذوالجلال والاکرام پروردگار کی حضور میں سربسجود ہونے والے مسلمانوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور خدائے قدوس کی تکبیر و تہلیل کے سوا اور

کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اس کا دماغ اس معمہ کو حل کرنے سے قاصر رہا جاتا ہے کہ ہبل اور لات و عزّےٰ کے محسوس پیکروں کے پجاری کس طرح بیس سال کی قلیل مدت میں ایک ایسی ہستی کی پرستش کے والہانہ فدائی بن گئے ہیں۔ جو کہیں نظر نہیں آتی۔ اور حواس ظاہری سے کسی طرح محسوس نہیں کی جاسکتی۔ اس کا فہم اس عقدہ کو حل کرنے سے جواب دے رہا ہے کہ جانگلو عربوں کی عادات میں بیس سال کے اندر اندر کس طرح یہ حیرت انگیز انقلاب رونما ہوگیا۔ کہ اب وہ کسی دوسری اور اچھی دنیا کے باشندے نظر آنے لگے۔ جن کی نظیر روئے زمین پر کہیں نہیں ملتی۔

آخر اس نے اپنے بیس سال پیشتر کے میزبان قریشی شیخ سے جس کی ڈاڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے۔ دریافت کر ہی لیا کہ "عربوں کی عیش پرستیاں کیا ہوئیں اور عکاظ کے میلہ کی وہ رونقیں جن کے برابر روئے زمین کے کسی خطہ کی چہل پہل نہیں پہنچتی تھی۔ کہاں گئیں وہ عورتیں اور وہ شرابیں جو عکاظ کے میلہ کی خصوصیات سے تھیں کدھر اُڑ گئیں۔ اور وہ مرد جوان سے آزادانہ تمتع حاصل کیا

کرتے تھے کس ملک کی طرف کوچ کر گئے''؟

شیخ نے جواب دیا:— "میرے دوست! آپ کا تحیر و تعجب بجا ہے اب ہم وہ وحشی عرب نہیں رہے جن کی بدمستیوں اور بدکرداریوں کے کھلم کھلا مظاہرے آپ نے آج سے بیس سال پیشتر اسی مقام پر دیکھے تھے۔ اس وقت ہم حیوانوں سے بدتر تھے۔ ہادیٔ برحق کی بست و سالہ تعلیم نے ہمیں انسان بنا دیا۔ اور ہماری روحوں کے اندر ایسا انقلاب پیدا کر دیا۔ کہ اب ہم فواحش و لغویات سے طبعاً متنفر ہو چکے ہیں۔ ہر قسم کی سیہ کاریاں ہبل اور اس کے دوسرے شرکاء کے ساتھ غائب ہو گئیں۔ اب ہمارے دلوں پر اس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے جلال کا پرتو نور افشاں ہے جس نے یہ ساری کائنات پیدا کی۔ جو ارض و سما کی ہر شئے کا مالک و مختار ہے۔ ہم اپنے دادا ابراہیم کے دین کو فراموش کر چکے تھے۔ جس نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو اللہ کے رسول بن کر ہم میں مبعوث ہوئے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھایا، ہم شراب پینے، مردار کھانے، جوا کھیلنے، تیروں سے

فالیں نکالتے، آپس میں لڑتے، ایک دوسرے کا حق غصب کرتے، اور حیوانوں کی طرح شہوات نفسانی کے پیچھے بھٹک کر خراب ہوا کرتے تھے۔ اور ہماری زندگی حیوانوں کی طرح بے مقصد و بے مُدّعا گزر رہی تھی۔ خدا کے رسول نے ہمیں بدکرداریوں پر ٹوکا ہمیں ان کے بُرے نتائج سے آگاہ کیا۔ علم و حکمت کی تعلیم دی۔ ہماری روحوں کو پاک کیا۔ ہم انسان بلکہ شرف انسانیت کے علمبردار بن گئے۔ ہم نے اس راز کو پالیا جس سے نوعِ انسانی آجتک محروم رہ گئی تھی۔ بعد الممات کے حالات جو انسانوں کو خائف اور پریشان رکھتے ہیں۔ ہم پر آئینہ کی طرح روشن ہو گئے۔ اور ہم نے سمجھ لیا کہ کونسی دائمی مستقر کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور کس مقصد کے حصول کے لئے انسان کو جینا اور مرنا چاہیئے ہادیٔ برحق کی تعلیم کا سب سے پہلا صلہ ہمیں یہ ملا ہے۔ کہ ہماری جانیں اور ہماری آبروئیں محفوظ و مصئون ہو گئیں۔ وحشی عرب علم حاصل کر کے اس قابل بن گئے کہ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں۔ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں۔ اور مصیبت آنے پر ایک

دوسرے کی امداد کرتے رہیں۔ خدا کے رسول ؐ نے ہمیں ایک کتاب دی ہے۔ جس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنانے۔ ارفع و اعلےٰ کرنے اور خالق اکبر کی رضا حاصل کرنے کے پورے پورے طریق بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی آیات جو ہماری زبانوں پر جاری ہیں ہمارے دلوں کو منوّر کر رہی ہیں۔ ہماری سیرتوں کو بنا رہی ہیں۔ اور ہمیں انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے روز بروز خدا سے قریب تر لے جا رہی ہیں"۔

عجمی تاجر: —— "تمہارے پیغمبر وہی محمد ؐ ہاشمی ہیں۔ جن کے متعلق میں نے بیس سال قبل تمہاری زبان سے یہ سُنا تھا۔ کہ انہوں نے دیوتاؤں کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے اور عربوں کو ایک نئے طریق عبادت کی تلقین کر رہے ہیں"۔

قریشی شیخ: —— "ہاں! ہمارے آقا و مولا۔ سرورِ کونین پادشاہِ دو جہان رحمۃ للعٰلمین وہی محمد ؐ ہیں۔ جن پر میری اور میرے ماں باپ کی جانیں فدا ہیں۔ جن کی رسالت کو ہم نے اپنی اور نوعِ بشر کی خوش بختی کے لئے پہچان لیا اور تسلیم کر لیا۔

عجمی تاجر: ــــــ "لیکن جس بات پر مجھے بار بار حیرت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہبل اور دوسرے دیوتاؤں کے پجاریوں نے اسقدر قلیل مدت میں کس طرح ان کی بات مان لی اور بنی اسرائیل کی طرح ان کا مقابلہ نہ کیا۔"

قریشی شیخ: ــــــ "ہمارے اشقیا نے انہیں سخت سے سخت اذیتیں دیں۔ ان کے پیغام کی ہنسی اڑائی۔ اُن کی تبلیغ کو روکنے کی کوشش کی۔ ہمارے سرداروں نے ہر طریق سے ڈرایا دھمکایا۔ اور دنیوی جاہ و جلال کا لالچ دلایا۔ اور اس حد تک ستایا کہ انہیں مکّہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ مدینہ میں ان کو ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ ہمارے اشقیا نے وہاں بھی انہیں چین نہیں لینے دیا۔ بلکہ ان کے ساتھ جنگیں کیں۔ انہیں خانہ کعبہ کا حج کرنے سے روکا۔ لیکن حق و صداقت کی جمعیت زیادہ ہوتی چلی گئی اور وہ وقت آ گیا جب تمام کے تمام عرب قبائل نے اس دینِ حنفہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور سب کے سب محمد عربی کا کلمہ پڑھنے لگے۔"

عجمی تاجر:- "ایسے حیرت انگیز انسان کی زیارت سے محروم رہنا اور اس کے دین کی پیروی نہ کرنا انتہا درجہ کی بدبختی ہے۔ میں بھی محمد کے خدا پر ایمان لاکر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت سے پیشتر مشرف باسلام ہو کر سعادت دارین حاصل کرنے کا موقع ملا۔ میں ضرور اللہ کے اس رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف قدم بوسی حاصل کروں گا۔"

قریشی شیخ:- "حضور صلے اللہ علیہ وسلم امسال مدینہ سے حج کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اور اس مجمع میں بہ نفس نفیس تشریف فرما ہیں۔ میں کسی وقت آپ کو ان کی خدمت میں لے چلونگا۔"

عجمی تاجر نے شکریہ ادا کیا اور قریشی شیخ سے اسلام کی صداقتوں کے بارہ میں مزید استفسارات کرتا رہا۔

مشرف باسلام ہونے کے بعد عجمی تاجر دین ہدیٰ کے طریق پر پہلی نماز گزار کر سویا۔ تو اسے بڑا معنی خیز خواب نظر آیا:-

اس نے دیکھا کہ ارض وسما پر رات کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں

تیرہ و تار گھٹاؤں نے موجوداتِ ارضی کا احاطہ کر رکھا ہے ظلمت اِس قدر مہیب اور اس درجہ عمیق ہے کہ نگاہیں کام نہیں کرتیں۔ آسمان پرستاروں کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ اور اس خوفناک تاریکی میں ہر طرف سے شور و فغاں کی دِل ہِلا دینے والی چیخیں بلند ہو رہی ہیں۔ دَرد سے کراہنے والے انسانوں کی لرزہ براندام کرنے والی پکاریں سنائی دے رہی ہیں۔ مشرق و مغرب کے لوگ دیوتاؤں کا نام لے لے کر مدد کے لئے بلا رہے ہیں۔ اور محسوس ہو رہا ہے کہ آسمان کی چھت زمین پر گر کر ہر جاندار شئے کو ہلاک کر دے گی۔ اور سطحِ ارضی پر نہ تو کوئی بات کرنے والا انسان باقی رہ جائے گا۔ اور نہ کوئی اور رینگنے والا جانور بچ سکے گا۔

یکایک خانہ کعبہ کی چھت پر سے نور کے بادل اُٹھنے لگے۔ جو ان تاریکیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آسمان پر پرواز کر رہے تھے۔ ان بادلوں سے برسنے والی شعاعوں نے موجوداتِ ارضی کو روشن کر دیا۔

دیکھتے دیکھتے نور کے یہ بادل سارے عرب پر چھا گئے۔ اور صاف نظر

آنے لگا کہ اس سرزمین میں خدائے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ
کی عبادت کرنے والے لوگ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ اور
اذانوں کی گونج نے فضائے ہوائی میں ایک عجیب اہتزاز کی کیفیت
پیدا کر دی ہے۔

اُدھر آسمان پر نور کے یہ بادل تیرہ و تار گھٹاؤں کو چیرتے ہوئے
مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طرف بڑھنے لگے۔ اُدھر زمین
پر مومنین فاتحین کے لشکر ہر طرف یلغاریں کرتے ہوئے نظر آئے
جن کے آگے آگے صنم کدے مسمار ہونے لگے۔ بادشاہوں کے تخت
الٹنے لگے۔ غلام آزاد ہو گئے۔ رنج بُرا بھرنے لگے۔ مظلومین کو اپنا
حق ملنے لگا۔ اور ظالم کیفر کردار کو پہنچنے لگے۔

نور کے بادلوں نے آہستہ آہستہ تمام روئے زمین کا احاطہ
کر لیا۔ ظلمتیں چھٹ گئیں۔ راہیں صاف نظر آنے لگیں۔ اور نوعِ
بشر کی جمعیتیں اس نور سے کسبِ ضیا کر کے اپنی زندگیوں کو بہتر
بنانے لگیں۔

اب اس نے دیکھا کہ کائنات کی مخفی قوتوں نے انسان کے

سامنے ہتھیار ڈال دیئے - بجلیاں تابعِ فرمان ہوگئیں - اور تمام عناصر قدرت انسان کے حکم پر چلنے لگے ۔

اس وقت انسانوں کے ایک گروہ نے کہا - کہ روئے زمین پر ہمارے جیسی طاقت و قوت رکھنے والا اور کوئی موجود نہیں - موجودات ارضی و سماوی کی تمام نعمتیں صرف ہمارے لئے ہیں - دوسرے انسانوں کو ان سے متمتع اندوز ہونے کا کوئی حق نہیں - عناصر قدرت کا اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہے - اور ہم جس طرح چاہیں گے زندگی بسر کریں گے - اور اپنی شوکت و عظمت کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے ۔

پھر اس نے دیکھا کہ زمین انسانوں کے ظلم و ستم سے پھر اسی طرح معمور ہوگئی جیسے پہلے تھی - سطحِ ارضی پر خدائے ذُوالجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کا نام لینے والا کوئی شخص باقی نہ رہا - اور فضائے آسمانی پر پھر دھوئیں کی تیرہ و تار گھٹاؤں نے احاطہ کر لیا ۔

اب پہاڑ روئی کی طرح اُڑنے لگے - زمین پیہم زلزلوں کے مارے شق ہوتی چلی گئی - آسمان میں دراڑیں پڑ گئیں - ستارے

جھڑ جھڑ کر گرنے لگے - چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ سورج کی روشنی جاتی رہی اور زمین سانس لینے والے جانداروں سے یکسر خالی ہو گئی ۔

ایک زمانہ گذر جانے کے بعد زمین پر موسلا دھار بارشیں برسنے لگیں - اور نوعِ انسانی کے تمام افراد از سرِ نو زندہ ہو گئے ۔

اُس نے دیکھا کہ انسانوں کی لاتعداد جمعیتیں محمد الرسول اللہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر آسمان کی طرف پرواز کرنے لگیں۔ اور اس فضا کے عوالم میں جا کر آباد ہونے لگیں - جو نظامِ شمسی سے دُور و دراز واقع ہوئی ہے - اور جہاں کی زندگی صلح و سلام - راحت و آرام، اور پاکیزگی و نفاست سے لبریز ہے - زمین سے آسمان تک ایک بہت بڑی شاہراہ بن گئی ہے - جس پر خدا کو ماننے والے انسانوں کی جماعتیں اپنے اعمالِ صالحہ کے پَر لگا کر اُڑ رہی ہیں - اور نافرمان انسانوں کے اژدہام کثیر کو پیچھے چھوڑ رہی ہیں - کیونکہ ان میں اوپر کی طرف پرواز کرنے کی صلاحیتیں موجود نہیں ۔

بوڑھے عجمی نے کہا کہ نوعِ بشر کے لئے راہِ نجات یہی ہے

جو محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے۔ جو اس راہ سے منہ موڑے گا وہ عالمِ سفلی کی مصیبتوں میں مبتلا رہے گا۔ اور یہ مصیبتیں ابد الآباد تک زیادہ ہوتی چلی جائیں گی۔ اس نے خواب ہی میں بلند آواز سے کہا

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰہِ

آنکھ کھلی تو کلمۂ شہادت اس کی زبان پر جاری تھا۔ وہ اُٹھا۔ اور باوضوء ہو کر بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گیا۔

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر طبع ہوئی اور شیخ عنایت اللہ پبلشر نے تاج کمپنی ریلوے روڈ لاہور سے شائع کی۔